دیباچہ طبع ثانی

حضرت شعلہ کی وفات کے موقع پر میں نے وعدہ کیا تھا کہ اُن کا کلام معہ اُن کی سوانح
عمری کے نذرِ ناظرین کروں گا۔ مگر دقتیں ایسی رونما ہوئیں کہ وعدہ کا ایفا مشکل ہو گیا۔ سب
سے بڑی دقت یہ تھی کہ تیاری سوانح عمری کی طرف جو صاحبان توجہ کر سکتے تھے اور جن کے
بھروسہ پر یہ وعدہ کیا گیا تھا اُنھوں نے دریغ توجہ فرمایا۔ میں خود اپنی بے بضاعتی سے
واقف تھا اس لئے ہمت نہ کر سکا۔ چار و ناچار اُن کے کلام کے مجموعہ کو ہی پریس کے حوالہ کیا۔ وہی
دقتیں جو پہلے سے سدِ راہ تھیں اب زیادہ زور کے ساتھ مقابل ہوئیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ نہ تو اُن
کے کلام کی تدوین ہوئی اور نہ پروف دیکھا گیا۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ اُن کا کلام جتنا بچایا
ہوا وہ تلف ہونے سے بچ گیا اور جو کچھ تلف ہو گیا وہ ہو گیا۔ میرے ہاتھ جو آیا وہ حوالہ قلم ضرور
ہوا (نتیجہ معہ دوسرے چند نظموں کے) مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے ایامِ طفولیت میں جناب مرحوم
کی غزل چھپی ہوئی دیکھی تھی۔ شراب آدھی کباب آدھا۔ مگر اس غزل کی نہ مطبوعہ کاپی نصیب
ہوئی اور نہ مسودہ۔ اس لئے وہ غزل داخل کتاب نہ ہو سکی۔ علیٰ ہذا ایک وہ غزل اور تھا جس کا
مطلع تھا [کہاں رکھیں گے لیجا کر لحد میں اتنے ساماں کو یہ فغاں کو بیکسی کو یاس کو حسرت کو حرماں کو
اور یہ جب دوبارہ علی گڑھ میں بزم مشاعرہ قائم ہوئی تھی اُس وقت پڑھا گیا تھا۔ وہ اس قدر
کرم خوردہ تھا کہ پڑھنے میں نہ آیا مجبوراً اُس سے بھی ہاتھ دھوئے۔ اب رہا ذرا سا معاملہ اُن
چند نظموں کا جن کو میں نے طبع ہونے سے روک لیا۔ اُن کا مختصر حال یہ ہے کہ اُنھوں نے
چند نظمیں پیشتر سی لکھ رکھی تھیں اُن میں سے دو چار شعر رد و بدل کر کے اُن کو ہی انگریزی کلام
کے جلسوں میں پڑھ دیتے تھے وہ مقامی کیفیت کے باعث فوری مزہ دیتی تھیں اور بس۔

اس لئے اُن کا طبع ہونا کچھ اثر نہ رکھتا تھا البتہ اُن میں سے دو نظمیں اچھی ہیں جو شامل مجموعہ ہٰذا کی گئی ہیں۔

سنہ ۱۹۲۳ء میں یعنی طبع اول کے نو برس بعد صرف چند جلدیں میرے پاس باقی ہیں اُن کا فروخت کرنا میں نے بند کر دیا اور اُن کو صرف اُن کے پریمیوں کے واسطے محفوظ رکھا کیونکہ دوسرا اڈیشن نکالنا مجھے منظور نہ تھا۔ لیکن شائقین کا اصرار بدرجہ غایت ہوا تو اس کتاب کو اپنے اہل خاندان کے حوالہ کیا کہ وہ جس طرح چاہیں اس پر تصرف کریں مگر اس طرف سے بھی یہ بار میرے ہی سر پر عود کر آیا اب مجبور اس کو دوسری مرتبہ پیش ناظرین کرتا ہوں۔

پہلی مرتبہ سے اس کی ترتیب مضامین میں فرق کر دیا ہے۔ اب کتاب بجائے دو کے تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے میں مذہبی نظمیں دوسرے میں دیوان و جنرل نظمیں تیسرے میں قومی نظمیں۔ ہر حصہ کے صفحات کا شمار علیحدہ ہے اور ہر صفحہ پر پانچویں دسویں اور پندرہویں شعر پر نمبر ڈالا گیا ہے تاکہ حوالہ میں آسانی ہو جاوے۔ قلم پہلے سے جلی ہے اور چھپائی بہتر ہے۔ کاغذ پہلے کے مقابلہ میں گو کسی قدر میلا ہے مگر چھپائی میں اچھا ہے۔ پہلے سے حروف پھیلے ہوئے اور دھبہ دار نہیں ہیں۔ تصویر چھپائی شامل کرنے کے لئے بہت اصرار تھا چنانچہ اُس کی تیاری خاص طور پر کلکتہ میں کرانی پڑی۔ قیمت کتاب کم کر دی گئی ہے بجائے عہ کے عمر البتہ کچھ جلدیں بہتر کاغذ پر شائع ہوئی ہیں اُن کی قیمت عاہر رکھی گئی ہے سوانح عمری کے لئے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مکرر ناکامیابی نصیب ہوئی اور کوئی شکل نہ ہوا۔ چار ناچار جو کچھ رطب و یابس مجھ سے ہوا وہی لیکر حاضر ہوتا ہوں اگر اس میں کمی یا غلطی پاویں تو اصلاح دیدیویں اور میرے استفادہ کے لئے اس سے مجھے مطلع فرماویں تاکہ آیندہ کے لئے اس میں بھی ترقی ہو۔ مجھے نہ قابلیت ہے نہ مشق سخن اور نہ دعویٰ سخن سنجی۔ ایسے نابلد کی رائے جس وقعت کے لائق ہے وہ ہی ہوگی اس میں بھی واقف ہوں اس کتاب کی اشاعت میں عنایت فرمائے قدیم بابو اٹل بہاری لال صاحب مختار

علی گڑھ اور عزیزی بابو پریم بہاری لال پیشکار کورٹ آف وارڈس علی گڑھ نے بڑی دلچسپی ظاہر کی اور صاحب اول الذکر نے حتی الواسع مدد بھی فرمائی۔ خدا ہر دو صاحبان پر اپنی نظر عنایت فرماتا رہے۔ مجھے بابو کنہیا لال صاحب وارثی وکیل علی گڑھ نے بھی اس مسودہ کو نظر ثانی کر کے ممنون منت کیا ہے ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سب اہل پریس کا سب سے زیادہ مشکور ہوں کہ جنہوں نے میری نکالی ہوئی غلطیوں کو برقرار رکھا اور غلط نامہ تیار کرا کر ناظرین کو موقعہ قلم فرسائی کا دیا ناظرین بھی ان کا شکریہ ادا کریں۔ اور میرے تجربہ سے فائدہ اٹھا کر مطبع کے انتخاب میں احتیاط فرمائیں۔

علی گڑھ
۱۵ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء

نیاز آمال
کرشن

سوانح عمری حضرت شعلہ مرحوم

بہت غور کیا کہ جناب مرحوم کی سوانح عمری کیسے لکھی جاوے مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی - ہر طرح میں قدم قدم پر دقتیں درپیش ہوئیں - آخر میں پرانی پڑھی ہوئی بات یاد آئی کہ شاعر کی سوانح عمری تو اُس کا کلام ہے - سانحہ نگار کا کام شاعر کی سوانح عمری میں صرف خارجی واقعات کی طرف اُس کے کلام سے اشارہ کردینا ہے تب اطمینان ہوا - ورنہ شاعر کی زندگی یا اُس کی طبیعت کے زور کی ترقی کو کونسے الفاظ ادا کرسکتے ہیں اور اگر کرسکتے ہیں تو لا لفت بھی ویسی ہی شاعری ہو جاوے گی - مگر یہ کوچہ بھی پیچدار نکلا اور پیچ یہ تھا کہ اردو میں زیادہ تر تغزل اور تدوین کا انتظام اُن اصولوں پر ہے جن سے ترقی فن کا اندازہ ناممکن ہے - خیر یا قسمت یا نصیب - شعلہ صاحب کے کلام میں یہ دقت صرف ۱۸۸۶ء تک ہے کیونکہ اُس کے بعد ان کی کوئی غزل نہیں لکھی گئی نہ دیوان مرتب ہوا - دقتیں ختم ہوئیں مسلسل نظمیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی تاریخ موجود ہے - کیا اچھا ہوتا کہ شاعر اپنی طبیعت کی آمد کے مطابق نظم لکھتا اور ان کو علی الترتیب جمع کیا کرتا - خیر اردو میں آمد کا ذکر کم اور آورد کا زیادہ ہے - شاعر کی طبع آزمائی یہاں تو اس طریقہ پر ہوا کرتی ہے کہ مصرعہ طرح کو اوپر لکھ کر نیچے قافیے لکھتا ہے اور پھر اُن کو باندھتا ہے جس پہلو سے بندھ جاویں - قوافی پر آورد کا زور ہوتا ہے اور غرض اس طرح سے غزل تیار ہو جاتی ہے - انصاف کا مقام ہے کہ یہ شاعری آمد ہے یا آورد - شعلہ صاحب کے لئے بھی یہ تنگی سد راہ ہوئی اور ۱۸۸۶ء کے بعد انھوں نے اپنے مضمون کے موافق صنف نظم پسند کی اور تغزل کو خیرباد کہا -

راقم الحروف کو شعلہ صاحب کی ترقی مشق بکمالی منظور ہے اور اُن کی زور طبع کے

نمونے پیش کرنا ہے۔ یہ منظور نہیں ہے کہ دیگر اساتذہ سے مقابلہ کیا جاوے اور اس
ناخوشگوار زمین پر قدم رکھا جاوے اس لئے اور شاعروں کے کلام کو ہاتھ نہیں لگایا گو
اپنے نقطۂ خیال کو ظاہر کر دیا ہے کہ شعلہ صاحب کے طبعی حالات اور خیالات کیا تھے کہ
جو نظم ہوئی جس درجہ کی ان کی شاعری ہوگی اُس پر زمانہ اُس کو خود قائم کر دیگا۔

قوم آپ قوم کے کایستھ تھے جیسا کہ آپ کے کلام کے تیسرے حصہ سے ظاہر ہوتا ہے اور
منجملہ بارہ فرقہ ہائے اُس قوم کے بھٹناگر تھے۔ آپ کی شاعری میں ایک مصرعہ "سیتاجی پاؤں
پڑنے کو نیچا کئے ہیں سر" ۱/۱۱-۱۱۹ اس کی تائید ہیں ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے
کہ ہر قوم اور ہر فرقہ میں مخصوص طریقے ہر بات کے ہوتے ہیں چنانچہ اظہار تعظیم کے بھی جس
طریقہ سے ہوں ہیں اپنے بزرگان کی تعظیم کرتی ہیں اُس کو اصطلاحاً "پاؤں پڑنا" کہتے
ہیں اور مختلف لوگوں میں یہ اظہار علٰحدہ علٰحدہ طریقہ سے ہوتا ہے۔ بعض میں گھٹنے دباتے
ہیں بعض میں پاؤں چھوتے ہیں۔ طریقہ مندرجہ بالا مخصوص فرقہ بھٹناگر کایستھ کا ہے۔

وطن وطن آپ کا حصار تھا اور اُس سے مالوف تھے ملاحظہ ہوں:۔

غربتِ حصار کھینچی ہوئی ابتدا سے ہے — شعلہ تمام عمر رہے ہم وطن سے دور ۲/۱۳-۳۳
غربت میں رہتے رہتے زمانہ گذر گیا — شعلہ اگر گئے بھی ملیگا وطن میں کون ۲/۱۸-۵۹
الٰہی خیر ہو جنگل میں جی نہ گھبرائے — کہ مجھکو آتی ہو غربت میں کچھ وطن کی بو ۲/۱۴-۶۴

یہاں ان کی آبائی اجدائی جائداد تھی کہ جس کو اور شہر کا خاندانی نے مدد اُن کے ۱۸۵۸ء
یا ۱۸۵۹ء میں علٰحدہ کیا۔ آپ کے والد بزرگوار بسلسلہ ملازمت انگلشیہ سہارنپور چلے آئے تھے
جہاں پر وہ ناظر عدالت ججی تھے۔

خاندان شجرۂ آنجناب کا ۱۱۷۵ھ تک موجود ہے۔ وہ رائے جگت سنگھ تک پہونچتا ہے
گیارھویں پشت رائے صاحب موصوف ہیں رائے نرل داس صاحب جد امجد حضرت شعلہ مرحوم
ہوئے اُس وقت تک قانونگوی پرگنہ بھٹانہ و باگر کی اس خاندان میں وراثتاً چلی آتی تھی

مگر گو اُس کے بعد بھی حصار و سرسہ میں اسی خاندان کے لوگ اس عہدہ پر ممتاز رہے مگر وراثت شکست ہوگئی ۔ واضح رہے کہ اُس زمانہ میں قانونگوئی مثل حال کے بہنام عہدہ کے نہ تھی ۔ رائے نزل داس صاحب کے تنبیرے صاحبزادے منشی موتی لال صاحب تھے جن کے چوتھے اور سب سے چھوٹے لڑکے منشی بنواری لال صاحب تھے جو بحیثیت شاعری کے شعلہ کے نام سے مشہور ہوئے ۔ تمام خاندان علم دوست تھا اور اہل تصنیف ۔ راقم الحروف نے چند اردو اور زیادہ تر فارسی تصانیف اس خاندان کی پڑھی ہیں ۔ کتابیں بڑے پایہ کی ہیں کچھ کتب تواریخ اور باقی مذہبی ۔

ولادت | اس بارہ میں منشی گھنڈی لال صاحب عاشق نائب فوجدار راج سوائی جے پور جو تھ میں شعلہ صاحب سے بڑے اور درجہ میں بھتیجے حقیقی ہوتے تھے یوں رقمطراز ہیں " در بارہ اولین ماہ اساڑھ سدی دوادشی سمبت ۱۸۸۳ بکرمی بہ توافق ۲۵ جولائی ۱۸۲۶ء یوم المبارک جمعہ بعد نیمہ روز بدار السرور سہارنپور خلعت ہستی در بر گرفت میانہ بالا اوسط اندام سر توزی تن و گندمیں فام بیضوی چہرہ بہشتی رو " فراخ سینہ و کشادہ پیشانی اونچا سر اور سر پر بال کم ۔ تقریباً یہی سال ولادت بحساب ایک مصرعہ تدریج رج کے ہوتا ہے جو مارچ [illegible] میں تصنیف کیا تھا ۔ مصرعہ ہے ۔ " اک دن بھی نہیں کام کا چالیس برس ہیں " [illegible]

تعلیم | یوں تو انگریزی مثل ہے کہ " Live & learn " یعنی مدۃ الحیات ہی سیکھنے کے لئے ہے ۔ مگر بالعموم تعلیم سے غرض اس تعلیم سے ہے جو کسی درسگاہ میں ہو ۔ ایسی تعلیم شعلہ صاحب کو بہت نصیب نہیں ہوئی ۔ زمانہ بہت تنگ گذرا تھا کہ والد کے وفات کے باعث خاندان منتشر ہوگیا اور فکر خانہ داری سر پر آئی بہلا سلسلہ درس تدریس کیسے رہتا ۔ خیر جو کچھ بھی ہوئی وہ ایک معمولی دیسی مکتب میں ہوئی ہیں جو کچھ نقائص و عیوب ان کی شاعری میں رہتے وہ ان کی طبع سلیم کے نہ تھے بلکہ ان واقعات کو نظر رکھنے پر اس امر کے شاہد ہیں کہ طبیعت خداداد تھی اور بشرط حصول موقعہ وہ رفع ہو جاتے ۔ تعجب یہ ہے

MUNSHI BANWARI LAL SHAULA
VAKIL, ALIGARH.

کہ بلا اکتساب علم کتابی کے بھی اس قدر جواہرات ان کے بیان میں موجود ہیں تو سوائے اس کے اور کیا ہے کہ شاعر طبعی ہوتا ہے نہ کہ اکتسابی۔ ذکاوت اور طباعی جو شاعری کا اصل جوہر ہیں وہ ہی ان کے رہنما رہیں اور ایک مرتبہ ان کی سفارش ملک الشعرا ئے کے لئے ملکہ قیصرہ تک پہونچانیکو تھیں۔ عروض سے بہت واقف نہ تھے۔ خود بھی اعتراف ہے۔ ؎

"نہ عروضی ہوں نہ ہوں واقف ارکان سخن ۔ فاعلاتن نہ مجھے یاد نہ باب تفعیل"

ابتدا شاعری | شاعری کب سے شروع ہوئی اس کا حال نہیں معلوم منشی [illegible] لال صاحب فرماتے ہیں کہ طفولیت سے شعر کہتے تھے مگر چھپاتے تھے۔ مگر ایک مرتبہ [illegible] ات میں سکندر آباد جانے کا اتفاق ہوا اُس وقت سبزہ آغاز تھا۔ منشی بالمکند بےصبر اور مرزا ہرگوپال تفتہ زندہ تھے جب رسم غزلخوانی ادا ہوئی جو درحقیقت لڑکوں کی تعلیم کا امتحان ہوتا ہے تفتہ صاحب نے اپنا دیوان منگوا کر پڑھوایا۔ دیگر ہم عمر اُس کو ٹھیک نہ پڑھ سکے مگر انھوں نے اُس کو ایسا پڑھا کہ جس کا اثر مرزا صاحب پر ہوا اور انھوں نے خوش ہو کر وہ دیوان اُن کو انعام دیا۔ اور تاڑ گئے کہ یہ لطف بیان بلا گداز طبیعت کے نہیں ہو سکتا۔ یہ صورت معلوم ہوتا ہے کہ طرز بیان اسی وقت سے دلکش تھا۔ فوراً باتوں باتوں میں سوال تلمذ درپیش ہوا مگر تفتہ صاحب نے اس بنا پر عذر کیا کہ وہ فارسی کے شاعر ہیں البتہ منشی بالمکند صاحب بےصبر سے اصلاح لینے کی ہدایت فرمائی۔ کچھ روز تک یہ سلسلہ جاری رہا بعد میں بےصبر صاحب سے اصلاح لینی بند کر دی اور وجہ یہ بتائی کہ اُن کے بیان میں تعقید زیادہ تھی۔ تفتہ صاحب سے کبھی مشورہ ہو جاتا تھا اور پھر اُن کی وساطت سے مرزا غالب تک رسائی ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ اصلاح کا موقعہ نہ ملا کچھ قصیدے تیمناً اصلاح سے ملا۔

اخوت | منشی صاحب کے ایک بھائی تھے منشی کرتا کشن وکیل لکھنؤ جنھوں نے جامہ اسلام قبول کیا تھا شعلہ مرحوم کو موقعہ اُن کے پاس جانے اور کچھ روز وہاں رہنے کا ملا۔ باوجود اختلاف مذاہب کے رشتہ محبت ویسا ہی مضبوط رہا۔ ضرور یہی حالت ہوئی ہوگی۔ کہ

پھر آیا دل برادر و بچو کو دیکھ کر ٭ پھڑکیں ہمیشہ قوتِ بازو کو دیکھ کر (۱ / ۸-۱۱۵)

اخوت کے لئے کیا سچ فرماتے ہیں۔

وہ جوشِ خوں نہیں ہے کہ ہو جائے جو خموش ٭ بھائی ہوں آرہا ہے رگوں میں لہو کو جوش (۱ / ۳-۱۱۵)

جو سر کو بیچتے ہیں بھلائی کے واسطے ٭ وہ جان تول دیتے ہیں بھائی کے واسطے (۳ / ۱۰-۳)

"بے جوشِ خوں فضول ہے انساں کی آب و گل" (۳ / ۸-۴۴)

کیونکہ "ہوتی نہیں ہے خونِ برادر کی بو غلط ٭ دوڑے نہ بھر کے جوش جو وہ لہو غلط" (۳ / ۴-۳۴)

لکھنؤ کے قیام کا شاید یہ اثر ہو کہ بے تعصبی پیدا ہو گئی یا بوجہ بے تعصبی قیام لکھنؤ ناگوار نہ گذرا

پھر وہاں پر زمانہ دبیر اور انیس کا کسی قدر باقی تھا وہاں رہکر بھی کچھ حاصل کیا۔ غرض "زہے

خوشہ چینی خوشہ یا قسم کا مضمون ہوا۔

نقل سکونت

شادی آنجناب کی اوائل عمر میں ہی حسبِ دستورِ قدیم برادری راحت

ہر برا ایک ... صاحب رئیس بابو ضلع میرٹھ کے یہاں ہوئی۔ بہت روز نہ گذرے تھے کہ آپ

کے والد کا انتقال ہو گیا اور بار خانہ داری آپ کے سر آپڑا ۱۲۸۸ھ میں بتوسط راے ... سین

صاحب ڈپٹی کلکٹر بعہدہ ... علی گڑھ میں ملازم ہو گئے اور بعدہٗ بوجہ اس کے کہ ملازمت

سرکاری میں انفراغِ طبیعت جو شاعری کے لئے ضروری ہے حاصل نہیں ہوتا امتحانِ وکالت

پاس کر کے آخر تک اسی پیشہ سے خوش گذران رہے اور علی گڑھ میں ہی آباد ہو گئے۔

علی گڑھ کی سکونت اور اولاد

علی گڑھ میں آکر جو بچے پیدا ہوئے اور جو پیشتر سے تھے اُن سب کا انتقال

بچپن میں ہو گیا صرف ایک لڑکی زندہ رہی جو راقم الحروف کو منسوب

تھی۔ اس کا بھی انتقال حضرت مرحوم کے تین سال بعد ہو گیا۔

مشاعرہ اول

زمانۂ قیام علی گڑھ میں بزمِ مشاعرہ جاری تھی اُس کے میر انجمن منشی

چھوٹے خاں صاحب قیس تھے اُن سے معرکہ آرائیاں ہوئیں اور طبیعت نے بہت

زور دکھایا اور آپس کی طنزیہ و فخریہ گفتگو ہوتی رہیں۔ چنانچہ "ہزار دل بھر تے ہیں ایسا

قیس کس قطار میں ہے" ۲/۲۴ یہ مصرعہ بھی اسی وقت کا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ایسی نوبت کبھی نہیں آئی کہ دست و گریباں ہوئے ہوں یا ہجو سے کسی بزرگ نے اپنے دہن کو آلودہ کیا ہو یا مصحفی و انشا کا سا سوانگ تک لہا یا ہو اسی کے بعد انکی محبوبہ بیوی کا انتقال ہو گیا یہ صدمہ

پہلی بیوی کا انتقال

بڑا تھا اسکا نوحہ لکھا جو شامل مجموعہ ہذا ہے ملاحظہ ہوں صفحات ۱۲۸ لغایت ۱۳۱ حصہ دوم جسمیں لکھا ہے "خوش فکر جسکے دم سے تھی اسکا ہی غم ہوا" بوڑھی ماں زندہ تھی اکو نانا اور ۱۸۹۹ء میں بہ شعر مصرعہ نوحہ کہ جو ۱۸۹۹ء میں لکھا گیا "اکدن ہوا اللہ تھا اٹھارہ برس میں" ۲/۱۲۸ دوسری شادی کرادی۔ جسکی طبیعت میں عشق و محبت کا خزانہ ہو وہ کہیں محبت کا خاتمہ نہیں کرتا بلکہ جوش اسکے آگے آئی ہوائی پر اس محبت کا غلاف چڑھا دیتا ہے چنانچہ دوسری بیوی سے بھی محبت

دوسری کا انتقال

کا وہی حال تھا۔ دوسری شادی سے تھی جو اولاد ہوئی وہ بھی زندہ نہ اور اہا تھا یہ کہ دوسری بیوی نے بھی بعد اٹھارہ سال کے داغ مفارقت دیا اس کا بھی نوحہ لکھا کہ "یہ حشر دوبارہ ہے مرے عشق و فغاں کا" ۲/۱۳۲ اور واد واقعہ نگاری ہی رقت انگیزی اس نوحہ کا خاص جزو ہے ملاحظہ ہوں صفحات ۱۳۱ لغایت ۱۳۳ حصہ دوم۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس چیز کو شاعر محسوس کرتا ہے اس سے کس قدر دوسروں کو متاثر کر سکتا ہے مرہج ہے۔

"If fiction is truer than fact, fact is more tragic than fiction".

کایستھ سبھا علی گڑھ

۱۸۸۵ء میں علی گڑھ میں کایستھ سبھا قائم ہوئی اور اس وقت سے برابر قومی کاموں میں آپ شریک رہے۔ جیسا کہ تیسرے حصہ سے ظاہر ہے۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اسی سلسلہ میں ایک شعر مندرجہ حصہ دوم ۳/۱۴۲-۱۰ تفصیل کا محتاج ہے اس کی شان نزول یہ ہے ؎

"چنگاریوں کا طنز یہ نافص صلاح تھی   شعلہ کا پھونٹنا یہ غلط اصطلاح تھی"

علی گڑھ میں جب کایستھ کانفرنس منعقد ہونے والی تھی تب بابو گو بلیہ سہائے سکرٹری اور

اُن کی رائے میں اختلاف ہوا۔ اور اُنھوں نے اپنی رپورٹ میں الفاظ "چنگاری" اور "شعلہ پھوٹنا" استعمال کئے اُس کا جواب اس شعر میں دیا گیا ہے۔ ترقی قومی کی رفتار سے وہ نالاں تھے اور برابر ایسے خیالات ظاہر کرتے رہے جیسے کہ "ایک دن سبھا کا نوحہ بھی لکھنا ضرور ہے" ۳

بھارت دھرم مہامنڈل

مارچ ۱۸۹۸ء میں بطور ڈیلی گیٹ ان کو بھارت دھرم مہامنڈل میں شریک ہونے کا موقعہ ہوا جس میں انہوں نے مسدس بیچ بیچ جو شروع کتاب میں درج ہے پڑھا۔ وہاں پر بڑے بڑے مہاتماؤں اور پنڈتوں سے ملاقات ہوئی اُس کا اثر انکی طبیعت پر بڑا گہرا ہوا۔ وہی معاملہ ہوا جو آپ نے ایک شعر میں فرمایا ہے ؎

"عشق بت حد ہی مجازی کے لئے + اس سے پس اور خدا آگے ہے" ۲/۱۱۰۴

اس کے بعد شاعری کا رنگ بدل گیا جو اثر اس کا ہوا وہ آگے چلکر حسن و عشق اور مذہب کے سلسلہ میں دکھایا جاویگا۔ بالفعل صرف اس قدر کہنا ہے کہ اُس کے بعد چند مرتبے بڑے اصرار کے ساتھ اُن کو مہامنڈل کے سالانہ جلسوں میں بلایا گیا۔ جلسہ میں آپ نے نظمیں پڑھی ہیں جو پہلے حصہ میں درج ہیں۔ مستورات میں دھرم اور Sentimen [illegible] فطرتاً زیادہ ہوتی ہے اُن کے سامنے جب مسدس ست دھرم پتی برت دھرم پڑھے گئے تو اُن کی حالت بہت متغیر ہوئی اور خاص انتظام کرنا پڑا کہ دوران قصیدہ پڑھنے میں کوئی نیچے نہ گر پڑے۔ وہیں سے بتوسط دیوان رام جی بہادر وزیر ریاست کپورتھلہ مہاراج کپورتھلہ کے دربار تک رسائی ہوئی۔

کتھا رامائن و تعمیر مندر

آخر زمانہ میں بعد شرکت دھرم مہامنڈل کے طبیعت نے مذہبی رنگ اختیار کر لیا تھا چنانچہ آپ نے کتھا رامائن کی بندشکان پر بڑے اوستاد سے ساتھ کرائی کہ جو تقریباً چھ ماہ میں ختم ہوئی اُس کے سننے کا اثر وہ مسدس ہے جو جنگ نندی میں شامل ہے اور جو مجموعہ ہذا کے حصہ اول میں صفحات ۱۰۶ سے ۱۳۲ تک شامل ہے

بعد وفات اپنی اہلیہ ثانی کے بیادگار ان کے ایک مندر بھی تعمیر کرایا جو سری گوپیشور ناتھ کے نام سے مشہور ہے۔

دوسری بزم مشاعرہ اور حضرت تسلیم سے ملاقات

سنہ ۱۹۰۱ء میں محمدن کالج علی گڑھ میں ایک زبردست مشاعرہ ہوا جس میں باہر کے مشہور شاعر بھی تشریف لائے تھے۔ ان میں منشی امیر اللہ صاحب تسلیم رامپوری بھی تھے۔ مشاعرہ کی اطلاع منشی صاحب کو مشاعرہ شروع ہونے سے کچھ ہی دیر قبل ملی تشریف لے گئے لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے اور نیز تبدیل طبیعت کی وجہ سے غزل نہ لکھی۔ بعد ختم مشاعرہ کے حضرت تسلیم سے ملاقات کی اور فرمایا کہ آپ سے باکمال شہر میں تشریف لاویں اور اہل شہر فیض سے محروم رہیں کل شہر میں بزم مشاعرہ قرار دیگئی ہے ضرور تشریف لائیے۔ دوسرے روز یہ مشاعرہ ہوا اور منشی جی نے بھی غزل پڑھی جس پر حضرت تسلیم بے اختیار فرمانے لگے کہ "آپ ایسے باکمال اور ایسے پوشیدہ" یہ غزل دستیاب نہیں ہوئی ممکن ہے کہ اپنے دیوان میں سے ہی پڑھی ہو۔ اس کے بعد شہر میں دوبارہ مشاعرہ قائم ہوا۔ قیس اور مائل زمانہ سے رخصت ہو چکے تھے مگر منشی کرامت اللہ خاں گستاخ اور حکیم عبدالہادی خاں وفا آگئے تھے۔ چند ماہ مشاعرہ جاری رہا پھر منشی صاحب نے بھی دنیا سے منہ موڑا اور گستاخ کا بھی تبادلہ ہو گیا مشاعرہ نے بھی خاتمہ پایا۔ اس کی غزلوں میں سے ایک دو غزلہ دستیاب ہوا جو کرم خوردہ ہو گیا اور پڑھنے میں آیا۔

وفات

سنہ ۱۹۰۲ء میں ہولی کے بعد دوج کا روز تھا کہ شام کو منشی جی کے پاؤں میں درد نقرس شروع ہوا۔ علاج شروع ہوا۔ مگر آٹھویں روز تک مزاج درِ براہ نہوا۔ اس کے بعد درد کی شدت تو کم ہوئی مگر صدر کی طرف رجوع ہو گیا داہنے کندھے اور گردن تک پہونچ چکا تھا مگر خفیف تھا اس لئے آرام معلوم ہوتا تھا۔ غذا کئی روز پہلے سے بند تھی۔ ایک دو روز وفات سے قبل گنگا جی جانے کی خواہش ظاہر کی مگر تیمارداروں نے روکا اور عرض کیا کہ دو ایک روز میں کچھ ضعف میں کمی ہو جاوے گی اس وقت آپ تشریف لیجاویں۔ کبیدہ خاطر ہو کر اس کو منظور کیا

رات کو آرام کے ساتھ سوئے صبح کو بشاش اُٹھے۔ رام نومی کا دن تھا دس بجے دن تک بہاگ لال صاحب صدر قانونگوی و بابو اٹل بہاری لال مختار و دیگر احباب سے بات چیت کرتے رہے ان سب کی روانگی کے بعد اپنے ایک عزیز بھولچند کو بلایا (یہ صاحب ہی منشی صاحب کے پاس رہتے تھے اور خوب خدمتگزاری کرتے تھے) اور رفع حاجت کے لئے پانی مانگا۔ کھانا تیار ہو چکا تھا۔ وہاں سے آکر ایک چارپائی پر لیٹ گئے اور حقہ منہ سے لگایا۔ ایک دو کش لئے تھے کہ دم اُلجھا بھولچند پاس گئے حالت دیکھکر شعلہ کے ویدوں کو بلایا۔ انھوں نے حالت ردی بتلائی زمین پر لیا گیا اور ایک دو سانس زمین پر آئے کہ انا للہ و انا الیہ راجعون بعد کو کہنا پڑا سے "کاندھوں پہ جو دھر کے لیچلے ہو تابوت مرا او پیا وہ وں سوار جا چکا ہے کب کا" بڑی بڑی آنکھیں جو زندگی میں سرخ رہتی تھیں اور جن پر خواہ مخواہ نشہ کا گمان ہوا کرتا تھا اب کھلی تھیں اور سفید۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تمنا سے "کھلی رہ جائیں خود آنکھیں مکٹ پر" پوری ہوئی یا نہیں۔ بظاہر انھوں نے اپنی شرط پوری کر دی کیا ذیق شانی جن کی شان اس قدر اشعار میں ظاہر کی ہے اپنی شان بھی دکھانے میں قاصر رہا ہوگا؟ ذرا غور کرنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شرط پوری ہو گئی۔ جب نوبت فنا کی آئی۔ شرط اور مشروط دونوں نیچے کی بیت میں درج ہیں سے

"ہو جاؤں فنا پاؤں جو اتنا بھی سہارا | جب بند ہوں آنکھیں تو مکٹ کا ہو نظارا
دم لب پہ ہو سینے میں تصور ہو تمہارا | مٹ کر بھی جدا الٰہی نہ ہو چرنوں کی گوارا"[۱]

۱۹۱۲ء

ایک لڑکی اور یہ مجموعہ اپنی یادگار چھوڑا۔ یادگار جسمانی تو تین برس بعد معدوم ہو گئی البتہ یہ ابھی باقی ہے۔ خدا اس کو برقرار رکھے تاکہ مرحوم کا نام قائم رہے اور اہلِ شاعری کے زینہ میں ایک سیڑھی کم نہ ہو جاوے۔ آمین

قدر زمانہ حیات شعلہ صاحب مرحوم میں کلام کی خوب قدر ہوئی۔ ان کا دیوان ارمغان شعلہ جو مجموعہ ہذا کے حصہ دوم کا ایک جزو ہے ولایت تک بھیجا گیا۔ قصیدہ کلاک نادجواتی

حصہ میں شامل ہے بصرف خاص سر چارلس کراسھوسٹ صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی نہایت صفائی اور عمدگی سے چھپوایا گیا اور معززین حکام و روسا میں تقسیم ہوا۔ بزم برادریں بھی ہندوستان کے باہر بہت فروخت ہوئی۔ چند مرتبے حکام نے انکو Poet-laureate بنوانے کا ذکر کیا مگر نہ معلوم کیوں اس معاملہ نے صورت نہ پکڑی۔ مقامی جلسے کوئی نہ ہوتے تھے جن میں آنحضرت کو نظم پڑھنے پر نہ مجبور کیا جاتا ہو۔ ایک مرتبہ تو سوشل کلب کے جلسہ میں بلا دریافت کئے ہوئے پروگرام میں آپ کا نام لکھدیا چنانچہ انھوں نے بھی ایک پرانی نظم پڑھ دی مگر دو ایک شعر اضافہ کر دیئے اُن میں سے ایک یہ تھا ؎

"میں نظم پڑھنے پر اے شعلہ ہو گیا مجبور — اثر کے عشق سے آتی ہے میری گفتگار" [۵]

فارغ البالی اوائل کی حالت معلوم ہو چکی ہے۔ ان کے والد کے انتقال کے بعد اُن کی والدہ کے پاس کچھ سرمایہ اندوختہ تھا مگر وہ ان کو ملا نہیں۔ زمانہ ملازمت میں کیا تھا کہ اس میں سے کچھ بچتا یا اصراف کو بھی مکتفی ہوتا۔ زمانہ وکالت کا بھی ایسا ہی گذرا فارغ سے سبکدوشی نہیں ہوئی تھی اور نقصانات مالی بھی اکثر ہی ہوئے سسرال والوں سے جائداد کی بابت مقدمہ بازی ہوئی جو بروئے فیصلہ ثالثی طے ہوئی بالآخر اس میں بھی نقصان ہوا۔ ایک مرتبہ بشرکت دیگر لوگوں کے ایک دوکان آبکاری کا ٹھیکہ لیا جس میں سے سب لوگ شراب ادھار لے گئے اور اُن کے گھر کا زیور بھی رہن سے ہوا۔ البتہ آخر زمانہ میں وکالت کو کچھ فروغ ہوا جس کے سبب سے ایک مکان چھ سات ہزار روپیہ کی مالیت کا تیار کرالیا ایک مندر بنوا دیا چند اور تقریبات بھی اچھے خاصے پیمانہ پر کردیں اور قریب پندرہ سو روپیہ کے نقد چھوڑا۔

---

[۵] شمس العلماء جناب مولانا شبلی نعمانی سے چند مرتبہ ذکر آیا وہ اکثر ان کے لطف محاورہ اور برجستگی کی تعریف فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ تو ایک شعر کی بہت تعریف کی وہ یہ ہے "کٹ تو سکتے ہیں گلا خود بھی نہ کچھ ہیں قتل ... آپ کے ہاتھ میں اک بات ہے یہ بھی نہ سہی" [۲] اور اک بات کے محاورہ کو شعر میں نباہنا بیان فرماتے تھے۔ بازاری عورتوں نے بھی ان کی بعض غزلیں محفلوں میں گائی ہیں ایک میں نے اکثر سنی جو اشعار میں ... [illegible]

عادات

مذاق | مذاق طبیعت میں ضرور تھا مگر کم اور اس اعلیٰ درجہ کا کہ جس کا نتیجہ تبسم ہو نہ کہ تمسخر
تضحیک اور تہزل۔ اس لئے اکثر لوگ کہتے ہیں کہ تھا ہی نہیں مثال اس کی یہ ہے کہ ایک
مرتبہ ڈپٹی زاہد حسین صاحب خان بہادر کا تبادلہ ضلع علی گڑھ سے ہو گیا۔ صاحب موصوف
سے اس ضلع میں متمکن تھے۔ ہنوز چارج نہیں دیا تھا کہ بجائے ان کے منشی محمد علی خاں
صاحب ڈپٹی کلکٹر جو ضلع میں حال ہی میں وارد ہوئے تھے تبدیل ہو گئے اور یہ بدستور
برقرار رہے۔ شعلہ صاحب نے فرمایا ؎

"دیکھا جناب حضرت باری کی شان کو　　بدبختی آئی لے گئی اک نوجوان کو"

خوشامد | اس سے بھی نفرت تھی بلکہ اس کے خلاف خودداری اتنی تھی کہ اس کے
خلاف جو بات ہوتی تھی وہ ناگوار ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایسا واقعہ ہوا کہ ایک ڈپٹی کلکٹر
صاحب اثنائے کلاک ٹاور کے وقت موجودگی سر چارلس کراسٹوتھ صاحب تشریف
فرما تھے ان کی بابت یہ مشہور تھا کہ رشوت لیتے ہیں اور خوشامد پسند بھی ہیں چنانچہ جب
والیٔ وقت کا ذکر قصیدہ میں آیا اور اس مصرعہ کو پڑھا "خوشامد سے نہیں کرتا یہ رشوت سے
نہیں ڈرتا" ۲/۱۰۰-۱۴۸ تو اس وقت ماتھا و منہ ڈپٹی صاحب موصوف کی طرف تھے جس
سے کہ ان کے دل میں اثر ہوا۔ دوسری دفعہ کا ذکر ہے کہ نمائش کا دربار تھا اس میں
ایک قصیدہ پڑھا اور بابو رادھا رمن صاحب ڈپٹی کلکٹر جو کہ قدرے تیز مزاج تھے ان کی شان
میں ایک شعر پڑھا "...... میرا پہلا صورت جو علی گڑھ کے لئے اخلاق کی زیادہ ضرورت ہے"

دشوار پسندی | نہ معلوم مرزا غالب کا شائبہ ہوا یا ان کی طبیعت خود متوجہ ہوئی
یا حضرت عشق کا کشف۔ کچھ دشوار پسندی بعض بعض اشعار میں رونما ہوئی چنانچہ جابجا
اشعار ملتے ہیں۔

میں وہ کشت نامرادی ہوں نہ مانیں کہ ہے ۔ برق خرمن سوز کا مشتاق ہر دانہ مرا

درد سا ملتا ہے کب مونس جان غمناک ۔ ضعف سا ہوتا ہے کب قوت بازو پیدا

زخم دل پر ذرا نمک چھڑکو ۔ پھر یہ آیا تو کب مزا نکلا

یاس لے شوق اسیری چمن آباد نہیں ۔ پر نکلتے ہیں یہاں اور کہیں صیاد نہیں

اپنے پر اپنی ہی منقار سے نوچے ہیں نے ۔ کیا کروں تاب فراموشی صیاد نہیں

جس قدر رنج کو چھیڑا ہمیں راحت آئی ۔ زخم جتنا کہ کریدا کئے لذت آئی

مگر ضعیفی کا خیال بھی کچھ قبل از وقت ہی پیدا ہو گیا اس نے طبیعت بدل دی اور استقلال نہ رہا فوراً سی تکلیف ہوئی اور آپ گھبرا اٹھے جو کچھ وہ شعر اپنے ہی باقی رہا وہ عالم خیال میں تھی۔

ضعیفی | جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا یہ خیال قبل از وقت ہو گیا اور ایسا تھا کہ کبھی [illegible] حالت شباب میں ہی یہ شعر کہا تھا "شعلہ پیری ہے کسی زلف کا سودا کیا خوب ... لیکن وقت ہے یہ خواب پریشاں کیسا" دوسرے مشاعرہ میں جو غزل پڑھی تھی اس وقت کی عمر خیال رہے اور مضمون ملاحظہ ہو۔ آثار ضعیفی صاف نمایاں ہیں ؎

کہاں کہیں گے لیجا کر لحد میں اپنے سامان کو ۔ فغاں کو بیکسی کو یاس کو حسرت کو ارمان کو

اسی وجہ سے جو تصویریں ابتدا میں کھینچیں بعد کو نہیں۔ شروع میں تو فرماتے۔

"خنجر سنبھالے پئے تسلیم خم ہیں ہم ۔ گردن جواب لیتے اٹھے گی سلام کا"

"اے جان کیا ہی توشہ راہ زندگی کی فکر ۔ اک وقف مرد ضعیف ہے کچھ ایسا سفر نہیں"

لیکن بعد میں کوئی ایسا شعر نہ ہوا یہی ممکن ہے کہ زندگی کا خیال جو ابتدا سے تھا اور جس کی وجہ سے بہت سے اشعار حسد و غم ہیں ان کے قلم سے شان تحقیق شان ترقی میں نکلے اور جس کا خاص اثر ضعف قلب پیدا کرنا اپنے آپ پر بھروسہ نہ کرکے اپنے کو دوسرے کے حوالہ کر دینا ہے اس سے یہ کمزوری پیدا ہوئی ہو۔ اور یہی وجہ ہو سکتی ہے جو نتیجے کے عنوان میں

مذکور ہے۔

لاولدی یہ ہمیشہ سوہان روح رہی۔ اولاد ہوئی مگر زندہ رہی ان کی پیدائش اور موت دونوں کے نظارے دیکھے مگر ان سے پہل نہ پایا جو لڑکی زندہ بھی رہی وہ بھی دائم المریض اور بے اولاد اس کو بھی ہمیشہ مردہ سمجھنا پڑا۔ اس کا تذکرہ پہلے ہی سنہ میں جو بندرابن میں مہاراج سریکرشن کے پیش کیا تھا کر دیا ہے ؎

”نہ قوت بازو نہ کوئی لخت جگر ہے   عزیمت زود ایسا ہوں کہیں کہہ نہ دو زود“ ۱۳-۱۴

عرض داشت مشمولہ مثنوی بزم خیرات میں فرماتے ہیں ”نہ کوئی چھوڑ جانے کی نشانی + نہ کوئی یادگار زندگانی“ ۱/۱۳۰۳۸

افسوس ہے کہ ایسے موقعوں پر اپنے دوسرے مصرعہ کا خیال نہ رکھا ورنہ کچھ تو طمانیت خاطر نصیب ہوتی وہ یہ تھا ”ناخلف سے تو یہ بہتر ہے کہ اولاد نہیں“ ۲/۱۳۰۵۶ مگر کہنے اور کر دکھانے میں فرق ہے!

بے تعصبی جس کی طبیعت عشق سے ایسی متاثر ہو جیسی کہ آئندہ دکھائی جاوے گی اور جو ان سچے معنوں میں شاعر ہو جو آگے بیان کئے جاویں گے اُس کو بے تعصب کہہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ آفتاب کے لئے بیان کرنا کہ روشن ہے اُن کی بے تعصبی اس وقت اگر ہو سکتی تھی تو بالخصوص مسلمانوں کے ساتھ مگر اس کی وجہ مختلف ہو سکتی ہیں۔ اول تو کائستھوں اور مسلمانوں کا پرانا میل دوم شاعرانہ تقلید کہ جیسے اور ہندو شاعروں نے بھی کی ہے سوم عشق کا تیاست پر منحصر نہ ہونا اور خصوصاً اُس اعلیٰ عشق کا جس کا مرجع ایک ذات تھی ہو چہارم ان کا لکھنؤ کا قیام اور بڑے بھائی کا اثر۔ فرماتے ہیں۔

”الٰہی ہو میری ہستی کا عشق سے آغاز   قدوم ختم رسل پر ہو اختتام میرا ۱۲-۳

رہے گا قرب خدا قافلہ شہیدوں کا   ورا بہشت میں تیر کھا کے کربلا کے چلے ۲/۲۰۸۰

پڑیگی جب زیادہ آفتاب حشر کی گرمی   ق   تری رحمت پکاریگی یہی میدان محشر میں“

چلے آؤ چلے آؤ چلے آؤ گنہگار و ہزاروں کوس کا سایہ ہو دامان پیمبر میں | ۱۹۲۱ء ۲

مگر خودداری کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اپنی ذاتیات و خصوصیات کو بھی اپنے دم تک ساتھ رکھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں بندر ابن کے لئے "جاروب کشی ہوتی ہے جبریل کے پر سے" ۱۹۲۷ء وقس علیٰ ہذا

دربارہ وزیر شاہ کونین ہے یہ — جبریل امیں سے کمدو یا ہر ٹھیرے ۱۹۲۳ء

شراب شراب کا مضمون اردو شاعری کے ساتھ بالکل وابستہ ہے۔ کوئی اردو شاعری بلا اس کے مکمل نہیں ہوتی۔ رزم ہو یا بزم۔ تصوف یا مذہبی لیکن بلا ساقی و ساغر کے مضمون دماغ سے اترتا ہی نہیں ہے گو بعض شعرا کی مراد اس سے کسی اور چیز سے ہوتی ہے۔ لیکن بعض شعرا اس کو دراصل استعمال ہی کرتے ہیں۔ حضرت شعلہ نے گو بعض جگہ دیگر چیز کو بھی اپنا مفہوم قرار دیا ہو لیکن یہ سچ ہے کہ ان کو پینے کی عادت تھی بلا اس کے کوئی نظم نہیں لکھ سکتے تھے بلکہ جب ان کو نظم لکھنا منظور ہوتی تو وہ علیحدہ بیٹھ جاتے تھے شراب اور پیالہ اور حقہ حاضر رہتے تھے۔ مگر کبھی کسی شخص نے ان کو حالت نشہ میں نہیں دیکھا۔ راقم الحروف کو بارہا ان کے ساتھ شریک ہونے کا اتفاق ہوا تو اس صحبت کا خاص لطف تھا ذرا سا قرب لیا اور ایک کافی عرصے کے لئے بھول گئے اس عرصہ میں بزرگانہ لطائف ہوتے تھے کبھی نصیحت ارشاد فرماتے احباب کے جلسے میں طرز وہی تھا صرف گفتگو میں فرق ہوتا تھا۔ تھوڑی تھوڑی بہت عرصہ تک پیتے رہتے بعض مرتبہ میں نے خود ۲ ۲ گھنٹے تک بیٹھے ہوئے ان کو پیتا ہوا دیکھا ہے مگر کبھی بے قرینے نہیں ہوئے جس کی وجہ بھی معلوم ہوتی ہے "کہ کم کم خور" پر عمل تھا۔ یہ بھی ان کی زبان سے ارشاد سنا گیا ہے کہ یہ شراب دماغ کو مختل کرتی ہے اور مضمون میں لطافت نہیں آنے دیتی۔ مگر نظم لکھتے وقت استعمال ضرور کرتے تھے شاید عادتاً مجبور تھے۔ اس کی بابت خیالات شاعرانہ متعدد تھے اور ناصحانہ۔ دونوں کی مثالیں ذیل میں درج ہیں۔

شاعرانہ

وہ دُرد دے مجھے ساقی کہ ورد بنجائے — بدن کی طرح سے ٹوٹا کرے تماریں دل ۲ / ۱۸-۳۹

شرابِ ناب کا کب جیتے جی نک رنگ چھٹتا ہے — یہ وہ رتبہ ہے جو شعلہ ڈھلے گا حوضِ کوثر میں ۲ / ۳-۵۲

شرابِ خونِ جگر آج ہو چکی کل کو — ذرا سی اور بقدرِ خمار باقی ہے ۲ / ۹-۷۱

زاہدوں کو ہی مبارک رہے یہ فاقہ کشی — ساقیا! دیکھ! انہ جائے مہ رمضاں خالی ۲ / ۱۳-۸۴

ساقیٔ بدست آتا ہے لئے جام و سبو — شعلہ اٹھ بیٹھو کہ محفل میں شراب آنیکو ہے ۲ / ۸-۹۴

اے ہلالِ آسماں کرتے ہیں ہم ٹھنڈی شراب — ابر کا اک ٹکڑا ابھر تل کتر کر پھینکدے ۲ / ۵-۹۷

پیو بھی شوق سے شعلہ کہاں کا تقوی ہے — شراب رنگ ہے ناموسِ پارسا کیلئے ۲ / ۸-۱۱۹

برائی کی جڑ ہے یہ کل مے پرستی — بری ہے بری ہی گراں ہو کہ سستی ۳ / ۱-۲۳

دکھائی بلندی ہوئی اسنے پستی — گھٹے حوصلے بڑھ گئی تنگدستی

کالینتھ کنفرنس ہی اور برج کا ہے دہام — میں کیوں گناہگار ہوں ناپاک لیکے نام ۳ / ۹-۳۷

ہاں اسب گناہ بانٹ کے کر دینگے اذن عام — تو کہہ سکوں شراب بھی ظالم ہکرام

قطرہ نے اس کے سینے میں برپا پر دو دیا — بوڑھوں کو ڈھا دیا ہے جوانوں کو کھو دیا

بے تکلفی | ذیل کے اشعار سے ٹپکتی ہے۔

او ساقی بدست یہ کیسا ہے تغافل — ہم بھی ہیں تری بزم میں تھوڑی سی ادھر بھی ۲ / ۸-۷۲

صاحب ادھر سے کب ہے روضانہ عدو — کہلاتے کیوں ہیں آپ ہیں پر کرم سہی ۲ / ۱۳-۷۴

ساقیا طرزِ تکلف دور گستاخی معاف — ایک سے ہوتا ہے کیا دو چار دے ساغر مجھے ۲ / ۱-۱۱۰

ہم ہیں فقیر ہم کو تکلف سے کیا غرض — دو ہاتھ جب ملا لئے اک جام ہو گیا ۲ / ۳-۱۱۱

پیتے بھی اوک سے شعلہ نہ ترسے تکلف کو — کہاں سے لاؤں یہاں ساغر و سبو تو نہیں ۲ / ۱۹-۹۰

استغنا | دعا کے مانگنے کو ہاتھ کب اٹھا ہے ہمت کا — بلا سے! اگر کھلے سو بار دروازہ اجابت کا ۲ / ۱۱-۱۰ و ۱۱

عجب کچھ ناتوانی نے کیا یاروں سے مستغنی — نہ پروا نے کفن مجھکو نہ میں محتاج تربت کا

مل جائے بیٹھ رہنے کو تھوڑی جگہ کہیں — کعبہ اگر نہیں ہے تو بیت الصنم سہی ۲ / ۶-۷۴

دیگر اوصاف طبیعت میں نہ ریاکاری تھی اور نہ کینہ۔ غصہ آتا تھا اس کا اظہار کرتے تھے اور بس۔ ظاہر پرستی کے لئے صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ

"ظاہر پرستی طرز محبت سے دور ہے" ؁ ایک اور شعر ملاحظہ ہو

تمام عیب ہیں دنیا کے مجھ میں لے شعلہ   نفاق و بغض و حسد تو نہیں طبیعت میں ؁

مذہب مذہب کے معنی ہیں رائے یا طریقہ۔ اصطلاحاً اس طریقہ کو کہتے ہیں جو کوئی فرد اپنی ذات یا کل یا معبود کے وصال کے لئے اختیار کرتا ہے اس کی بنیاد اعتقاد پر ہے اور اعتقاد کہتے ہیں اس رائے کو جو انسان کے افعال پر اس طریقہ سے حاوی ہو کہ افعال اس سے بموجب اس کے (اعتقاد کے) صادر ہوں گویا کہ وہ اعتقاد اس انسان کا خاصہ طبعی ہو جاوے۔ جب تک یہ بات نہ ہو اس وقت تک اعتقاد کا درجہ اس رائے کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ محض تسلیم عقلی رہتی ہے۔ یہ اعتقاد کبھی دلائل عقلی کبھی خواہش زبردست کبھی تحریکات قلب کبھی عمل نیک کبھی تجربہ سے اور کبھی انھیں سے چند جزویات کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ سب چیزیں یکساں اور ایک ساتھ ہی ترقی کریں مگر نتیجہ سب کا ایک ہے زیادہ تر اس اعتقاد میں احساسات قلبی کو دخل ہے شعلہ صاحب ہندو تھے نہ صرف محدود معنی میں بلکہ اس جامعیت کے ساتھ کہ جہاں پر نہ صرف نوع انسان یا فرد انسان سے مغائرت مٹ جاتی ہے بلکہ ذات باری سے بھی۔ کیا خوب فرماتے ہیں "بیگانگی ہے دور جو نقش دوئی مٹائے + بھگت اس میں گر سمائے تو وہ بھگت میں سمائے" ؁ گو یہ تحقیق ہے کہ انھوں نے بجز رامائن سننے کے ور ایک مرتبہ ایک فارسی بھاگوت مصنفہ منشی امانت رائے کے ایک جزو پڑھنے کے مذہبی کتاب کوئی نہیں پڑھی مگر اس قدر باخبر تھے کہ ان کے اعتقاد کے سرچشمہ سے جو خیالات ابل کر کاغذی سطح پر آئے ہیں ان میں کثرت معلوم ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اہل ہنود کا فلاسفر ہونا خاصہ قومی ہے کہ ممکن ہے کہ شعلہ صاحب بھی ایسے ہی فلاسفر ہوں

مگر حسب گذارش صدر احساسات قلبی کا غلبہ جو اُن کے کلام میں ہے مجبوراً کہلوا لیتا ہے کہ یہ حالت محض خیالات کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ کشف کا۔ بذریعہ اُن احساسات کے انھوں نے اُن خیالات کو اپنا ضرور کر لیا جیسا کہ شاعر لوگ اکثر دوسرے شعرا کے مضامین کو لیکر ایسا باندھتے ہیں کہ وہ مضمون انھیں کا ہو جاتا ہے۔ شغل صاحب فلسفی کی عمیق مسائل کو اختصار کے ساتھ اپنی شاعرانہ لطافت کی رنگین چاشنی ہیں ڈبوکر روانی کلام کے ساتھ کان اور گلے کے ذریعہ پڑھنے والے یا سننے والے کی طبیعت میں ایسا اُتار دیتے ہیں کہ اُس کی مزید اری ہمیشہ کے لئے سنسنی خیز ہو جاتی ہے مثلاً مسئلہ احدیت۔ وحدت۔ اوتار۔ گوپی کرشن۔ سیتا رام۔ رضا و تسلیم۔ صورت جمالی۔ پریم۔ پیدائش عالم۔ قیام عالم و فناء عالم کو کس خوبی سے بیان فرماتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہاں پر کوئی باقاعدہ کتاب فلاسفی کی نہ لکھنا منظور ہے نہ یہ موقعہ ہے بلکہ سوانح عمری کی غرض سے اُن کے کلام کی طرف اشارہ کرنا منظور ہے اس لئے (حسب عادت شغل صاحب مرحوم کے) ناظرین بھی اپنے جذبات قلبی سے کام لیویں نہ کہ دلیل لاطائل سے بعض بعض باتیں جو اسی مضمون سے متعلق ہیں وہ مضمون حسن و عشق اور فلاسفی اور شعر اور شاعری کے عنوان میں مذکور ہیں۔ ناظرین اُن سے لطف اٹھا دیں۔

مسئلہ احدیت۔ اجتماع ضدین عقلاً ناروا ہے لیکن اس ہی اجتماع کو تو احدیت کہتے ہیں اور جس ذات میں یہ صفت ہو اُس کو احد یا (Singular) یعنی عجیب و غریب۔ خدائے برتر یا معبود حقیقی بھی سرچشمہ ہر چیز کا خواہ بری ہو یا بھلی خواہ کسی رنگ کی ہو لہذا اُس کی ذات جامع الصفات کو احد کہتے ہیں اور اس میں شک کرنا یا خدا کو ایک قسم کے افعال (مثلاً خیر کا) مصدر جاننا اور دوسرے قسم (مثلاً شر) کا نہ جاننا شرک ہے اور کفر۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسی ذات انسان کے حدود دماغ کے احاطہ میں نہیں آسکتی نہ اُس کی عقل اُس پر محیط ہو سکتی ہے۔ جناب شغل مرحوم بھی اس احدیت کو واقف

تھے اور اُس کو ظاہر کرتے ہیں ملاحظہ ہوں اشعار ۱/۳۷۔الغایۃ ۹

تو ہی ہے جلوہ فرمائے دو عالم　　تو ہی ہے خود تماشائے دو عالم

تو ہی لوحِ طلسم جان تن ہے　　تو ہی بخشندہ روح و بدن ہے

تو ہی وحشت فزائے عشق رسوا　　تو ہی نقش و نگار حسن زیبا

تو ہی ہے موجدِ ایجاد کونین　　تو ہی ہے بانیٔ بنیاد کونین

تو ہی ہے عشق ازلی حسن جاوید　　تو ہی ہے خلوت دل بزم توحید

تو ہی ہے رونق گرمی بازار　　تو ہی خود جنس تو ہی خود خریدار

تو ہی ہے نغمۂ بلبل چمن میں　　تو ہی غنچہ تو ہی ہے گل چمن میں

تو ہی پروانہ تو ہی شمع محفل　　تو ہی گلبن تو ہی شورِ عنادل

تو ہی لچھمن تو ہی سیتا تو ہی رام　　تو ہی گوپی تو ہی رادھا تو ہی شیام

یقیں ہیں وہم ہوں عین الیقیں ہوں　　نہیں ہیں ہاں ہوں اور ہاں نہیں نہیں ہوں ۱/۲۰

ایک ہی رنگ پہ ہے تو وحدت و کثرت تجھسے　　ایک ہی بزم میں ہے خلوت و جلوت تجھسے

دشت میں ذرہ ہے اور ذرہ میں صحرا تو ہے　　موج میں بحر ہے اور قطرہ میں دریا تو ہے ۱/۶۳۔۱۳۰ و ۱۵

اور بھی ملاحظہ ہوں ۱/۸۸۔۱۶۲ و ۱۶۹ احدیت سے ملا ہوا مسئلہ وحدت کا ہے وحسب داغ کا گذر مسئلہ اول الذکر تک ہوا ظاہر ہے کہ اُس کو آخر الذکر پر بھی عبور ہوا۔ نمونتہً جو اشعار کہ اوپر مندرج ہوئے اُن سے وحدت بھی صاف نظر آتی ہے مگر اس سے زیادہ صاف بھی فرماتے ہیں ذیل سے۔

نور ہی نور تھا یہ جلوہ فزائی کب تھی　　حسن ہی حسن تھا یہ ہوش ربائی کب تھی

آپ ہی آپ تھا یہ وصل و جدائی کب تھی　　ذات ہی ذات تھی یہ قید دوئی کب تھی

حسن پر ہم بھی تھا حسن کے دیوانے تھو　　شمع خلوت میں تھی ہم بزم میں پروانے تھے ۱/۹۰۔الغایۃ

اب اوتار کا معاملہ ذرا خیال فرمائے اوتار کہتے ہیں ظہور قدرت خدا وندی کو کسی غیر معمولی بر

جزو کا بحالت جسمانی۔ اور اُس کے غرض ہوتی ہے رفع شر و تبلیغ اصول صحیحہ۔ غیر جسم والی
ذات احد غرض ان اغراض کو مختلف ذرائع سے پورا کراتی ہے۔ کبھی بذریعہ ریفارمران
کبھی بذریعہ علماء۔ کبھی بذریعہ پیغمبران۔ کبھی بذریعہ اوتار۔ جس سے کام لینا ہوتا ہے اُس
کی تجویز اُس کی مصلحت پر منحصر ہوتی ہے۔ چنانچہ اہل ہنود کے یہاں اُس خداوند کا بغرض
حصول مدعا مختلف اوقات میں مختلف ہستیوں سے ظہور ہوا ہے جس کو کلا کہتے ہیں۔ اہل ہنود
اُس نراکار (غیر جسم والے) کے جسم قبول کر لینے کو ساکار ہونا یا اوتار لینا کہتے ہیں۔ حضرت
شعلہ ان دقیق مضامین کو اپنے عاشقانہ رنگ میں ڈبو کر پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ ایک گوپی
کرشن سے کہتی ہے "او نراکار کہاں تجھ میں محبت کا نشاں" $\frac{1}{15-75}$ اور اُس کے ذات
کے لئے کہتی ہے "عیاں ہے ذات اے ہرجائی تیری + نہیں معلوم تو سب ٹھکرائی تیری"
$\frac{1}{18-87}$ اور جن خطابات سے کہ کرشن کو گوپیوں نے صفحہ $\frac{1}{22-\text{اشعار } 99،99}$ میں مخاطب
کیا ہے ان کو اور اُس کے بعد صفحہ ۶۷ حصہ اول اشعار ۴۵ کو پڑھنے سے صاف ظاہر
ہے کہ حضرت شعلہ نے گوپیوں کی زبان سے اپنے کرشن کو خدا ہی مان کر بات چیت کرائی
ہے۔ وجہ اوتاروں کی بھی آپ فرماتے ہیں۔ "تھا اگر ایک حقیقت کی نظر سے مطلب" $\frac{1}{74-42}$
لگ گئی قفل حقیقت کو محبت کی کلید کھینچ لائی مجھے عشاق کی یاں حسرتِ دید $\frac{1}{14-75}$
اور بہت صاف تو یوں فرماتے ہیں کہ "اوتار کی غرض ہے کہ بھومی کا اترے بھار" $\frac{1}{12-115}$
اور اُس کی تصدیق بعد واقعہ لنکا کے یوں کرتے ہیں "ہلنے لگی ہے جنبشِ برگِ گیاہ سے
کتنی زمیں سبک ہوئی بارِ گناہ سے" اوتار کی شان میں تحقیر کرنا ان کے ادب
کے خلاف تھا لہذا اُس کو صاف نہ کہا کہیں کہیں [illegible] کرشن جیسے [illegible] یکتا" کا
لفظ استعمال کیا ہے اور اشارۃً ان کا ہونا برہمہ ہونا ظاہر کیا ہے۔ ذات پاک کے جسم
قبول کرنے کو دیکھئے کس لطافت سے شاعرانہ طریقہ پر بیان فرماتے ہیں (۱) $\frac{1}{14-25}$ مذکورہ بالا
(۲) .... حسنِ ازل کو جسم کی جانب ہے التفات $\frac{1}{392-106}$

معلوم ہوتی ہے۔ فی الحقیقت شعلہ صاحب کی کوئی سوانح عمری بلا اس کے مکمل نہیں ہوسکتی کہ اُن کی تصانیف کے خاص خاص افراد کا ذکر کیا جاوے۔ اس میں کرشن گوپی رادھا سیتا لچھمن رام اور نکھاد یا کیبوٹ چند اور اشعار اسی قبیل کے یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ ان سے معلوم ہو کہ ہر ایک بارے میں اُن کا کیا خیال تھا۔

لچھمن۔ نمونہ ہے محبت برادرانہ کا ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵ حصہ اول اشعار ۱۔ ۸ جتنی طاقت اور ہمت مردانہ چاہئے وہ انکے کلام مندرجہ حصہ اول صفحہ ۱۱۶ اشعار ۴ لغایتہ ۸ سے ظاہر ہے بالخصوص ۷ و ۸ سے جس کی وجہ شاعر کی نشست الفاظ ہے اور اس کا ذکر آیندہ آویگا۔ اُن کی تعظیم بزرگانہ اسی صفحہ کے شعر ۹ سے ظاہر ہے "ہاں" کا لفظ اور اسکی نشست قابل لحاظ ہے۔

سیتا۔ وحدانیت میں سیتا رام یا خدا و خدا کی قدرت ایک ہی چیزیں ہیں اور ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہونے والی۔ اسی جوش وحدانیت میں ایک موقعہ پر کہدیا ہے "توہی لچھمن توہی سیتا توہی رام + توہی گوپی توہی رادھا توہی شیام" مگر مسدس رامائن میں اُن کی بابت صاف کہا ہے۔ اشعار ۸۔۱۰ صفحہ ۱۱۴ حصہ اول

"وہ آنندیت ہیں آپ سے سکھ سے بھری ہوئیں | بیم و رجا سے لے مرے سوامی بری ہوئیں
ظاہر میں گو کہ کالبد عنصری ہوں میں | سنسار کے دکھوں سے بھلا کب ڈری ہوئیں

چھو سکتا کون ہے مجھے چھایا ہوں برہم کی
ہیں آپ برہم۔ اور میں۔ مایا ہوں برہم کی

ایسی سیتا سے کیا تعجب ہے کہ انھوں نے وہ تقریر کی جو صفحات ۱۱۵ لغایتہ ۱۱۶ میں ہے۔ کہاں ہیں انگریزی تعلیم کے دلدادہ ذرا اسی ہی تقریر کو انگریزی خاتونوں کی حالت سے مقابلہ کرکے طبقہ نسائی کی نصب العین کو ملاحظہ کریں اگر شکار کے لئے تحریک کرنا اور بعد کو مصیبت میں پڑکر افسوس کرنا خاصہ نسائی ہے جس سے برہم کی مایا بھی نہ بچ سکی۔ رام اور کرشن در اصل ایک ہیں جیسا کہ مسدس مشمولہ بزم سندرا بن سے ظاہر ہے مگر یہاں پر

رام کا اوتار اور غرض سے تھا اور کرشن کا اور ست۔ رام کو مرجاد اپرشوتم کہتے ہیں اور اُن کی مثالیں اس مختصر مسدس میں کم ہیں صرف وہ برتاؤ ہے جو انھوں نے سیتا، لچھمن شتروگھن، بھرت، کوشلیا و سُمترا سے کیا۔ ناظرین خود ملاحظہ فرمائیں مگر اس چھوٹے سے مسدس میں جو دلکشی کھوٹ بانکپن کی ذات میں ہے وہ کسی میں نہیں۔ اُن کی محبت وبفائی مگر با ادب اور دلبرانہ گفتگو اور بیگانگی کا بے پروائی مانگنا ایسا بے نظیر ہے کہ منہ سے کبھی واہ نکلتی ہے اور کبھی مزہ کو دل سے زبان تک نہیں آنے دیتے۔ اس کا ذکر آیندہ مفصل آویگا بسلسلہ (زبان)

<u>گوپی کرشن</u> - گوپی کون ہیں اس کا جواب وہ خود ہی دیتے ہیں جو آیندہ مندرج ہے تمثیلاً اُن کو شعاعات آفتاب حسن وعشق کہہ سکتے ہیں۔ ایسی حالت میں اُن کا جدا ہونا کیسے ممکن تھا بلکہ یہ تو اُن کے لئے محض قدرتی امر تھا کہ اپنی اصل کی طرف رجوع ہوں اور ازل سے ابد تک ساتھ رہیں۔ کیونکہ کرشن اُن کا مرجع ومنبع ہے۔ ان کی حالت محویت اُن کے شکوہ شکایات ان کی بیخودی ان کی دعوی ہمسری وغیرہ وغیرہ خود دلکش ہیں سراپا جو انھوں نے بیان کیا ہے دیکھئے وہ بھی کیا چیز ہے۔ زبان ان کی بیباک۔ بے تکلف محبت آمیز و محبت خیز ہے۔ یاد رہے کہ سراپا میں تشبیہات بھی لطیف پاک چیزوں سے ہیں نہ کہ کثیف مادی اشیاء سے۔

"حُسن پردے میں تھا جس حسن کے دیوانے تھے"	۱/۳۰۶۶	تعلقات ازلی اور گوپیوں کی حقیقت کے مظہر ہیں۔
"آئینہ خاک میں تھا جسکے ہیں حیران تیرے"	۱/۱۰۷۵	
"ایک تھے وصل و جدائی کو سمجھتے کب سے تھے"	۱/۳۰۷۵	
"ہم ہی ہمراز تھیں سربستہ کوئی راز نہ تھا"	۱/۶۰۷۶	

<u>کرشن</u> - جو کچھ کہ آپ کی ہمراز گوپیوں نے آپ کو بتایا وہ کسی قدر تو اوپر بیان ہو چکا ہے آپ خود بھی اُس کی تصدیق کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

"قریب دور دونوں میں ہوں مستور قریں سے ہوں قریں اور دور سے دور ۲

عیاں ہوں اپنے حسن برمحل سے ... ابد کے بعد اور پہلے ازل سے
زمین و آسماں ہیں پردۂ راز ... دو عالم ہیں مری بازیگہ ناز" } ۴۹-۱۷ $\frac{1}{\text{الغایتہ ۱۹}}$

حسن مجسم ہونا بھی آپ کا اس سراپا سے ظاہر ہے جو مسدس پنج مشمولہ بزم تبدرا بن میں لکھا گیا ہے۔ آپ خود ہی جابجا فرماتے ہیں اور اپنی صورت جمالی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جیسا کہ اوپر ظاہر کیا گیا ہے "عیاں ہوں اپنے حسن برمحل سے" اپنی حقیقت صفحہ ۹ ہم حصہ اول سے صفحہ ۵۰ تک بیان فرماتے ہیں اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۷۲ پر اشعار ۳ سے ۱۵ تک اور ایزاد فرماتے ہیں۔ ان ہی اصول کو جو گیتا میں مذکور ہیں اور جو فلسفہ ہدایت کے معراج کی ہیں اُن کا نمونہ عمل پیش کرتے ہیں سہ

"غرض ہجراں سے نے وصل بتاں سے ٭ جہاں سے کام نے اہل جہاں سے"
لیکن پھر بھی "بظاہر گرچہ آزاد قفس ہوں ٭ جو میرے بس ہے میں بھی اس کے بس ہوں"
اس کا فرما دینا گویا سنگ بنیاد ہی طریقت عشق کا رکھ دینا ہے یا اس کا Magna Charta عطا فرمانا۔ گوپی ان کے یوگیشور ہونے کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں
"نگہ تھی ابروؤں پر کیا خبر تھی ٭ اُسے منظور یوں قطع نظر تھی" $\frac{1}{۲-۴۴}$ یہی اصول یوگ کا گیتا میں مذکور ہے۔ اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ نگہ عالم بالا یا برہمانڈ کی طرف رکھنا سب سے قطع نظر تعلقات پائیں یا عالم کثیف کا۔ اور یہ بھی لحاظ رہے کہ راس لیلا کا رچنا خود مظہر ہے کشف و کرامات کا۔ ہر ایک گوپی کی خواہش وصل کا سرانجام نہ بذریعہ جسمانی ہے بلکہ بذریعہ کراماتی کیونکہ فرماتے ہیں "مری وحدت نے بہرنگ محض یا جدا دیکھی ہر ایک کی خواہش دل کیا وحدت کو کثرت کا اشارہ ٭ بنا تو ایک سے بھر نظارہ" ... یہ واقعی یوگ کی ایک [illegible] زبردست نشانی ہے۔ کرشن مہاراج کے تعلیق طریقت عشق کی [illegible] ہے۔ وزن کا ذکر آئندہ بسلسلہ عنوان حسن و عشق آویگا مگر جو نصائح گوپیوں [illegible] سے متعلق ہیں وہ بھی اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ کرشن مہاراج کی پاکیزگی [illegible] کم فہم طبقوں میں [illegible] بحث ہے

لیکن باخبر جانتے ہیں کہ اس میں حقیقت حال کیا ہے اور اُن کے اعتراضات واقعہ سے کس قدر
دور ہیں۔ نہ یہ خیال میں آتا ہے کہ ذاتِ بحت کی مجسم تصویر کبھی آکر اس طرح سے (جیسا کہ معترضین
کہتے ہیں) اس قدر ملوث ہو جاوے۔ راس لیلا جس کو اس قدر مضحکہ خیز کر کہا ہے اُس
کا بیان صفحہ ۹۹ اشعار الغایتہ ۱۵ میں ملاحظہ ہو کس قدر بقول شعلہ مرحوم کے حقیقت نما ہے
ایک نام اور بھی آیا ہے رادھا کا۔ وہی برساتہ والی۔ مگر اُس کا حال بہت ہی کم لکھا گیا ہے
اور آتا یا سہواً یا اُس کا موقعہ نہ تھا۔ ہماری رائے میں اُس کی حال کی تحریر کا عین موقعہ تھا
تو پھر کیا موقعہ مناسب معلوم نہوا۔ یہ بھی بعید از قیاس ہے۔ جو شخص اس قدر معنی خیز کتاب
لکھے اور اُس کو یہ موقعہ مناسب نہ معلوم ہوا ہو حالانکہ دیگر کتابیں اس مضمون کی اس موقعہ
پر رادھا کے حال سے پُر ہیں۔ سہواً بھی اسی وجہ سے معلوم نہیں ہوتا اور ہم مجبور ہیں کہ اس
فروگذاشت کو ارادہ پر محمول کریں ارادہ بپاس ادب۔ جس طرح سے کہ کہکشاں کے رنگوں میں
سے اگر ایک رنگ کو نکال لیا جائے تو اُس کی عدم موجودگی فوراً ظاہر کرتی ہے کہ فلاں رنگ
یہاں سے غائب ہے۔ ایسے ہی رادھا کا مفصل حال نہ آنا اپنی کہانی آپ کہہ رہا ہے۔ گویا
واقعی شعاعات آفتاب ہیں اور رادھا کا نور آفتاب جس کی طرف دیکھنے میں چکا چوند پیدا ہوتی
ہے۔ آفتاب گو من حیث نور ہے مگر نور کے ساتھ سایہ بھی چھپا ہوا ہے اس لئے ممکن ہے کہ اُس
کی طرف دیکھ لیا جاوے مگر رادھا جو نور ہی نور ہے اُس کا دیکھنا محال ہے۔ بعض لوگ اُس
کو پرکرتی کا روپ مانتے ہیں تو بھی پرش اور پرکرتی دونوں امر ذہنی ہیں۔ اسی بیان میں
بار بار اشارۃً و صراحۃً ذکر آیا ہے کہ شعلہ صاحب طریقۂ عشق کے سالک ہیں گو وہ سب سے
زیادہ اوق فلاسفی و ویدانت اور اُس کے ادق [illegible] ملاحظہ [illegible] انکا بھی
عشق کا سبب ہیں نے اُن کو [illegible] چشم مر دیکھا [illegible] ان کے [illegible] تھے
کیا جائے اُس کے سوا اور [illegible] ۱۱۵ [illegible] عاشق
معشوق کا ہے۔ کون جانے! اُن کے نام کی [illegible] بار بار کرتے ہیں (ملاحظہ ہو

صفحات ۱۷ و ۱۸ حصہ اول) اور فرماتے ہیں "نجات و موکش ہے یا وگرامی۔ ہے وصل اصل ذکر نام نامی" ۱/۸۵-۴ اور پھر فرماتے ہیں "زباں جب تک دہن میں نہ بیکار + پکارا ہی کروں سرکار سرکار" ۱/۴۱-۱۴۳ و ۱۶

ظاہر ہے کہ جب سر کرشن چند سے اس قدر محبت ہو تو پیچ ہے کیوں نہ ہو پس برج کی عظمت کا بیان نتیجہ صریح ہے اُن کے کرشن بھگتی کا اور اس سے زیادہ یہاں کہنا فضول۔ جو کچھ برج کی عظمت کی ہے وہ حصہ اول صفحات الغایۃ ۳ میں مذکور ہے۔

شاعری

سخن سنجی یا سخن پردازی منجملہ سات فنون لطیفہ کے ہے کہ جس کے مشابہ موسیقی نقاشی وغیرہ ہے اور Aesthetics کا حصہ ہے اُس کا تعلق تمام و کمال خوبصورتی سے ہے۔ شعر دراصل پیکر آذینی ہے اور پیکر بھی خیالی۔ خیال کی نزاکت اس کی جان ہے اور الفاظ اس کی پوشاک دیگر صنائع بدائع زیور۔ نشست الفاظ پوشاک اور زیور کا مناسب موقعہ استعمال۔ انہی چیزوں کو اصطلاحاً تخیل (الف) تصور (ب) اور نشست الفاظ کہتے ہیں۔ نظم یا پابندی عروض اس کا جزو ہے یا نہیں۔ یہ سوال اہم ہے۔ بعض لوگوں نے چونکہ شعر کو موسیقی کا جزو قرار دیکر اس کی تعریف کی ہے اس لئے وہ عروض کی پابندی کو لازمی جزو قرار دیتے ہیں۔ مگر عروض کی پابندی سے نظم پیدا ہوسکتی ہے شعر نہیں اس کا موضوع تو نازک خیال کی تصویر کھینچکر موقع محل کے زیورات سے آراستہ کرکے پیش کرنا ہے عام اس سے کہ عروض کی پابندی ہو یا نہ ہو لہذا شعر عروض کی قید سے آزاد ہے اور اسی وجہ سے زمانہ حال میں ایک نئی قسم کی تحریر ایجاد ہوئی ہے جس کو Poetico-prose کہتے ہیں یہ دراصل ایک قسم کی نثر ہے جس کو عوام اس وقت تک شاعری نہیں مانتے گو ضروریات شاعری سب اس میں موجود ہیں۔ ملا ظہوری کے سہ نثر بھی اسی قسم کی ایک کتاب

(الف) Imagination
(ب) Fancy

ہے۔ شعر اور نظم کا فرق اوپر بیان ہو چکا مگر شعر در اصل نثر سے بھی علیحدہ شے ہے۔ خیال کی لطافت اور کثافت سے نثر اور نظم میں فرق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شعر نثر کا ضد نہیں ہے کیونکہ اس کو واقعات سے کوئی غرض نہیں برخلاف اس کے Science کا تعلق واقعات سے ہی ہے اس لئے شعر اگر ضد ہے تو Science کا نہ کہ نثر کا۔ ردیف قافیہ کا حال سنئے وہ بھی ایسا غیر ضروری ہے۔ انگریزی، عربی، سنسکرت وغیرہ میں ان کی موجودگی لازمی نہیں ہے اور Blank verse بھی بکثرت لکھی گئی ہیں۔ بھاشا میں بھی اکثر نظموں میں قافیہ نہیں ہوتا یا ہوتا ہے تو کبھی کسی طرح اور کبھی کسی طرح۔ بہر صورت کسی وہات پر اگر رواج عام کی مہر لگنے لگے تو گو اس وہات کے اچھے ہونے میں شبہ نہ ہو تو بھی سکہ نہیں ہو سکتا اس لئے ہم اردو شاعری کو ابھی اس سے آزاد نہیں کہہ سکتے گو وسیع النظری پابندان قیود کی نہیں ہے۔ شاعری کی غرض بھی دو ہو سکتی ہیں۔ اول تو تفنن طبع دوم تحریک جذبات و احساسات۔ سب سے بڑا جزو شاعری کا یہ ہے کہ شاعر کسی چیز کو خیال کرے یا محسوس کرے اور پھر اس کو لطافت کے ساتھ ایسا بیان کرے کہ دل کو پکڑ لے اگر ممکن ہو تو وہی جذبات جو شاعر پر موثر ہوئے تھے انہی کی تحریک سامعین یا ناظرین میں ہو جاوے۔ اسی پر شاعر کی کامیابی و ناکامیابی منحصر ہیں۔ ایک پرانی بحث شاعری میں آمد اور آورد کی ہے۔ یہ غلط ہے کہ شاعری نیچرل ہوتی ہے بلا مدد آورد کے شاعری ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر شاعری نیچرل آمد ہے تو اس کا ویسا ہی حال ہوگا جیسا کہ ایک شعر کا جو زبان زد عام ہے "دنداں تو جملہ در دہانند۔ چشمان تو زیر ابروانند" مگر فرمائیے کہ یہ کوئی شعر ہے۔ ہاں میری سمجھ میں تو دو معنی میں نیچرل شاعری ہو سکتی ہے اول تو وہ شاعری جس میں قدرتی منظر زیادہ بیان کئے جاویں یا وہ شاعری کہ جس میں شاعر نے احساس بہت کیا ہے اور وہ جب دل سے اشعار نکالتا ہے تو دلوں کو تسخیر کر لیتا ہے۔

اوپر کی نظروں سے شاعر کے وہبی اور اکتسابی ہونے کا مسئلہ چھڑتا ہے۔ بہت سے

لوگوں کا مذہب ہے کہ شاعر صرف وہبی ہوتے ہیں مگر کیا ان لوگوں کو میدان میں برابر آنے کے لئے مطالعہ کتب ضروری نہیں ہے ۔ یا اگر یہ مان لیں کہ اکتسابی ہی ہوتے ہیں تو کیا بلا مذاق سلیم کے سب عالم شاعر ہو جاتے ہیں ۔ دونوں باتیں غلط ہیں ۔ اصل یہ ہے کہ شاعر کا مذاق یا طبیعت فطرت کا عطیہ ہے اور اس کی درستی ۔ تہذیب وغیرہ مطالعہ کتب کا نتیجہ یہی سمجھ لیجئے کہ چمن اور جنگل کا جو معاملہ ہے وہی پڑھے اور بلا پڑھے شاعر کا ہو جاوے ۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ جس کی طبع سلیم ہے اس کو چنداں ضرورت مطالعہ کتب کی نہیں ہے ۔ پس وہبی اور اکتسابی میں صرف درجہ کا تفاوت ہے ۔

شاعر کو چونکہ بلحاظ موقعہ و محل کے کام کرنا پڑتا ہے اس لئے اکثر اس کو مثل نقاش کے Background تیار کرنا پڑتا ہے ۔ اور ہر چیز کو مناسب تناسب کے ساتھ دکھانا پڑتا ہے تاکہ پیکر اپنا اثر پیدا کر سکے اور کبھی اس میں اشارہ سے کام لیتا ہے اور ناظرین یا سامعین کی قوت association of meaning کو تحریک کرتا ہے ۔ یہ کام شاعر اور مصور کا بالکل ایک سا ہے ۔ شاعر کے لئے وسیع النظری و قوت احساس کا زبردست ہونا بھی مت ضروری ہے ۔

وسیع النظری   اس لئے کہ مشاہدات عالم کی تصویریں خوب کھینچ سکے نہ صرف مشاہدات اس عالم بلکہ دوسرے عالم کی بھی وہاں سے متاثر ہو کر مذاق و اخلاق کی درستی و انجام فرائض کی تحریک کرے ۔ موقعہ موقعہ پر رقت اور غیض و غضب کی تحریک کرے فی الجملہ شاعری کی غرض تحریک جذبات ہے اور شاعر کا علاوہ نازک خیال ہونے کے مصور و فلاسفر و منطقی ہونا بھی ضروری ہے ۔

حضرت شعلہ مرحوم کے کلام سے اب وہ انتخابات کئے جاتے ہیں جو اوپر کی تحریر کی نمونہ ہیں

نازک خیالی ۔ دریا سے لہر کا اٹھنا ہر شخص دیکھتا ہے مگر شاعر کے ذہن میں اس کا اثر ہوتا ہے اسے وہ پری معلوم ہوتی ہے ۔ اب یہ خیال نازک ہے اسے دیکھئے شاعر کس طریقہ پر محسوس کرتا ہے اور کیا ساز و سامان اس کے لئے تیار کرتا ہے ۔

(c) Poet, a puppet (e) suggestion
(d) Poet a painter
(a)

"ایسا پریونگی طرح بھرتے ہوئیں یا بر — ساڑھیاں آپے واں کی تھیں بندی تانگر
گاتیاں واں دریا کیسی سینوں پہ — بہ حباب سر دریا بھا بنا محرم زر" ۱ / ۹۹ - ۴۴۹

تین شخصوں کا ساتھ چلنا بھی ہر روز کا مشاہدہ ہے مگر شاعر کی طبیعت معمولی انسان سے جداگانہ ہوتی ہے وہ دیکھئے کیسے متاثر ہوتا ہے اور اس کو کس طریقہ سے ادا کرتا ہو۔

"شوبھا سیان بیچ میں یوں جانکی بنی — جیسے ہو راندی تلک میں شہری بنی
یا ہو بہم ملی مہ و خورشید کی ضیا — یا بیچ عکس و حسن کے آئینہ صفا
یا رنگ و گل میں جیسی ہو بوئے جانفزا — یا دو لبوں میں جیسے تبسم ہو خوشنما
یوں پریہ جانکی تھیں مہ و خور کے بیچ میں — جیسے ہو پریم بھگتی اور اشو کے بیچ میں" ۱ / ۱۲۱-۱۰ الغایہ ۱۳

تصور "کدم کی چھاؤں جمنا کا تٹ ہو — ادھر ہولی ہو ماتھے پر مکٹ ہو
کھڑے ہوں آپ اک بانکی ادا سے — مکٹ جھوکوں میں ہو موج ہوا سے
خمیدہ ناز سے ہو قد بالا — مکٹ گھیرے ہوئے ہو سر کا ہالا
ستارے جیسے ہوں بیت پٹ سو — گتھی موتی کی لڑیاں ہوں مکٹ سے — ۱ / ۴۰-اشعار ۸-۱۸ و ۱
کسی نازک کمر ہو کاچھنی سے — بندھی نسبی ہو جامہ کی تنی سے — صفحہ ۴۱ اشعار ۱-۷

. . . .

. . . .

(شب ماہ) ۱ / ۴۲-۴۳
(آرتی) ۱ / ۴۰-۱۱-۱۳ و صفحہ ۷۹ اشعار ۱ و ۲
(پریشانی) ۱ / ۴۵-۱۳-۱۹
(تلاش) ۱ / ۶۰ شعر ۱۵ الغایہ صفحہ ۶۴
(یوگ) ۱ / ۸۵-۷ و ۶
(راس لیلا) ۱ / ۹۹

رفعت $\frac{۱}{۴۷۰-۳۸}$ $\frac{۲}{۱۳۸-۱۳۱}$ $\frac{۱}{۱۳و۱۲}$

شکار $\frac{۱}{۱۲۹-۱-۶}$

ج - اس کی مثالیں بکثرت ملیں گی، نشست الفاظ کے نمونے ایک دو یہاں لکھی جاتی ہیں۔

"ارشاد خاص ہوتے ہی دونوں ہوئے طلب ڈالے لپک کے چرن چھوئے بیٹھے بقصد ادب" $\frac{۱}{۱۳-۱۲۸}$

"پوچھا کہ کون؟ بولے تپشن کے بالکے   پوچھا پتا تو چپ تھے تبسم میں ٹال کے

پوچھا کہ عمر؟ بولے کہ دس بارہ سال کے   چیلے ہو کس کے بولے رشی باکمال کے

جنگل سے والمیک گرو ساتھ لائے ہیں

بن دیوی نام ماتا ہے ہم جسکے جائے ہیں $\frac{۱}{۱۰۹-۱۰ \text{ الغایۃ } ۱۰}$

اوپر کے بند میں علاوہ اس کے کہ ہر مصرعہ میں سوال و جواب دونوں ختم ہو جاتے ہیں زبان کس قدر مختصر ہے اور اس قدر بے تکلف کہ نثر بھی اس سے زیادہ کیا ہوگی۔

"بولا کوئی کتنا ہو دم میں کروں اسیر   تحت الثریٰ میں جائے تو لاؤں زمیں کو چیر $\frac{۱}{۱۱۶-۱۰ \text{ اشعار ۹ لغایۃ ۹}}$

ٹھنکور سے کماں کے دہلتے ہیں شور بیر   حکم خدا کی طرح سے گرتا ہے میرا تیر

امداد چاہئے نہ کوئی ساتھ چاہئے   ہاں - سر پہ حضرت آپکا اک ہاتھ چاہئے

بولے لکھن کہ کوئی نہیں آپکی سمان   شان خدا کے سامنے کیا آدمی کی شان

کافی ہیں راکشسوں کو سنتا اور میری بان   تنہا میں اکطرف رہوں ہو اکطرف جہان

ہر گوشہ کماں میں چھپی شش جہات ہیں   اک تیر میں بندھی ہوئی کل کائنات ہے"

ہر دو بند میں نشست الفاظ سے جو زور پیدا ہوگیا ہے وہ قابل ملاحظہ ہے۔

د. Intensity of feeling یعنی زیادتی احساس و جذبات۔ اسکی مثالیں صفہ $\frac{۱}{۲۲و۲۳}$ $\frac{۱}{۹}$ $\frac{۱}{۳۸}$ و $\frac{۲}{۱۳۸-۱۳۱}$ و $\frac{۲}{۱۲۹-۹}$ یہاں پر اشارتاً بتائی جاتی ہیں۔ شائقین اصل کتاب میں ملاحظہ فرمالیویں ورنہ مضمون ناحق طوالت پکڑیگا۔

(س) مڑ کے سبر کا تاتہ پوچھا تو سکا کے رہ گئیں۔

$\frac{۱}{۱۲۶-۷}$

رفتار نا وکی بھی روانی خیال کی۔

ملا ئے نطق زباں کو کہ تیغ ذکر کرے — زباں دہن کو ملی تیری گفتگو کے لئے

اوپر کے اشعار مضامین فلاسفہ سے پُر ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو مشاہدے سے گذر کر اپنے احساس اور تجربہ کے بعد طبیعت سے نکل سکتے ہیں بعض بصورت نصیحت ہیں اُن کا سمجھانا اور شاعرانہ خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کرنا موجب تحسین ہے یہی کام رشی شاعر یا Prophet کا ہے۔ دوئیت اور وحدت کا ذکر پہلے آ چکا ہے Sensationalism اور Nihilism کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ ممات و حیات کا مرقع خوب ہے اس میں ذریعہ تسکین اور بے خوفی خوب بتائی ہیں نصیحت قابل عمل ہیں۔ فلاسفر اور رشی کا کام بعض بعض اشعار میں ایک ہی جگہ کر دیا۔ شان ایزدی بھی خوب دکھائی ہے اور اقرار گناہ بھی خوب کیا ہے۔ اس کی مثالیں کتاب میں جا بجا موجود ہیں۔

حُسن و عشق

عشق ایک جذبہ ہے جو ہر دل میں مضمر رہتا ہے بعض طبائع میں کم بعض میں زیادہ مگر خالی ہونا ناممکن ہے اگر ہر دل ہے رسوائے محبت + ہر اک سر میں ہے سودائے محبت ($\frac{1}{9-94}$) اُس کا نتیجہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ عالم عشق بالکل نرالا ہے (یہ عالم دونوں عالم سے جدا ہے + محبت کا عجب نشوونما ہے $\frac{1}{11-97}$) اور اس کے قواعد بھی منضبط نہیں ہو سکتے کیونکہ Everything is fair in love & war محبت اور جنگ میں ہر چیز روا ہے (یہ سچ ہے کون ہے فرزانہ عشق + کہاں پابند ہے دیوانۂ عشق $\frac{1}{8-90}$) اس کا تو ''مذاق عشق اول درد جاں ہے + شکیب و صبر پہلا امتحاں ہے'' $\frac{1}{1-96}$ اس میں ''پئے عاشق ہے کچھ فرقت ضروری + کہ قدر وصل ہے ہجراں کی دوری''

پ ۱ / ۹۶-۱۱ معمولی محبت میں انسان کو ذوق درد نہیں ہوتا اور اس کی انتہائی خوشی وصل میں ہے۔ مگر عشق میں لذت درد خاص جزو ہے انتہا میں گو وصال بھی ہونا ممکن ہو یا ہو بھی جائے پھر بھی عاشق خود صورت معشوق اختیار کر لیتا ہے یا درد مجسم بنجاتا ہے اپنی ہستی سے غافل ہو جاتا ہے "بڑھ ہوں خود جوشش مستی سے آگے ؛ نکل جاؤں کہیں ہستی سے آگے"

پ ۱ / ۹۸-۳ اس کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے؟ کہیں سے نہیں بجز طبیعت کے کیونکہ یہ جذبہ ہر دل میں مضمر رہتا ہے۔ عشق کس سے ہوتا ہے یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کسی ذات واحد سے ہو مرد سے عورت سے امرد سے۔ یا کسی طبقہ سے مثلاً قوم سے ملک سے بنی نوع انسان سے یا کل کائنات سے۔ جاندار سے ہو خواہ بیجان سے مثلاً بت سے یا کسی وہمی چیز سے مثلاً خدا سے۔ معشوق میں کونسا وصف ہوتا ہے کہ جس کے باعث اس سے عشق ہوتا ہے اس کی بھی خبر کسی کو نہیں۔ پرانا مسئلہ ہے کہ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید۔ دراصل معشوق میں کوئی وصف نہیں ہوتا۔ خیال یا پسند کی بات ہے عاشق کی طبیعت میں جو خیال حسن کا ہوتا ہے وہ جہاں ملا وہیں دل اٹکا۔ کیا کیا کیفیتیں ہوتی ہیں ان کی بھی تفصیل نہیں ہوسکتی نہ اس کا بیان ہوسکتا ہے کہ کن کن مدارج سے گذرنا پڑتا ہے عشق مجازی اور عشق حقیقی کی تقسیم صریحاً غلط ہے۔ حضرت شعلہ نے کیا کیا کیفیات محسوس کیں ان کی نسبت کیا کیا خیالات اُن کے دل میں جاگزیں تھے۔ اُن کے مختصر نمونے ان کے کلام سے نقل کئے جاتے ہیں۔

عشق زندگی ہے — شعلہ بغیر عشق تو جینا محال ہے ؛ کس کام کا جگر ہے جو درد جگر نہ ہو

انتظار — وفا نہ ہو نہ سہی لطف انتظار تو ہے ؛ ابھی سے مرتے ہیں ہم وعدۂ [illegible] کیلئے

عشق میں آزادی ہوتی ہے — آزاد عشق کو نہیں پروائے دو جہاں ؛ کیوں کھائے جاتا ہے غم دنیا و دیں عبث
نہ جھگڑا مجھکو خنجر سے نہ دعوی تیر و آتش سے ؛ وہ بسمل ہوں کہ میرا خون ہے میری ہی گردن پر

رقابت و بدگمانی — تھا شمع و عدو کا گذر انجمن دوش ؛ شب بھر ہمارے سینہ میں گھٹتا دھواں رہا

عاشقوں کو کیا خیال کفر و ایمان چاہئے ÷ بت بنانے کے لئے خاک مسلماں چاہئے
بت پرستی جب تلک ہو تب تلک ہو زندگی ÷ صورت زنار گردن میں رگ جاں چاہئے

عشق بت حد ہے مجازی کے لئے ÷ اس سے بس اور خدا آ گئے سب
بتوں کے عشق میں آخر خدا نظر آیا ÷ یہاں حقیقی سے رتبہ بڑھا مجازی کا

عشق قوم
نام اپنا چاہتے ہیں جو بدنام ہیں وہی ÷ کام آئیں جو نہ قوم کے ناکام ہیں وہی
مریں قوم پر جو وہ مرتے نہیں ہیں

حضرت شعلہ مرحوم نے ابتدا کو جو عشق کا خیال کیا وہ کسی قدر تو اس مضمون کے شروع میں درج ہو چکا ہے اس کے بعد جو اشعار نقل کئے گئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی حالت میں جب تک ان کا خیال عشق کا معمولی شاعروں کی طرح رہا اس وقت تک انھوں نے مختلف کیفیات کا احساس کس طرح پر کیا مگر بعد جب انھوں نے ترقی کی تب اس کے لئے کیا فرمایا۔ کمال حسن و عشق کی جو تصویر کھینچی ہے وہ خود فرماتے کہ کس قدر مکمل ہے۔

"شفائی رنگ سے آئینہ ہو رنگ ÷ جھلکتا گور میں ہو شیام کا رنگ
تبسم ہو دم نظارہ باہم ÷ عیاں اک چھب میں ہو جوش دو عالم
جدا ہوں گو مراسم نام دونوں ÷ بنے ہوں ایک رادھا شیام دونوں
جو پیکر ہو عکس حسن زیبا ÷ کنہیا رادھا ہوں رادھا کنہیا

اشتیاق ملاقات کی جب انتہا ہوتی ہے اس وقت کیا کیفیت ہوتی ہے اور جب چند لوگوں کی وہی کیفیت ہو تو جو بے بسی طاری ہوتی ہے اس کی خاص قدر تو وہی جانتی ہے جو نیچے کے شعر میں مندرج ہے اس سے بڑھ کر کیا تصویر ہوگی۔

"نشۂ عشق سے مخمور کوئی ÷ کسی کی مستیوں پہ چور کوئی

حضرت شعلہ نے کچھ عشق کی فلاسفی بھی لکھی ہے۔

اس کی خیال یار کے سامنے کیا قدر ہوتی ہے

دل وپہلو کا رشتہ توڑ دیتیں — جو ہوتا دل ہی دل تو چھوڑ دیتیں — مگر

خیالِ حسنِ زیبا ہے اسی میں — بھری ساری تمنا ہے اسی میں

عشق کے طریقے تین بتاتے ہیں ذرا تیسرے طریقہ پر غور فرمایئے کہ یہ کیسی محبت ہو۔

" طریقے تین ہیں الفت کے ہرچند — نہیں تو ایک کا بھی شوخ پابند

طریقہ اولیں ہے عین الفت — برابر کی ہو دونوں میں محبت

طریقہ دوسرا ہے اے ستمگر — گریزاں ایک ہو اور ایک مضطر

طریقہ تیسرا ہے خاک کلفت — نہ دونوں کے باہم رنگ الفت

یہاں عاشق ومعشوق کے درمیان میں کوئی تعلق و واسطہ ہی نہیں پھر کیسی الفت ؟ ہماری سمجھ میں تو یہ درجہ انتہا کا ہے۔ جہاں متضاد چیزیں بھی ملجاتی ہیں، وصل وہجر بھی صرف پہلو ایک ہی چیز کی ہو جاتی ہیں امتیاز باقی نہیں رہتا بجز خیال یار کے اور کوئی چیز ہوتی ہی نہیں عشق میں جن اصول پر کاربند ہونا پڑتا ہے ان کا بھی ذکر فرماتے ہیں۔

۱ جہاں سے ہجرت ہے ارجمندی — پسندیدہ نہیں ہے خود پسندی

۲ تمہیں کیا ہو تمہارا مدعا کیا — رضائے یار ہے چون وچرا کیا

۳ یہی بہتر ہے بے تکرار ہو کر — رہو محو خیال یار ہو کر

۴ سراسر ہیچ ہے دنیا سمجھتے — نہیں جز تیرے کچھ تجھ سے تمنا

ہجر اور وصل خیالی چیزیں ہیں اصلی نہیں۔ ان دونوں میں رات دن کا تعلق ہے اور ایک کے بعد دوسرے کا ہونا لازمی ہے۔ دونوں کی کیفیت انہوں نے کتاب ہذا میں اچھی لکھی ہیں اور چونکہ اس کا قصہ مذہبی ہے اس لئے ان پہلوؤں کو بھی خوب نباہا ہے۔ پاس ادب کہیں نہیں گیا اس کی کیفیات کی طرف مختصراً اشارہ کیا جاتا ہے۔

مصری ہر سویرے ....

زبان

....

۔حضرت شعلہ مرحوم کی زبان موجودہ زمانہ کی ہے اس میں انگریزی الفاظ بھی مستعمل ہیں اور سنسکرت کے بھی خاص موقعوں پر۔ بعض جگہ ٹھیک برج بھاشا ہے جو شہر متھرا میں نہیں بلکہ بندرابن اور قرب وجوار کے برج منڈل میں بولی جاتی ہے۔ زبان معمولی طور سے فصیح ہے اور کہیں کہیں اس میں بلاغت کے بھی نشان ہیں۔ صنائع بدائع بھی صرف کئے ہیں مضمون بھی ان کی شاعری کا سریع الفہم ہے۔ اتنا اونچا نہیں اڑتے کہ جہاں مطلب خبط ہو جاوے اور جہاں کہیں کوشش کی ہے وہاں کامیابی نہیں ہوئی۔ اوائل کی شاعری میں مضمون زبان کا ساتھ نہیں دیتا۔ الفاظ کی زیادتی ہے اور مضمون کی کمی زمانہ وسط میں یعنی چترم بندرابن میں مضمون کی زیادتی ہے اور الفاظ کی کمی۔ یہی دلیل ان کی پختگی کلام کی ہے۔ رعایت لفظی کو بھی کام میں لائے اور دیوان میں افراط کے ساتھ اور بعض بعض موقعوں پر اس سے لطف پیدا کیا ہے مگر مضمون کی آمد کے ساتھ یہ صنعت کم ہوتی گئی۔ لطف محاورہ بھی خوب ہے مگر اب اردو اس قدر ترقی پر ہے کہ ہر جگہ بولی اور سمجھی جاتی ہے اور ہر جگہ اس کے عالم موجود ہیں۔ مگر کوئی جگہ اس کی ٹکسال نہیں ہے کہ جہاں کی سند ہو۔ دہلی اور لکھنؤ کی سند اب نہیں مانی جاتی۔ پہلے شیخ علی کی شاعری میں امروہہ پن کی بو بتائی جاتی تھی اب کس کی شاعری کو کہیں کہ اپنے وطن کے محاورہ سے پاک ہے خواہ وہ محاورہ دیگر استادان میں جائز ہو یا۔ برخلاف اس کے حضرت شعلہ بھی کہیں کہیں لغزش کرتے ہیں۔ بعض جگہ محاورہ میں شک ہوتا ہے اور بعض جگہ صرف میں۔ اور بعض جگہ شعر کی نزاکت کے سبب ان سے الفاظ گرانبار ہو جاتے ہیں۔ و بعض جگہ محاورہ غائبانہ ہو جاتا ہے لیکن فی الجملہ یہ نقائص بہت ہی کم ہیں۔ سب سے بڑی خوبی زبان کے لحاظ سے حضرت شعلہ کی یہ ہے کہ مضمون اور تکلم کے حسب حال موزوں کر لیتے ہیں اور ناموں کو نظم

کرنے اور مثلوں کے نظم کرنے کا تو ملکہ خاص ہے۔
مثنوی بزم بندرابن میں جابجا برج کی دیہاتی زبان لکھی گئی ہے مگر تصنع سے کس قدر معرا ہے کہ بجائے خود ایک لطافت پیدا کرتی ہے اور سادگی اور بے تکلفی کی اچھی مثال ہے اور اس کا حسب حال مضمون ادا کرنا تو سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے۔ ایسا ہی حال اس گنواران پڑھ با ادب مگر بے تکلف نکھادیا کیہوٹ کا ہے جو مسدس راماین میں ہے۔ لیکن ایک موقعہ پر مسدس راماین میں سری سیتاجی مہارانی کا سری گنگاجی کو مخاطب کرنا زنانہ کریکٹر کو ظاہر کر رہا ہے۔ اول چند مثالیں مسدس اور مثنوی سے اس زبان کی نقل کیجاتی ہیں کہ جو حسب موقعہ استعمال کی گئی ہیں اور بعد کو دیوان سے کچھ اشعار منتخب کئے جاویں گے جو کہلائے جانے والے شائستہ فرقہ کی زبان ہے۔

انتخاب اول

کیا بے چین ساری گوپیوں کو ۔۔۔ پکارا پریم پیاری گوپیوں کو
یہ کہکر سب تے تن من دھن بسارا ۔۔۔ چلو سکھیو کہ ٹیرت کانہہ پیارا
اہا آہا اہا آہا اہا جی ۔۔۔ مدہر سر بانسری باجی وہ باجی
کہاں ہو اے چھبیلے چھب منوہر ۔۔۔ کہاں ہو اے رسیلے شیام گردہر
پکارا ایک نے ہو پران پیارے ۔۔۔ پکارا ایک نے ہو بنسی وارے
پکارا ایک نے ہو کرشن گوپال ۔۔۔ پکارا ایک نے ہو نند کے لال
کہا اک نے کہاں ہے او فسوں ساز ۔۔۔ کہا اک نے کہاں ہو دغا باز
پکاری ایک ہو! ہو! کرشن جی ہوت!!! ۔۔۔ چھپائی ہے کہاں مکھ چندر کی جوت
وہ ماکھن اور وہ مصری ہر سویرے ۔۔۔ نہیں واقف تھیں ہتکنڈوں سے تیرے
کہاں ہوتی ہے سچی چور کی بات ۔۔۔ کئے غارت کہلا کر شیر و حجرات

کبھی کھلی نہ کسی پر تری نظر کی بات ۔۔۔ دہانِ زخم سے راز داں اپنا ہوں

دل سکھائیگا اگر جور و جفا یاد نہیں ۔۔۔ ہم بتائیں گے اگر تم ستم ایجاد نہیں
نالۂ گل کا سا نہیں گل کی سی فریاد نہیں ۔۔۔ بلبلِ باغ کو پھر آج سبق یاد نہیں
یاس لے شوقِ اسیری چمن آباد نہیں ۔۔۔ پر نکلتے ہیں یہاں اور کہیں صیاد نہیں
بے اثر اشک سے اچھا ہی جو آنکھیں پھوٹیں ۔۔۔ ناخلف سے تو یہ بہتر ہے کہ اولاد نہیں
اپنے پر اپنے ہی منقار سے نوچے ہیں نے ۔۔۔ کیا کروں اتنا اب فراموشی صیاد نہیں
بیخودی ہیں نہ کھلا کچھ کہ خدائی کیا ہے ۔۔۔ دیکھ کر بت کو یہ بھولے کہ خدا یاد نہیں

بزم میں جو بیٹھتا ہو وہ اٹھاتا ہی مجھے ۔۔۔ اے پری رو آدمی ہوں تکیہ محفل نہیں ۔۔۔ محاورۂ عامیانہ

سودا تھو جنوں نہ ہو خنجر کا ڈر نہ ہو ۔۔۔ کتنا سبک ہو جسم جو گردن پہ سر نہ ہو
اے اہلِ بزمِ عشق بھرو جامِ بیخودی ۔۔۔ ایسی پیو کسی کو کسی کی خبر نہ ہو

قہرِ درویش بجانِ درویش ۔۔۔ لو مرے خون کا دعویٰ سن لو ۔۔۔ تضمین

آنکھیں بھر آئی ہیں آنسو کی تمنا کیا ہو ۔۔۔ ہائے جب قطرہ میں پانی نہ ہو دریا کیا ہو

سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں ۔۔۔ حسرت دید ایک تو نہ گئی
رات آہی گئے تھے کچھ آنسو ۔۔۔ شکر کیجئے کہ آبرو نہ گئی
اور حسرت بڑھی وصال کے بعد ۔۔۔ مل کے بھی تیری جستجو نہ گئی

کہتے پھرتے ہیں وہ مقتل میں ضیافت کی طرح
زخم کس کو چاہئے کس کو نمکداں چاہئے
حسرت نظارۂ مژگاں کی تراوش کے لئے
آنکھ میں دل چاہئے اور دل میں ارماں چاہئے

سر جو قدموں سے بڑھا آگے ہے
کس کا نقش کف پا آگے ہے
عشق بت حد سے مجازی کے لئے
اس سے بس اور خدا آگے ہے
جا کے دل کوچۂ گیسو میں پھنسا
یہ نہ سوجھا کہ قضا آگے ہے
دم رفتار ریکا رافتند
ہاں! مزار شہدا آگے ہے
گو نہیں ملک عدم کا رستہ
منزل روح فزا آگے ہے

بعض بعض جگہ دوسرے شعراء کے مضامین کو کیسا اپناتے ہیں۔ دیکھئے۔ صورت غنچہ نہیں رکھتے ہیں زر مٹھی میں + کوئی لیتا لئے پھرتے ہیں جگر مٹھی میں ۔ کہ فارسی شعر کا چربہ ہے "لختے بردار دل گذرد ہر کہ پر چشم +. من قاش فروش دل صد پارہ خویشم"

چلی کوئی اگل و سنبل کی جانب
کوئی نالاں بڑھی بلبل کی جانب
کھلی زلفیں کسی کے گیسو کھلی مانگ
لگاتی پھرتی ہیں چت حور کی تانگ
یہی سورج مکھی کے سر مکٹ کی
لگی گیندے کو چوری پیٹ پٹ کی
کوئی روکے ہوئے باد صبا کو
کوئی پکڑے ہوئے موج ہوا کو
نگاہوں میں تھا قد شوخ بیباک
لگی تھی قامت شمشاد پر تاک
کہا سنبل کے سارے پیچ کھولو
کوئی کہتی تھی غنچوں کو ٹٹولو
یہ پھول اترائی نکہت ہی چمن کی
چرا لی تھی تو بو کس پیرہن کی
گلوں کی کچھ ہو شاید بد معاشی
ذرا ان کی بھی ہو جامہ تلاشی

چلی آتی ہے بوئے بے وفائی — بھری ہے رنگ میں ناآشنائی

لبوں پر خندۂ بیباک کیوں ہے — یہ پوچھو گریباں چاک کیوں ہے

شعر خوانی حضرت شعلہ مرحوم کی شعر خوانی کا کوئی خاص طریقہ نہ تھا بجز اس کے کہ شعر کو سمجھکر پڑھتے تھے اور اُنہیں سے خاص الفاظ چن لیتے تھے جن پر رکنا منظور ہوتا تھا یا جن پر زیادہ زور ہوتا تھا اُن کو بآواز بلند پڑھتے تھے اور باقی کو معمولی طریقہ سے۔ اسکے نہ تو کوئی خاص قواعد ہوسکتے ہیں اور نہ یہ اب کسیطرح ضبط تحریر میں آسکتا ہے۔ چند اشعار کو لکھا جاتا ہے اُنہیں کتابت سے معلوم ہوجائیگا کہ کن کن الفاظ پر اُنکے پڑھنے میں زور ہوسکتا تھا اور کن پرنہیں کہاں رکتے تھے کہاں نہیں۔ مثالاً درج ہوتے ہیں۔

(دل) گلو بستہ (بلا) نکلا — کھول زلفیں (کہ دم مرا) نکلا

(تم بھلے) (بخبر بھی) بھلا نکلا — (بندگی)! (بندہ) گر برا نکلا

(کہیں) پوچھی تھی پریشانی — (زلف سے) دل کا سلسلہ نکلا

(نہ سینہ میں) (نہ پہلو میں) (نہ آنکھوں میں) (نہ آنسو میں) — (الہی) کون؟ (دل کو کھا گیا) پہلو ہی پہلو میں

(مرحبا!) (صل علی!) زخم جگر کہتے ہیں — (چشم بد دور!) (اسی کو تو) نظر کہتے ہیں

(تمہارے) (بسمل بیتاب) (جانے) کیا کرتے — (نمک) (جو زخم میں ہوتا) تو (ہاں!!) مزا کرتے

دربار (آج) اُسی شہ کون و مکاں کا ہے — (باقی تمام شعر میں چار چار ٹکڑے کرکے الگ پڑھتے)

(پوچھا کہ کون ہو؟) (بولے) تیشن کے پاس کے — (پوچھا پتا؟) (تو) (چپ تھی) تبسم میں ٹال کے

(ارشاد خاص) (ہوتے ہی) دونوں ہوئے طلب — (آئے) جھکے (چرن چھوئے) بیٹھے بصد ادب

کیا تہلکہ ہے؟ کیوں تہ و بالا ہے اک جہاں — (محور یہ ہے) (زمیں کو) وہ گردش کہ الاماں!

(بلوان کوئی کتنا ہو دم میں) کردوں اسیر — (تحت الثرا میں جائے) تو لاؤں زمیں کو چیر

خاتمہ

اے شعلہ نہ غم نہ شادمانی ہوگی — پیری ہوگی نہ نوجوانی ہوگی

کیا آج ہے اور کے فسانے سنتا — کل تیری ہی زندگی کہانی ہوگی

آج پورے اکیس برس بعد وہ کہانی لکھی گئی ہے۔ یہ بھی نہ معلوم اچھی یا بری جیسی ہونی چاہیے تھی ویسی ہوئی یا نہیں۔ اگر ہو گئی تو فبہا اگر نہ ہوئی تو میں اپنی کم علمی کا پہلے بھی اعتراف کر چکا ہوں اور اب دوبارہ بھی کرتا ہوں۔ ناظرین جہاں سہو پائیں براہ کرم اس کو درست فرما کر میری کم بضاعتی کی غلطی سے مجھے مطلع فرما دیں۔ حضرت شعلہ مرحوم کے بہت سے جانب دار بہت بڑھا کر دکھاتے ہیں اور بہت سے بخلاف سابق الذکر لوگوں کے ان کو ہیچ جانتے ہیں۔ خیر۔ جو کچھ بھی ان کے کلام کی وقعت ہو زمانہ اس کا شاہد ہوگا۔ مگر اتنا ہم بغیر کہے نہیں رہ سکتے کہ ان مثنویوں میں جو اوپر شاعر کے بیان کئے گئے ہیں۔ ایسا شاعر بہت زمانہ تک نہ پیدا ہوگا۔ کیسا ہمہ گیر ذہن تھا کہ ہر مضمون پر یکساں چلتا تھا اور کیسی روانی اور دلکشی کے ساتھ اور شاعری کے پردہ میں کیسی نقاشی صناعی کرتا تھا۔ مذہب کے باریک نکات کو کس شاعرانہ لطافت کے ساتھ بیان فرما دیا کہ لفظوں کی چاشنی اب تک نہیں اتری۔ خدا اس کو ہمیشہ برقرار رکھے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

کرشن

غلط نامہ حصہ اوّل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	،	اضافہ
۲	۳	راج	رج
	۸	نایاں	نمایاں
	۹	کرسجدہ	کریہ سجدہ
	۱۴	ہیں	ہیا
۳	۸	پتیا ہیری	پتیا ہبری
۶	۱۲	چلتے	چلتے
۱۷	۱۲	وایک ہے	وایک
۲۰	۳	بیٹوں	بیٹیوں
	۷	انشتم	انشتم
	۱۳	سہن	سہن
۲۲	۴	نوک	لوک
	۹	بین	مین
	۱۲	پرت	برت
۲۳	۴	شسالی	سہالی
	۸	نرتھ	انرتھ
۲۴	۱۰	برارہدہ	پرارابدھ
۲۵	۸	نیت	پتیت
	۱۴	دبا	دیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸	۹	ہورند	وہورندر
۲۹	۵	نہو	نہوں
۳۳	۱۶	گنا بنادیں	گنہا بنادیں
	۱۷	ادہیائی	آدہیائی
۳۵	۲	پٹرت	ٹیرت
	۷	تن	تن
۴۶	۱۱	نازنے	نازکے
۴۷	۱۵	سری بیت	سری جدیت
۴۸	۷	غنچۂ	غنچہ
۵۰	۱۳	تعسر	تغیر
۵۴	۳	ہوس	ہوئیں
۵۶	۶	اگر	اگک
۵۸	۱۲	ہوائعں	ہوائیں
۶۲	۱۶	نمنائے	تمنائے
۶۵	۱۴	حقیقت کومحب	حقیقت کومحبت
۶۶	۹	جلوہ بیں	جلوہ بیت
۶۸	۸	کوپ	گوپ
۷۱	۹	ہچال	پہچان
۷۲	۲	دقن	دقن
۷۴	۵	سی	[illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۵	۱۰	اعیار	اغیار
۷۷	۲	ڈلاہے	ڈلایا ہے
	۴	رہتے	رہی
۸۲	۹	ہوشش	کوشش
۸۵	۸	بہشتی رہائیں	بہشتی راہیں
	۱۱	سے عیاں	سے جو عیاں
۸۶	۵	بیچینی	بےچینی
۸۷	۱۹	کہاں	کہاں تک
۸۸	۱۱	طمانچہ	طمانچے
۸۹	۱۱	غوض	عوض
۹۱	۰	لی	کوئی
"	"	پتیامیر	پتیا مہ
۹۲	۱۱	اب - ایا	آب - آیا
۹۳	۳	حسین	جبین
۹۵	۱۳	ہوا	ہو
۹۷	۱۷	کو	گو
۱۹	۱۲	ہوئے	ہوا سے
	۱۹	ٹوف	دف
۱۰۵	۴	اسرا	اسرار
	۱۴	بیب	جیب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶	۱۲	سے نوچ میں	سے اوج میں
۱۰۷	۹	نجیب	بجیب
۱۰۸	۹	بانک ہیں	بانکے ہیں
۱۰۹	۷	نیتیں	نینیں
	۱۲	ودما	ودیا
۱۱۰	حاشیہ	۱۰۱	۱۱۰
۱۱۱	۴	شاہانہ	شاہان
	۷	نینتا	بنا
	۱۱	بنوو باس	بنوباس
	۱۳	رکھوں	رکھوں میں
۱۱۳	۱۲	ست دہری	شدھری
	۱۳	ہوتیں	پھوٹیں
۱۱۵	۶	نقش وپا	نقش پا
۱۱۶	۱۰	جرنوں پہ	چرنوں پہ
	۱۳	ماما	ماتا
۱۱۸	۱	سروثیپ	سدوثیپ
	۱۳	آنکھوں نے	آنکھوں سے
۱۱۹	۱۰	صورا	صحرا
۱۲۰	۴	بکیسہ	پکھارے
	۶	جپال	جمال

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۱	۵	سماں	سامان	۸	۱۱	دبیرسہی	دبیرہے
	۶	دل	بدل	۱۰	۱۴	تہامنی	تہامے
	۷	بیاں	بیان	۱۵	۹	یوسف کے	یوسف نے
	۱۴	خرماں	خراماں		۱۹	نکلیں کی	نکلینگی
۱۲۲	۶	دزیا	دریا	۱۶	۳	جڑے	کہلتے ہے
۱۲۳	۱۲	یہائی	سجائی		″	جڑگئی	چہڑگئی
۱۲۴	۱	چہلکے	جہلکے	۱۸	۱۰	کہنیچے کہنیچے	کہنچے کہنچے
	۴	بادباون	بادبان	۲۵	۱۸	ہلں ہی	ہلں سیاہی
۱۲۶	۱	جگت	چکت	۲۷	۳	گنج	گنج
	۳	بائی	جبائی	۲۸	۱۴	کو	تو
	۱۴	ناروسنو	ناروسے	۳۶	۷	شمع	تیغ
	۱۴	ایدہر	ادہر	۴۳	۴	ہیں	میں
۱۲۷	۷	قادم	دوئی		۱۰	تقدیر	تصدیعہ
۱۲۸	۱۲	الجہی	اچہی	۴۴	۵	ہاتھ	ساتھ
۱۳۲	۱۵	لو	بو	۴۵	۶	تم کو مرچکو	تم تو مرچکو
		حصہ دویم		۴۶	۱۲	ہوگیا	پانوں ہیں
۲	۱۰	رہ سئے	روسئے	۴۹	۱۱	وزمیں	وزمین نہیں
	۱۷	کہوں	کیوں	۵۰	۱	گرنہر	جوگزبہر
۴	۲	آز و	آنسو	۵۳	۱۵	زانوں	زانو
۶	۱۵	خنداں	خندہ	۵۵	۲	سب	شب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۲	۱	جسم	جشن
۱۴۵	۴	بارنک	باریک
۱۴۷	آخر	کپ تلک	کپتنک
۱۵۰	۸	جوبدار	چوبدار
		حصہ سوم	
۴	۳	گیا	کیا
	۱۳	ذرا	آیا
۵	۱	ملا	بلا
۸	۲	بک	پک
	۴	موا	ہوا
۰	۱۲	تہ	پہ
۹	۴	نکار	نگار
	۷	کو	تو
۱۰	۶	بہرہی خاک	بہرہی ہو خاک
	۱۳	مکر	مگر
۱۶	۱۳	کھبرا	گھبرا
۱۷	۴	قطر	قصر
۱۹	۱۶	نراین	ناراین
۲۰	۰	۰۲	۲۰
۲۲	۶	چتنے	چھلنے
۲۳	۱۱	ور	اور
۲۴	۱۲	تناب	ناب
۲۵	۷	کا	کیا
۲۶	۱۹	عمدا	عہد
۲۷	۴	:	نہ
۳۰	۱	مین	ہیں
۳۶		گھاما	گھاٹا
۳۸	۱	بہی	کبھی
	۴	شکوہ	شکر
	آخر	روزو	روز
۴۰	۱۳	وجووہ	وجوہ
۴۳		بنائے گا	بنائیگا
۴۴	۶	تب جوان	تب یہ جوان
۵۰	۷	بار	پار
۵۱	۳	جوبیں	چوبیں
	۸	اوج	روح
۵۲	۱۲	شہ وار	شہسوار

فہرست مضامین

کلیات شعلہ

حصہ اول

جس میں کہ حضرت شعلہ مرحوم کی مذہبی تصانیف

یعنی

مسدس برج رج مسدس پتی برت دھرم اور

نیز لواہ بلاپ و مسدس ست دھرم

مثنوی بزم برندابن و نظم جنگ تندلی

شامل

ہیں

جے جے جے سری کرشن چندر کی جے

مصنفہ مارچ ۱۸۸۸ء

برج راج

خوش آج کا دن ہے در امید کھلا ہے — جے کرشن کی جے برج کی ہر لب پہ صدا ہے
میلہ نہ سمجھئے یہ ہجوم علما ہے — جلسہ نہیں ہے دھرم سناتن کی سبھا ہے

ہر دھام میں اب دھرم کی پھرتی ہے دوہائی
منڈل کو مبارک ہو زمیں برج کی پائی

یہ وہ ہے زمیں جسکو زمیں کہہ نہیں سکتے — اونچا سہی پر عرش بریں کہہ نہیں سکتے
تاباں سہی پر مہ کی جبیں کہہ نہیں سکتے — چپ ہیں کہ چناں اور چنیں کہہ نہیں سکتے

روشن ہے کہ سجدہ گہ اہل یقیں ہے
جو ذرہ ہے یہاں خاتم قدرت کا نگیں ہے

اٹھا ہے یہیں آ کے نقاب رخ توحید — ہر وقت نظر آتا ہے یاں جلوہ جاوید
چھپتا نہیں ہے شام کو بھی برج کا خورشید — ایک ماہ ہے یاں تیس نکلتے ہیں مہ عید

آتی ہے ہنسی ذروں کو تاروں کی جھلک پر
یہ وہ ہے زمیں پاؤں نہ رکھے جو فلک پر

یہ برج کی بھومی ہے عجب جلوہ گہ ذات — ہر کنگرہ دیوار ہے یاں دست مناجات
ہر بھانڈ دکھا دیتا ہے بچوں کی کرامات — لڑکوں کو یہاں کھیل ہیں قدرت کے طلسمات

بنیاد حقیقت ہے ہر آثار سے ظاہر

ہے حسنِ ازل یاں در و دیوار سے ظاہر

وہ صاف زمیں ہے کہ جو میلی ہو نظر سے
ہر مسند مرصع در و یاقوت و گہر سے
جاروب کشی ہوتی ہے جبریل کے پر سے
خورشید مگس راں ہے شعاعوں کے چنور سے

وہ جھوم سے ہے جبیں پہ فلک جھوم رہا ہے
نیلم کا ہے اک چھتر کہ جو گھوم رہا ہے

اب تک ہے زمیں برج کی گلزار حقیقت
غنچے ہیں وہی بو ہے وہی پھول ہیں رنگت
ہر کنج میں ہے حسن پُر آشوب کی خلوت
ہر شاخ ہے سجدہ میں جھکی بہرِ عبادت

سکہ لبِ شیریں کا ہے ایک ایک ثمر پر
ہیں دستخطِ خاص ہر اک برگِ شجر پر

ہاں نورِ سحر یاں کی تجلی کا ہے پاسنگ
و پہر یہاں ٹھیک ہے بتا میری اک رنگ
ہر شام میں یاں جلوۂ گھنشام کا ہے ڈھنگ
مہ فلک و خورشید یہیں کے ہیں دف و چنگ

گیا راگ تھا جو لے ہیں ابھی گونج رہا ہے
ہر بھانڈا ہی لیے ہیں ابھی گونج رہا ہے

اس حسنِ زمیں کا ہے مگر آب و نمک اور
مٹی کی دمک اور ہے ذرہ کی چمک اور
خورشید یہاں اور ہے مہ اور فلک اور
سبزہ کی لہک اور ہے پانی کی جھلک اور

پھیکے ہیں مہ و مہر کے کاشانہ کے جلوے
ہیں آنکھ میں پنہاں اک بتخانہ کے جلوے

جو خاک میں یاں مل گئے قسمت ہے انہیں کی
گلیوں میں جو یاں گھستے ہیں جنت ہے انہیں کی
جو منگتے یاں آ گئے حقیقت ہے انہیں کی
جو بھیک کا یاں کھاتے ہیں دولت ہے انہیں کی

وہ تاج شہی پر بھی کبھی ہاتھ نہ ماریں
دنیا کا سے ملے تخت تو اک لات نہ ماریں

کہہ سکتا ہوں کیا برج کی خوبی لطافت
کھینچے لئے آتا تھا ادھر حسن حقیقت

وہ آنکھ نہیں جنہیں ہو نظارے کی طاقت
چلا یا ادھر شوق نہیں فکر مسافت

معدوم کروں فاصلۂ دور و قریں کو
رفتار بکاری کہ نگل جاؤں زمیں کو

ہاں دھرم سناتن کا ہے مجمع مہا منڈل
وہ ٹھنڈی ہوائیں وہ خوشا برج کا جنگل

دنیا کا یہ میداں ہے اور دھرم کا دنگل
آنند میں آنند سے منگل میں ہے منگل

ست دھرم کا جھنڈا جو اٹھا ہے ابھی سے ہو
ہر چار طرف سے کہو ست دھرم کی جے ہو

ہے دھرم ہی انسان کے گناہوں کا کفارا
ہے دھرم ہی سنسار کے دریا کا کنارا

ہے دھرم ہی ٹوٹی ہوئی آسوں کا سہارا
ہے دھرم ہی جو موکش پہ رکھتا ہے اجارا

یہ دھرم نہیں چال دیانندی ہے جس کی
ست دھرم سناتن ہے کہ پابندی ہے جس کی

انساں نے فضیلت ہے اسی دھرم سے پائی
بھگتوں نے حقیقت ہے اسی دھرم سے پائی

ناداروں نے دولت ہے اسی دھرم سے پائی
مردوں نے شجاعت ہے اسی دھرم سے پائی

تھا بوجھ ہی بھیم کے بھی گرز گراں میں
تھا زور اسی دھرم کا ارجن کی کماں میں

ہوتی ہے ادھر ہوں سے اگر دھرم کی ہانی

بیدوں کیلئے ڈھونڈتے ہیں [illegible] ثانی

نا نا کہیں بھوکا تو پیاسی کہیں نانی
دینے کی عوض پھیر دیا پتروں پہ پانی

اوتاروں کو انساں کی طرح جان رہے ہیں
اندھے ہیں یہ کیا برہمہ کو پہچان رہے ہیں

وہ دھن ہیں اپدیش ہیں جو وقت گذاریں
وہ دھن ہیں جو ڈوبتی کشتی کو ابھاریں
وہ دھن ہیں جو دھرم کی بگڑی کو سنواریں
وہ دھن ہیں منجدھار سے جو پار اتاریں

دھرماتما اس طرح کہاں جمع ہوئے ہیں
ہیں دھن جو اپدیش کو یاں جمع ہوئے ہیں

ویرانہ پڑا دھرم سناتن کا ہے کھیڑا
کلجگ کی بھنور جال میں ہے دھرم کا بیڑا
ڈالا ہے کومت دھرم سبھاؤں نے بکھیڑا
کس زور سے ہے باد مخالف کا تھپیڑا

طوفان کا پانی جو بھرا توڑ کے کشتی
ملاح الگ ہو گئے چھوڑ کے کشتی

ہاں وقت وہ آیا ہے کہ سب ہاتھ لگاؤ
طوفان ہے اٹھا پاپ کی ٹکر سے ہٹاؤ
اس بہتی ہوئی ناؤ کو چکر سے بچاؤ
پانی ہے بہت پاؤں ذرا جم کے جماؤ

پہونچے گا کنارے پہ جو منجدھار ہے بیڑا
جے کرشن کی بولو تو ابھی پار ہے بیڑا

افسوس بھری اپنی بھی کچھ کہتا ہوں حالت
ہے کون کریگا جو گناہوں کی وکالت
پاپی ہوں مجھے عرض سے آتی ہے خجالت
ضامن ہے کوئی اور نہ کسی کی ہے کفالت

عقبےٰ کا نہ کچھ فکر نہ کچھ فکر عمل ہے
نے دھرم ہے نے کرم نہ دویا ہے نہ بل ہے

قیدی کی طرح عمر کٹی موہ کے بس میں
ہر ایک گھڑی گذری ہے دنیا کی ہوس میں
پابند رہا لوبھ سے بے دانہ قفس میں
اک دن بھی نہیں کام کا چالیس برس میں

مدت کا گنہگار ہوں شرمایا ہوا ہوں
اب وقت وہ آتا ہے کہ گھبرایا ہوا ہوں

نے قوت بازو نہ کوئی لخت جگر ہے
اک وقت کا توشہ نہیں اور سر پہ سفر ہے
غربت زدہ ایسا ہوں نہیں گھر ہے نہ در ہے
پاپوں کا بہت بوجھ ہے شکستہ کمر ہے

ہوں آپکے چرنوں سے لگا جان لو اتنا
کچھ اور نہیں چاہتا پرمان لو اتنا

جس دم مری امید سے گھر والوں کو ہو یاس
پھیلی ہوئی سنگھار کے پھولوں کی ہو بو باس
سب دور ہوں سرکار ہی سرکار رہوں اک پاس
مرلی کی صدا کان میں آتی ہو پیا پاس

منہ پھیر کے دیکھوں نہ کبھی ماتمی صف کو
پتلی جو پھرے بھی تو مکٹ ہی کی طرف کو

میں یہ بھی نہیں چاہتا تکلیف اٹھاؤ
پر کچھ تو مرے واسطے تدبیر بتاؤ
میں یہ بھی نہیں چاہتا گڑی کو بناؤ
اتنا بھی نہیں ہوں جسے چرنوں سے لگاؤ

نقش کف پا پھونک سکنے کو تو ملجائے
دو ہاتھ زمیں برج میں چلنے کو تو ملجائے

ہو جاؤں فنا پاؤں جو اتنا بھی سہارا
دم لب پہ ہو سینے میں تصور ہو تمہارا
جب بند ہوں آنکھیں تو مکٹ کا ہو نظارا
مٹ کر بھی جدائی نہ ہو چرنوں کی گوارا

جو برج کی رج ہے وہی خاک کف پا ہے

مٹی یہیں رہجائے تو بیکنٹھ میں کیا ہے

گھروالے کہیں تو تمہیں مرنا ہو مبارک
بگڑی ہوئی دنیا کا سنورنا ہو مبارک
آنند میں ہستی سے گذرنا ہو مبارک
صدقے دل و جاں کرشن پہ کرنا ہو مبارک

بیکنٹھ میں مل جائیں وہ تدبیر بتا جاؤ
ہم کو بھی سری جی کی کنیزوں میں لکھا جاؤ

سب جانتے ہیں مجھکو پتت بے سروپا ہوں
تم مجھکو بنا ہو میں غلامی کو بنا ہوں
سب جانتے ہیں آپکے چرنوں سے لگا ہوں
ملجائے وہی دولت و نعمت جسے چاہوں

دیکھو نہ خدائی کی کرامات بگڑ جائے
ایسا نہ ہو شعلہ کی کہیں بات بگڑ جائے

اب عرض کی طاقت نہیں اے مجلس عالی
تکلیف بہت میرے سبب آج اٹھا لی
کرتے ہیں بہت کام کہاں وقت ہے خالی
یہ جلسہ کرانا یہ دکھانی تھی دکھا لی

جو دہرم کے عقدے ہیں وہ سب کھلنے لگے اٹھو
اٹھو تو سر کرشن کی جے بولنے لگے اٹھو

مسدس
۲

ست دھرم

مصنفہ

منشی بنواری لال شعلہ وکیل علی گڑھ

جو

۲۹ - جون ۱۸۹۰ء بروز اتوار برن آشرم دھرم بردھنی سبھا
دہلی کے جلسہ جنرل میں پڑھا گیا

جے دھرم کی جے

ہے فرض کہ پہلے کہوں اُس فخر کی حالت
وہ لفظ نہیں جن میں بیاں ہو یہ لطافت
جو کچھ کہ ملا آپ کے چرنوں کی بدولت
اس دھرم کے جلسہ نے جو بخشی مجھے عزت

ہو شکر ادا آپ کی کرپا کا کہاں تک
جو کھینچ کے لائی ہے علی گڑھ سے یہاں تک

جے دھرم سناتن کی جے دھرم کی جے ہو
سنسار میں سورج کی طرح دھرم اُدے ہو

ست دہرم کا جھگڑا جو اٹھا ہی ابھی طے ہو
جو کرشن کا ہی بھگت سہر گرشن ہیں سلے ہو

کھو دیتا ہی جوں شب کی سیاہی کو سویرا
مٹ جاتا ہی سورج کے نکلنے سے اندھیرا

ست دہرم سناتن ہی یہی بات نہیں ہی
پرکاش ہو سورج کا جہاں رات نہیں ہی

اجمیر کی آئی ہوئی سوغات نہیں ہی
ست دہرم سے مت دہرم مساوات نہیں ہی

جب دہرم نہیں سکھ ہی کی دولت نہیں ملتی
برہمانڈ میں ڈہونڈہو تو یہ نعمت نہیں ملتی

یہ اندر پرست اور یہ خوشا دہرم کا جلسہ
ست دہرم کے اونتسو کی سبہا دہرم کا جلسہ

بتلاتی ہیں کیا دہرم دہجا دہرم کا جلسہ
آنند سے آنند بہرا دہرم کا جلسہ

ست دہرم کے سورج کا وہ پرکاش ہوا ہی
ست دہرم کے اندہیر کا اب ناش ہوا ہی

کیا وجہ نظر آتا ہے ہر ایک جو مسرور
ہی کون جسے دہرم کی رکشا ہی یہ منظور

ست دہرم کے آنند کا ہر چہرہ پہ ہی نور
بتلاؤں وہی کرشن جو ہی جگت میں بہرپور

اس نام پہ آنند سے ہی خوشی چرخ و زمیں سی
جھنکار وہ ہو گونج اٹھے پرچ یہیں سے

اونسو ہی یہ ست دہرم کا جلسہ ہے سبہا کا
لہراتی ہیں کیا دہرم دہجا اور نیتا کا

پھولوں سے بہرا صحن پہ دامن ہی ہوا کا
ہر چار طرف شور ہی جے جے کی صدا کا

گلزار سے اٹھا ہے گرلد کے سحاب آج
پھولوں کی گھٹاؤں سی برستا ہی گلاب آج

جلسہ تو خوشی کا ہے پر افسوس بھرا ہے
ست دھرم ۔ کومت دھرم سے عکوس گرا ہے

جو حالت موجودہ ہے حسرت کی وہ جا ہے
کوئی بھی تو اتنا نہیں کہتا کہ یہ کیا ہے

جو دھرم کے رہبر تھے وہ خود کھوئے ہوئے ہیں
جو سب کو جگاتے تھے وہی سوئے ہوئے ہیں

کہنے کو برہمن کا فقط نام و نشاں ہے
چھتری کی بہجابل کا بھی کچھ وہم گماں ہے

وہ دیا کا وہ بل تیج وہ پرتاپ کہاں ہے
اور ویش کی دولت تو تہِ خاک نہاں ہے

وہ دیا ہی نہیں تیج کی اگنی ہو کہاں سے
اٹھتے ہی نہیں ہاتھ بہجابل ہو کہاں سے

کیا کیا نہ ہوئیں دھرم پہ لوگوں کی چڑھائی
اک شور مچا ہے کہ دوہائی ہے دوہائی

وہ کونسی آفت تھی کہ جو سر پہ نہ آئی
گیارہ دفعہ ہونے لگی ہیوؤں کی سگائی

جو مندر پراچین تھے مسمار پڑے ہیں
پہلے جو جنیو تھے وہ اب تار پڑے ہیں

جو دھرم کی پستک تھیں انہیں آگ میں ڈالا
ہے وہی کومت جس نے بنامت ہے نکالا

ہر روز ہوا ویدکا ایک ارتھ نرالا
ست دھرم کو کرنے لگے جابل تہ و بالا

کیا دھرم کی حالت تھی کہ غمناک ہوئی ہے
جو لہج کہ تلک کی تھی وہ اب خاک ہوئی ہے

شردا ہمیں کہتے ہیں شردھو نکو جو بیکار
کیا باپ کے جلد ان سے ہو انکو سروکار

دیتے ہیں مگر تیری یہ روح کو آزار
ماتا کے کہ نکت یہ چوکتے اٹھتے ہیں ہر بار

نو ماہ کا دینا ہے کرایہ فقط ہمکو

گو دام سمجھ رکھا ہے مادر کے شکم کو

افسوس کہ ست دھرم کو سو کھیں تو بویا
بدھی کو کیا نشٹ برا بیج ہے بویا

جو دھرم کے تھے کرم نہیں آپ ہی کھویا
پھل اس کا وہ چکھیگا جو الٹا تم سے سویا

جو تم ہو وہی ہم ہیں کوئی غیر نہیں ہے
ست دھرم میں آجاؤ تو کچھ بیر نہیں ہے

تم لے کر ست دھرم کو اور خوب سمجھ کر
مانو بھی اسی کو جو لکھا وید کے اندر

ہٹ دھرمی کو چھوڑ دو نہ رہو کشٹ کے اوپر
یہ دوسری ہے بات کہ ضد ہی ہو سراسر

دیکھو نہیں پچھتاؤگے ست دھرم پہ آجاؤ
تم دھرم سناتن کو برا کہتے ہو شرماؤ

کیا سمجھے وہ جس نے کبھی کچھ دیکھا نہ بھالا
ہر بھگت کو آنند ہے ہر وقت نرالا

اندھے کو ٹٹولے سے نہیں ملتا اجالا
ہر شے میں بسا رہتا ہے نندگاؤں کا لالا

برہمانڈ کے آنند کو پاسکتے ہیں یوں ہیں
پالن دھرم و سچا بھگت اٹھا لیتے ہیں ایسا

اب دوسرے مضمون کی طرف آئی طبیعت
وہ درگتی بدہواؤں کی وہ بیوگی حالت

جس درد سے دکھلاتی ہے دکھ خاص ضرورت
اس رنج کے ولولے سے پھٹتی ہے نہیں ہمت

اب وقت یہی ہے کرشن تمہیں ہو گئے بھائی
سنتا نہیں بدہواؤں کی کوئی بھی دہائی

جو بال اوستھا کی ہیں سنسار میں بدھوا
ہوتا ہی ملاپ ان کا پر بیاہ ہیں کیا کیا

پت مرتے ہی کر لیتی ہیں جب دھرم پہ سہارا
ست کو کوئی ڈگاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہا ہا

کیا دُشٹ ہیں جو باپ پہ خم ٹھونک کھڑے ہیں
ماں باپ ہی چھاتی میں جونک ہو رہے ہیں

ایک بال اوستھا کی یہ بیوا کی کہانی
مت فہم سے کرنے لگے جب دھرم کے بانی

ماں باپ نے جب اس کے پنر بیاہ کی ٹھانی
کہنے لگی منہ تک کے وہ بھولی سے نمانی

میں رانڈ ہوں اور باپ کو اوتساہ ہو گیا
پت تو گیا بیکنٹھ میں اب بیاہ سے کیا

کہتی کبھی کبھی ماں سے کہ اچھی یہ بتا دے
کیوں کہتا تھا یہ باپ کہ رنڈسالا اٹھا دے

ہوتا ہی یہ کیا گھر بیٹھے مجھے بھی تو سنا دے
بھائی کا بھی ایسا تھا کیا پھر مجھ کو سجا دے

بدہوا کو کبھی پتر تو جنتے نہیں دیکھا
دولہن تو کسی رانڈ کو بنتے نہیں دیکھا

ماتا نے کہا اس سے کہ ہے دوسرا یہ بیاہ
تو کہتی ہے دو کو بہار گیارہ کا ہوا اوتساہ

میں کیا کروں لوگوں نے نکالی ہے نئی راہ
بیٹی نے کہا تھام کے دل بھر کے ٹھنڈی آہ

سر جائے گا پت دھرم پہ تب بھی نہ موڑوں گی
جو ٹوٹ چکی جوڑیاں وہ اب نہ جوڑوں گی

جس سر کو کہ پت دھرم سے پھر تو نہیں تھاما
ہیں کون جنھوں نے یہ نیا پنتھ نکالا

اب کون ہوا اس بیٹی کا پھر گوندھنے والا
جو دھرم تجی ہرت کا دیکھا ہے نہ بھالا

پتنی دھرم اگر ستی ہوئی ہیں پت کی
بدہوا کے ہوئے پریمی تو اردانگی ہیں پت کی

کس منہ سے کہوں گی نئے پت سے تو پڑنا

جب مجھ کو تو کہا دھرم نے آپ پہلے ہی پت کا

گیارہ کے لئے روز کہاں ست کا دعوا
اس بیاہ سے تو پہلے ہی مر جانا ہی اچھا

بس سہہ تو دی ساس کے میں پاؤں پڑونگی
ارتھی کی جگہ کیا نئے ڈولے میں چڑھونگی

پت کہتے ہیں جس کو نہیں ملتا وہ دوبارا
ایشور کا سہارا ہی کہ ہے پت کا سہارا
اب دوسرے کا دیکھنا ہونا ہی گوارا
ست دھرم اگر بیچ دیا تو وہ ست ہی ہارا

بیکنٹھ میں پدوتی کی جگہ پائی ہیں ہم ہی
پت سنگ مرتا ہی جو جیتی ہوئی جلجاتی ہیں ہم ہی

پت دھرم ہمارا ہی اگر ہم پہ سمائی
بیکنٹھ کا ہی راج اسی گھر کی گدائی
یہ اندر کا آسن ہی رنڈاپے کی چٹائی
پھر لیتے ہو جب کر چکی اک بار پرائی

اک بیٹی کو گیارہ جگہ دیتے نہیں دیکھا
اس دان کو پھر کے لیتے نہیں دیکھا

اب لاج ترے ہاتھ ہے اے کرشن مراری
سنتا ہی بھلا تیرے سوا کون ہماری
بپتا ہی بہت ہم پہ پڑی ہے بڑی بھاری
اب وقت وہ آیا ہی کہ چادر ہو اتاری

پت ہی تو ترے چرنوں میں اسی طرح سبھی کی
جس طرح سے تھی لاج تجھے دروپدی کی

اے دھرم کے اپدیشکوں کچھ تم ہی خبر لو
بپتا ہی پھیلا ہوا جی چاہے سو بھر لو
لے سکتے ہو ست دھرم کی اوچان کو اگر لو
گر اور نہ کچھ ہو سکے تو اتنا ہی کر لو

سنسار کا سب پاپ ستی نام ہی کھودو
بدھواؤں کو بھر بھر کے جہازوں میں ڈبودو

اے جلاریت دہرم بس اب جائے دب ہی
ناقص کوئی مضمون ہو تو جلد بکا پیپ ہی

یہ پکش ہی پر ورد عجب رنج و تعب ہے
اچھا ہو تو سب آپ کی کرپا کا سبب ہی

جو گاتھ ہیں دہرم میں ایک ایک کو کھولو
جے کرشن کی جے کرشن کی جے کرشن کی بولو

مسدس

پتی برت دھرم اور بیہ بواہ بلاپ

مصنفہ جناب منشی بنواری لال شعلہ حصاری وکیل عدالت علی گڑھ جو جلسہ سالانہ بھارت دہرم مہا منڈل دہلی میں مصنف نے خود پڑہا تھا

معہ

مسدس ست دھرم

جو سالانہ جلسہ دہرم سبہا جالندہر میں پڑہا گیا

حسب ایما اُن سجن پرشوں کے جو دہرم کی اونتی اور پریم بھگتی میں تن من دہن لگائے ہوئے ہیں

جے ہو

نند نندن گھنشام نے کری کرپا آئی آج
گن ساگر اگر اگم سے ملے بھگت سماج

تمہیں دہن دہن ہوا سے مہا ستئے
کومت دہرم کی جے جے کومت ہرم کی جے

کہ ست دہرم کی اونتی ہیں ہو سکے
سدا ستیا کی جے سدا ستیا کی جے

ہوا اج کی ہمت سے اونتی ہے

دھجا دھرم کی آج لہرا رہی ہے

رواں دھرم نوکا ہوا اسکے سہارے
اسی نے بہت ڈوبتے پار اتارے
اسی سے کھلے دھرم کے پھول سارے
اسی نے لگائے ہیں بیڑے کنارے

ہرے ہیں اسی سے دل و جان اپنے
یہی ہے ہوا جس میں ہیں پران اپنے

چلی سنسنا کر ہوا دھرم کی ہے
سماں دھرم کا ہو سبھا دھرم کی ہے
اڑی پھر پھرا کر دھجا دھرم کی ہے
اٹھی برج بن سے گھٹا دھرم کی ہے

کہ بادل ہیں رنگت سی ہے پیت پٹ کی
یہ بجلی نہیں ہے جھلک ہے مکٹ کی

لتا کا ہرا کہ آپ لہرا رہی ہے
گھٹا شیام کے رنگ کی چھا رہی ہے
پتا کا بہار اپنی دکھلا رہی ہے
پون برج بن کی مہک لا رہی ہے

ہوا برج کی لیلوں من کو کھو کے
ہنڈولوں کی لیلا کے آتے ہیں جھوکے

ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی ہے جمنا کے تٹ کی
ہوا کے ہے جھوکوں میں جنبش مکٹ کی
مہک پھیلی پھیلی سی ہے پیت پٹ کی
ہنڈولوں کے جھوٹوں میں ہے جھلکی ٹیکی

الجھتی ہیں آنچل میں بجلی کی گونجیں
بھری ہیں ملاروں میں بجلی کی گونجیں

میں یہ بلا دھنیا واس سبھا کو
اس آنند کا دھنیا واس سبھا کو
سماں یہ بندھا دھنیا واس سبھا کو
یہ دھرماتما دھنیا واس سبھا کو

بھری سب کے سر میں ہوا دھرم کی ہے
جسے دیکھئے وہ دھجا دھرم کی ہے

ہوئے ہیں جو ایک سب پرش سجن
کسی کے مخالف کسی کے نہ دشمن
یہ سب دھرم کی اونتی کا ہی کارن
نہ نندیا سے ہمکو کسی کے پریوجن

غرض شاعری سے نہ مطلب ہے لے سے
فقط کام ہے دھرم کی ایکتے سے

سمجھ سوچ لے ہائے اپنے ہی بھائی
یہ کیوں پاپ کی ناؤ بھر کر ڈبائی
مہا دکھ دیتی ہے گھر کی لڑائی
نہ سمجھے سری کرشن کو تم سہائی

نہ شنکھا ہے کوئی نہ سیوا ہے کوئی
نہ مرنے پہ پانی کا دیوا ہے کوئی

مہاشے یہ کیا نام آیا زباں پر
سری رادھکا بر سری شیام سندر
سری کرشن گوپال نندلال گردھر
نول چھیل گھنشام مرلی منوہر

اسی نام میں حکمت سے ہو رہی ہے
یہی نام ہے جس سے جے ہو رہی ہے

یہی نام ہے دو بھگتوں کا سہارا
یہی نام برہما و شیو نے پکارا
اسی نام میں تو ہے برہمانڈ سارا
یہی نام ہے موکش وایک لے ہمارا

پڑا دھرم کا سب ہے جو منجدھار بیڑا
اسی نام سے ہوگا اب پار بیڑا

یہی نام ہے جسکا کرتے ہیں سادھن
یہی نام ہے جسکو جپتے ہیں سجن

یہی نام ہے جسپہ گوپی تھیں جوگن
یہی نام ہے جسپہ لٹتے ہیں تن من

ہزاروں اگر جان ہوں تو لٹا دوں
کڑوڑوں اگر پران ہوں تو لٹادوں

ترے نام لینے کو مادھو مراری
زباں ہنگئی کیوں نہ یہ دیہ ساری
ترے نام ہی پر ہے آشا ہماری
ترے نام ہی پر بھروسہ ہے بھاری

ترے نام ہی سے مٹے گا بکھیڑا
ترا نام ہی پار اُتارے گا بیڑا

یہی نام ہی پران سے جو ہی پیارا
یہی نام ہے بھگت جن کا سہارا
اسی نام پر دھیان بندھتا ہی سارا
اسی نام سے تو ہے تیرا اُتارا

یہی نام ہردے کے پٹ کھولتا ہے
یہی نام ہے جس سے تو بولتا ہے

اسی نام کے روپ کا دھیان دھرئے
یہی دھیان ہی جسکو تن من میں بھرئے
اسی لیکے سنسار سے پار اترئے
یہی دھیان ہی جیتے جی جسپہ مرئیے

مہا پاپ کے پھند سے چھٹتے ہیں اسپر
ہے کیا جگت برہمانڈ لٹتے ہیں اسپر

یہ وہ دھیان ہی جوگیوں نے نبھایا
یہ وہ دھیان ہے دھیان میں جو نہ آیا
یہ وہ دھیان ہی جسکو منیوں نے گایا
یہ وہ دھیان ہی برہمہ جسمیں سمایا

وہ کیا دھیان ہی برج موہن کی مورت
وہ کیا دھیان ہی شیام سوہت کی صورت

مہاشے میری سمت سے آنکھ ہٹاؤ
نکلنے نہ دینا جسے دل میں پاؤ

ذرا دھیان میں گرد نوں کو جھکاؤ
نظر کون آتا ہے سچ سچ بتاؤ

وہی شیام مورت وہی پیت پٹ ہے
وہی بانسری ہے وہی تو مکٹ ہے

لٹے دھن ہو جسنے یہ دھیان پایا
وہ آیا جہاں پریم بس ہو کے آیا

سماں جسکی نظروں میں اس چھب کا چھایا
کٹھور اپنے من اور وہ کومل سی کایا

بہت دیر اس دھیان کے سکھ رہے ہیں
بس اب آنکھیں کھولو چرن دکھ رہے ہیں

یہ آنند تو پا چکے لے مہاشے
کومت دھرم کا چڑھ رہا ہی بہت ہے

دوہائی بھی سن لو جو پت دھرم کی ہے
بکھ ہو رہے ہیں مہا پاپ جس سے

یہ کیوں دھرم اور لاج کو کھو رہے ہیں
جو حلے پتی دھرم پر ہو رہے ہیں

یہ کیسا اثر تھا اور پاپو نکا ڈر ہے
جو کچھ ہے یہ سہلا کومت کا سبب ہے

کسی وید میں آگیا اسکی کب ہے
کہاں ایک اور گیارہ پت کیا غضب ہے

نہ دادا کا نام اور نہ بھائی کا جس ہے
پتا کو دیا ہے نہ ماں کو ترس ہے

کھڑا آج ہوں جس وشے پر مہاشے
ہر پھیلا ہوا جسکا سنسار میں ہے

وہ کیا ہے فقط استری دھرم نشچے
چڑھائی بڑی استری دھرم پر ہے

کلیجوں کو تھامو تو سب بھید کھولوں

اگر سماو دہاں ہو کے بیٹھو تو بولوں

مہاشے یہ آشے بہت دُکھ بھرا ہی
کومت دہرم والوں نے جو کچھ کیا ہے

پتی دہرم کا کرشن پر آسرا ہے
یہ سنتاپ سارا پنر بیاہ کا ہے

دیا بیٹوں پر نہ بہوؤں پہ رکشا
بر و دہی نہیں کرتے گیوؤں پہ رکشا

بتاتا ہوں کیا دہرم ہی استری کا
بواہوں کی لکھی ہی کیا کیا اوستھا

نیم انکا ہی کس کے چرنوں کی سیوا
بہت آجکل جسکا پھیلا ہے چرچا

دکھاتا ہوں پہلے کہ کل دہرم کیا ہے
پتا اور ماتا کا شبہ کرم کیا ہے

ہی اشٹم برس پتری روپ دیوی
دشم برش کنیا کی سنگھیا ہی ہوتی

نویں برس ستمل سے روہنی کی
بواہوں کی بس تین اوستھا ہیں یہی

پتا اور ماتا کا ہے دہرم کس میں
یہی تین اوستھا ہیں ہو واں جس میں

ہی اوپرانت رجسلا سب کی سنگھیا
وہ ہی کون جو پاپ بھاگی ہی اسکا

ہر ایک ماس ہوتی ہی اک بیوہنیا
بڑا بھائی ماتا پتا اور ماتا

مہا شوک اور کشٹ پاتے ہیں چاروں
رو رو نرک میں ڈالے جاتے ہیں چاروں

لکھی شاستر میں ہی جو کنیا کی سنگھیا
گذر کر دشم سے نہیں رہتی کنیا

بتائی ہی کلجگ سیمن کی اوستھا
ہی شنکلپ رجس سلا دید اوکیا

نہیں رہتا ہی یگ اوتساہ کا پھل
نہ کچھ واں کا پھل نہ کچھ بیاہ کا پھل

یہ نرنے تو وید وکت ہی لے مہاشے
دلیلوں کی انہیں ضرورت نہیں ہی
نہیں کا بھی پر بھاو ہی سبکو نشچے
مہا گھور کلجگ کا جو کچھ سہے ہے

کلو کال کی کیا اوستھا بتائیں
کہ اب چودہویں سال بنتی ہیں ماہیں

مہاشے یہ جملہ تھا اک درمیانی
ابھی تو بہت اصلیت ہے دکھانی
سنو استری دھرم کی سادھنا کی
جیسے کہہ گئے ہیں منی اور گیانی

کہوں گا جو شبھ کرم ہے استری کا
بڑا ہی کٹھن دھرم ہے استری کا

وہ کیا دھرم ہی پت کے چرنوں کی سیوا
پیار بدھ سے ہو پتی چاہے کیسا
لرودہی مہا دین یا بردہ اندھا
آپا پیج ہو نردہن ہو گونگا ہو بہرا

ہو گیا ہی پت اسکی سیوا ہی بھگتی
پتی برت کو پت کی پوجا ہے بھگتی

جہاں ایک ہی دھرم ہی پت کی سیوا
جہاں ایک ہی برت ہی پت کی پوجا
جہاں پت کی چرنوں نے لپٹی ہو کایا
وہ اُتم ہیں سنسار میں پتی برتا

مہاشے بتاؤں یہ لکشن ہیں کن کے
نہیں جگ میں پرپرش سُنے کو جن کے

ہیں پر پرش جیسے پتا پتر بھرا تا
وہ مدہم ہیں جنکا سو بھاوک ہی ناتا

ادہم ہیں جنہیں دہرم کل ہی پیاتا — لکھو جنکا ہے سے نہیں دہرم جانتا

ہوئی پریت جنکو پرائے پتی سے
ہے نرک ان کو سو کلپ درگتی سے

یہ پت دہرم ادہرم جسپہ دکھی ہی بھاری — مچی آریاورت میں ہاہا کاری
چلی ہاتھ سے لوک کی لاج ساری — بڑی شوک وایک بپت ہی بھاری

لگے ہونے سنسار میں کرم کیسے
بچارے بچے استری دہرم کیسے

پتی برت کا دہرم یوں ٹوٹ چلا ہے — نیا جوڑا ملنے کو چوڑی بڑہائے
کسی پر کھلے سر کسی پر گند ہائے — کسی پر لٹے گھر کسی کو بسائے

کوئی دیکھ سکتا ہے اپرادہ ایسے
پتی پرت کے دہرم مٹتے ہیں کیسے

یہ ہی لو جہتی اک پتی برت بدہوا — ہمارے لیئے شاستر میں دہرم میں گیا
سمجھتی ہیں شبہ دہرم اک پت کی بیوا — ہی پت دہرم جنہیں نہیں ہوتیں بیوا

نیوگ اور پنر بیاہ یہ ریت کیا ہے
مرا اک تو گیارہ کی پرتیت کیا ہے

سہاگ ایک چڑھکر اترتا نہیں ہے — پتی پرت کا پت تو مرتا نہیں ہے
کبھی دہیان پت کا بسرتا نہیں ہے — کوئی دور ہر ڈے سے کرتا نہیں ہے

یہی دہرم ہی اور اسی میں ہی گت ہے
جو پت ہے سوا ایشور جوا ایشور سو پت ہے

یہ مت اور گومت کوئی سنتا نہیں ہے
ہماری کرگت کوئی سنتا نہیں ہے

یہ ستا وراست کوئی سنتا نہیں ہے
ہماری بپت کوئی سنتا نہیں ہے

لٹی جاتی ہے ساری پت کی کمائی
دُوہائی سریکرشن چدیت دوہائی

سہائی ہمارے اگر آپ ہوتے
نہ بپتا یہ ہوتی نہ برلاپ ہوتے

نہ ہم بیٹھی ہوتیں نہ یہ باپ ہوتے
نہ ہم رانڈ ہوتیں نہ یہ پاپ ہوتے

پتا کی خوشی ہے دھرم کو نکے اوپر
چتا میں ہو پت ہم ہوں سیو کے اوپر

گھڑا پاپ کا پاپ بھر کے پھوٹا
بڑا ہی تیرتھ ہے جو پت دھرم ٹوٹا

چھوڑ ہر جگ میں سب نے چھالی کو کوٹا
رہا کون ساتھی جو ایک ساتھ چھوٹا

چھٹے اک ملے دوسرا میل ہمکو
جلے دیہہ پت کی چڑھے تیل ہمکو

دھرا ہمنے جس گودمیں پت کے سر کو
چڑہا ئیے سے کیا کام رانڈ ونکے گھر کو

وہ گودی بھری جائے اب اور بر کو
برات آئے گی کیا مرے کی خبر کو

جو ارتھی اٹھی کیا اسکا ڈولا بنے گا
رنڈاپے کی کفنی کا چولا بنے گا

نہ سمجھا پتی دھرم کوئی ہمارا
بلا سے جو بھر جائے سنسار سارا

کومت دھرم سوامی کہاں کا بچارا
نچھوڑے گا چرنوں کا پت کے سہارا

سمجھتے ہو بے لبس ہمیں کیا سمجھکر

یہ دُکھ ہم پہ ڈالے ہیں بدھوا سمجھکر

پتر بیاہ کی دھوم اُٹھائی گئی ہے
جو بگڑی ہوئی تھی سجائی گئی ہے

جو بدھوا تھی دولہن بنائی گئی ہے
کھلی تھی جو چوٹی گوندھائی گئی ہے

گیا سرگ میں پت سگائی ہے کس کی
ہوا پت بدا اب بدھائی ہے کس کی

ہمارا پتر بیاہ ہے دیہہ چھٹنا
ہمارا پتی دھرم ہے گھر میں گھٹنا

چتا کی ہے بیٹھیں ہمارا او بٹنا
ہماری ہے دولت مری پت پہ لُٹنا

سجی سیج بنکر چتا ہے ہماری
اگر پت بالے ہدا ہے ہماری

پتی کا سدا دھیان ہر دم ہی ہرنا
اہو بھاگ ست چڑھکے سنگار کرنا

ہمارا ہے سنسار سے پار اُترنا
سہاگ ہی ہمارا مرے پت پہ مرنا

پتی شوک کرنا سگائی ہے اپنی
رنڈاپے کا رونا بدھائی ہے اپنی

بڑا پت کے مرنے پہ ہی دُکھ کا سہنا
ہی پت دھرم سنتوش سے گھر میں رہنا

برابر بدھ اپنی ہے اور اپنا لینا
مرے پت کا ہے دھیان رانڈوں کا گہنا

ہنسی کسکی جاتی ہیں روتے ہیں عمریں
ہمیں کاٹ دیتی ہیں کوسنے میں عمریں

تھی سیکھ پڑھی ہمارا پت سے
بچائی تھیں کنبہ کو ہم ہی کو ست سے

ہمیں چلتی تھیں دو قدم آگے پت سے
ہمیں کام کیا ہے کسی کو ست سے

پتی دھرم کا ست کھاتی تھیں ہم ہی
چتا چیر کر بیٹھ جاتی تھیں ہم ہی

پھٹیگی زمیں ایکدن اس کو گت پہ
کھڑا ہے یہ آکاش ہمارے ہی ست پر

گریگا فلک ایکدن اس کو ست پر
ہمارا ہی سرنگار ہے مردہ پت پر

ستی ہونے گھر سے نکلتی تھیں ہم ہی
پتی گود میں لیکے جلتی تھیں ہم ہی

ہمیں جان کھوتی تھیں پت کی اوپر
ہمیں جس لٹاتی تھیں ماتا پتا میں

ہمیں نام کرتی تھیں پت کا سبھا میں
ہمیں گود پڑتی تھیں جلتی چتا میں

ہمیں پران تجتی تھیں پت پر مچلکر
ہمیں راکھ ہوتی تھیں بے آگ جلکر

پتی سے کرے جو برائی ہماری
پتی دھرم ہی سیوکائی ہماری

کہ شیولوک میں ہے بڑائی ہماری
کہاں تک ہو گی سنائی ہماری

اگر ہے پتی دھرم سچا سہارا
تو بیکنٹھ کی ہم ہیں بیکنٹھ ہمارا

دوہائی ہے لے دھرم رکشک دوہائی
بچالو یہ پہتا ہی کلجگ میں آئی

تمہاری کمو میں کہاں ہو سہائی
کھڑے ہیں چھری لیکے سر پر کسائی

دوہائی مہاستی تمہاری سہائی
دوہائی مرے پت کی جلتی چتا کی

سرن آئے کی لاج تو ہی سبھی کو
مہاکشٹ میں ہے دیا ہر کسی کو

سنو گر نہ تم تو پکاریں اُسی کو | بچایا تھا جسنے سری دُروپدی کو

نہیں سنتے یہ دھرم رکشک دُہائی
دُہائی تری سرج پالک دُہائی

سری پت اُٹھاؤ گے یہ بھار تم ہی | لگاؤ گے اس ناؤ کو پار تم ہی
ہمارے لیئے لو گے اوتار تم ہی | کرو آکے دُشٹونکا سنگھار تم ہی

کو ست دھرم کی راتدن پھیہی چڑا ہو
سری لال جی لال کی جی ہی جے ہو

جس جلسہ مہامنڈل میں یہ مسدس مصنف نے خود پڑھا ہے اُس جلسہ کے شان شوکت اور مفصل حالات کو رپورٹ بھارت دھرم مہامنڈل سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ کس آنند کا اُتسو تھا اور اس مسدس کا عام لوگونکے دلوں پر کیا اثر ہوا ہو گا

مسدس جو دھرم کی حالت پر جلسہ سالانہ دھرم سبھا جالندھر میں ٢٩ دسمبر ١٨٩٦ء کو پڑھا گیا

مہاشیون

ہی فرض کہ پہلے کہوں اُس فخر کی حالت | جو کچھ کہ ملا آپکے چرنوں کی بدولت
وہ لفظ نہیں جنہیں ہو کچھ کہنے کی طاقت | اس دھرم کی جلسے نے جو بخشی ہیں عزت

ہو شکر ادا آپ کی کرپا کا کہاں تک
جو کھینچکے لائی ہی علیگڈھ سے یہاں تک

ہر چند کہ پنجاب سے ہے برج بہت دور | نظروں میں سمایا ہی مگر یہاں کبھی ہی نور
ہی کون جسے دھرم کی رکشا ہی نہ منظور | ای شعلہ وہی کرشن جو ہی جگت میں مشہور

آنند سے اُمڈا ہوا اب چرخ و زمیں سے
جیکارہ وہ ہو گونج اُٹھے برج یہیں سے

یہاں دہرم کا کیوں جوش ہے کچھ اسکو بتادو (نیارا)
گرراج نے جا آنند ہر دیت کو تھا پچھاڑا
آیا تھا کبھی برج کی نٹ کھٹ کا اکھاڑا
تھا راکھو کو برندا کی چتا کے یہیں جھاڑا

بیکنٹھ کی پدوی کو زباں کچھ نہیں کہتی
چھو جائی ہو چرنوں سے وہ بھومی نہیں رہتی

کیا جلسہ سالانہ مبارک ہے سبھا کا
لہرائی ہیں کیا دہرم دہجا اور پتاکا
پھولوں سے بھرا چرخ پہ دامن ہی ہوا کا
ہر چار طرف شور ہی جے جے کی صدا کا

گلزار سے اُٹھا ہی مگر لدکے سحاب آج
پھولوں کی گھٹاؤں سے برستا ہی گلاب آج

جلسہ تو خوشی کا ہی پہ حسرت سی بھرا ہی
کہتے ہیں جسے دہرم وہ بیمار پڑا ہی
جو حالت موجودہ ہی افسوس کی جا ہی
نے کوئی معالج ہی نہ نسخہ نہ دوا ہی

وہ ضعف کی حالت ہی کہ چارا نہیں کوئی
کروٹ کے بدلنے کو سہارا نہیں کوئی

مایوس ہی چاروں طرف حسرت کی نظر ہے
نا طاقتی و ضعف کا کچھ رنگ دگر ہے
بند آنکھ کبھی ہی تو کبھی جانب در ہے
کمزور سا اک ہاتھ ہی جو تکیہ سر ہے

کہتی ہی زباں جیسے کہ پھر کھر کی دہن میں
کیا کوئی بھی باقی نہیں اب چاروں برن میں

کہنے کو برہمن کا فقط نام و نشاں ہی
ودیا کا وہ بل تیج وہ پرتاپ کہاں ہی

چھتری کو بھجا بل کا بھی اب وہم و گماں ہے
اور ویش کی دولت تو تہ خاک کہاں ہے

ودیا ہی نہیں تیج کی اٹکل ہو کہاں سے
اٹھنے ہی نہیں ہاتھ بھجا بل ہو کہاں سے

آنکھوں کے بدلنے کا کچھ وقت قریں ہے
آیا ہے پسینا عرق آلودہ جبیں ہے
دشمن ہے کلو کال کہ جو بر سر کیں ہے
کوئی بھی برے وقت میں اب پاس نہیں ہے

جو ہاتھ سے گرتی ہوئی گردن کو اٹھا دے
اتنا بھی نہیں کوئی جو کروٹ بھی دلا دے

دیکھا جو نہ بیمار نے اپنا کوئی چارا
تھی بند زباں چپکے سے گھبرا کے پکارا
افسوس نہیں آج کوئی مرے جو سہارا
ہوتا ہے برے وقت کا آنکھوں کا نظارا

جو دھرم کے ست بادی تھے بے نام و نشاں ہیں
نارد و بیاس ور وہ ہرشچندر کہاں ہیں

بھیشم سا جتی بھرت سا وہ دھرم پوندہیر
وہ بھیم سا بلوان وہ دھرگ یدھشٹر
ارجن سا وہ جودھا وہ کرن جیسا فلک سر
بھلا وسدا مان کے ہیں وہ بھگت کہاں پر

سب چھوڑ گئے مجھکو ہو کسکو پکاروں
کوئی نظر آتا نہیں اب جسکو پکاروں

مایوس ہوں امید نہیں کوئی شفا کی
کچھ فکر دوا کی ہے نہ تاثیر دعا کی
پستک تھی ودیا کی وہ سب ہو گئی خاکی
جو منتر تھے اب ان کی صفائی ہے ہوا کی

ہر بھگتوں کے ہاتھوں ہی کرامات رہیگی
ہے کرشن تو ہی رکھے تو کچھ بات رہیگی

بیمار نے اسطرح جو اُٹھ اُٹھ کے پکارا
کھوئی ہوئی نبض آ لی لہکا نہ پیہ و بارا

پنجاب کے دھرم کو نسی کچھ پایا سہارا
بگڑی ہوئی جو چیشٹا تھی اسکو سنوارا

وہ دھن ہیں دھرم کہ جنکی یہ دوا ہی
بیماری تو جاتی رہی کچھ ضعف رہا ہی

اب ہوگا وہی نیچ وہی دھرم وہی بل
جب تک نہ مٹی ضعف کسی کو نہ پڑی کل

اب ہوگی وہی بھگت وہی شکت وہی بل
یہ ہاتھ نہ بیکار ہوں یہ پانوں ہوں شل

ست دھرم کی اچھا ہی کہ تن من کو لگادو
ست دھرم کے بیماری کو دنیا سے مٹادو

کٹ جاتے ہیں جو دھرم پہ کیا کام اُنہیں کا
بیکنٹھ سے اونچا ہی بہت دھام اُنہیں کا

اس رنگ میں جو کام آتے ہیں ہے کام اُنہیں کا
کل والی جو جھانکی تھی ہی انجام اُنہیں کا

جب دھرم نہیں پریم کی دولت نہیں ملتی
برہمانڈ میں ڈھونڈ ہو تو یہ نعمت نہیں ملتی

پھر تم ہو وہی اور وہی دیا ہی تمہاری
دھرم اگر ایک ہی لاکھو پیہ ہی بھاری

موروثی ہی دولت ابھی رکھی ہوئی ساری
کیا غم ہی سہائک ہیں اگر کرشن مراری

ست دھرمی کو ست دھرم کو چلنے نہیں دیتے
نندلال کو ہم ٹے سے نکلنے نہیں دیتے

کیا کیا نہوئی دھرم پہ دشٹوں کی چڑھائی
سنتا نہیں گئوؤں کی کبھی اب کوئی دوہائی

وہ کونسی بپتا تھی کہ جو سر پہ نہ آئی
گیارہ دفعہ ہوئی لگی بیڑوں کی سگائی

جو مندر پراچین تھی مسمار پڑے ہیں

پہلے جو جنیو تھے وہ اب تار بڑے ہیں

جو دھرم کی پشتک تھیں کہیں آگ میں ڈالا
ہے وہی کو ست جسے نیا ست ہے نرالا
اور وید کا ہونے لگا کچھ ارتھ نرالا
ست دھرم کو کرنے لگے ظالم تہ و بالا
کیا دھرم کی حالت یہ ستم ناک ہوئی ہے
جو جگ کہ تلک کی تھی وہ اب خاک ہوئی ہے

شردھا نہیں کچھ نہ رہی شردھا ہو انکو جو بیکار
نئے باپ کے جلد ان سے کچھ انکو سروکار
دیتے ہیں بزرگوں کی بھی روحوں کو یہ آزار
اور ماں کے کئے گت پہ تو کہہ اٹھتے ہیں ہر بار
نو ماہ کا دینا ہے کرایہ فقط ہم کو
گو دام ہیں سمجھے ہوئے مادر کے شکم کو

ہے کرشن تری ہاتھ ہے اب بات ہماری
ہے تیری ہی چرنوں سے لگا دھیان ہماری
ہے کرشن بھروسا ہے ترا ہی ہمیں بھاری
جو کچھ ہے مصیبت تجھے معلوم ہے ساری
حملہ ہے بڑا دھرم پہ اے نند کے لال اب
سہتے ہیں جسے جگر سو کرشن وہ نکال اب

اے جلسہ ست دھرم بس اب جائزہ ادب ہے
ناقص کوئی مضمون ہو تو جلد ہی بخشیں
بے تار ہوں یوں تار کو ذریعہ طلب ہے
اچھا ہے تو سب آپکی کرپا کا سبب ہے
مضمون سے کچھ کام نہ مطلب کوئی ہے
بس ایک غرض خاص ہے ست دھرم کی جے

بہار گلشن بقا آئینہ حقیقت نما گنجینۂ راز سرمایہ دولت لا یزال
شری مت بھاگوت کا پرم پوتر لب لباب راس ونچ ادھیائی کی لگداز نظم

برج چھپ

موسومہ

بزم برنداابن

سری گنیشائے نمہ

ہے ایشور ہے پریشور ہے جگت آتما ہے پرم آتما ہے جگدیش
ہے نرنکار ہے پرکاش روپ ہے جوتی سروپ ہے برج چند
ہے مادھو مکند تیرے گنانباد اور میری حقیقت چھوٹا منہ بڑی بات
ہے دین بندہ ہے کرپا سندہ جو کچھ جگت میں ہو رہا ہے
جو کچھ کہ ہو گیا ہے جو کچھ کہ ہو گا سب تیری ہی کرپالتا اور دیالتا
کے انسار ہے جو کچھ ہے سب کا تیری ہی مرضی پردار ومدار ہے جو کچھ
ہے سب تیرا ہی جلوہ ہے جو کچھ ہے سب تیرا ہی پرکاش ہے۔ تیری
ستائش نہ میری مجال نہ ناطقہ کی طاقت۔ شعر

صورت عبد میں جوں معنی معبود ہی تو ۔۔۔ ہست میں نیست ہے سدا وہ مثل مجھ ہی تو

مجبور اُس سے درگذر کے اپنی اُس پرارتھنا کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں

جو علیین برندابن دربار میں تیرے حضور پیش کر چکا ہوں اور اب پھر
وہی لیکر حاضر آیا ہوں - اس بیقرار التجا کی قبولیت سے کچھ تو مطمئن کر دیا
جاؤں حکم خواہ کسی وقت ہو یہ تیری خوشی پر ہے -

جے جے جے

اے ناظرین

کچھ میرے مختصر سے حالات بھی سن لیجئے - خاندانی منزلتوں اور
ذاتی عزتوں کا اظہار تو ایک امر عبث ہے - بلکہ عموماً زمانہ حال کو بہت
ہی قریب پچھلے زمانے سے معمولی طور پر ملانے میں ایک عبرت انگیز
نظارہ پیدا کرنا بھی فضول آپ کا وقت لیگا - آپکا داس بنواری لال متخلص شعلہ خلف جناب ناظر
موتی لال مرحوم قوم کایستھ بھٹناگر فیروزہ حصار کے خاندان قانونگویان
سے علی گڑھ میں پیشہ وکالت کا خوش گذران ہوں - پچیس برس
سے فن سخن سازی کے دریائے ناپیدا کنار میں ہاتھ پیر مارتا رہا -
دیوان - قصائد - مسدس - مثنوی - سب کچھ تصنیف کئے اور اُس کی
قدر افزائیوں کا زمانے کی رنگتوں کے موافق فخر بھی
حاصل ہوتا رہا -

چنانچہ اسی ہرزہ سرائی سے ایک جلد دیوان موسوم بہ
ارمغان شعلہ ولایت میں بھی مانگا گیا جو اس وقت برٹش میوزیم
یعنی عجائب خانہ لندن کی کسی میز پر رکھا ہوگا
لیکن میں جہاں تک خیال کرسکتا ہوں ایسے مضامین سے

جو دھرم سمبندھی یا بھگوت گنانبادو نہیں ہیں بجز نام آوری کچھن اُردو والے کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکا۔

اہو بھاگ کہ اپنے سنہ ۱۹۰ء میں کچھ قدرتی تحریکات سے دریا بہ سری برندابن دھام شہر گوبندپوری میں بتقریب جلسہ بھارت دھرم مہامنڈل بحیثیت ممبری و بطور پرتندھی مجھکو بھی شامل ہونے کا افتخار حاصل ہوا۔

جس جلسے میں کہ ہزاروں ودیا وان پنڈت اور بھگت رونق افروز تھے اس دھرم اوتساہ میں جناب دھرم ویر دیوان رام جس صاحب سی ایس آئی وزیر مہاراجہ کپورتھلہ و پریسیڈنٹ بھارت دھرم مہامنڈل اور شریمان پنڈت دیندیال جنرل سکریٹری کے حسن استبداد سے مجھکو بھی بطور واکھیان بیچ بھوگی کہا اور دھرم سمبندھی مضامین پڑھنے کا موقع ملا جواب بطور مسدس بیچ پرچ کے نام سے شائع ہو کر بھارت کھنڈ بھگوت بھگتوں کو آنند دے رہا ہے یہ اسی آنند اور مبارک تحریک کا نتیجہ ہے جس کا میں تن من دھن سے شکر گذار ہوں۔

ہری کرپا سندھو ہے بھگت تبسل آپکے چرن کملوں کو بار بار ڈنڈوت ہے جنکی کرپا سے آپکے ادبھت چرتر اور آپکے گنانبادوں میں میری کتھو بالی من کی رچی ہوئی کہ آج اُردو نظم پنچ ادھیائی آپکے پریم اُنراگی بھگتوں کی حضور میں پیش کر رہا ہوں۔ ہری پریم آنند بھگتوں مجھکو اس پرم پونیت تصنیف میں شرکت بھاگوت

فارسی مصنفہ لالہ امانت رائے سے بہت کچھ مدد ملی ہوا اور جہاں تک میں کہہ سکتا ہوں یہ آپکی بھگت کے خرمن کی خوشہ چینی ہے در حقیقت ان موتیونکو سلسلہ کرنیکے لیئے میری کچھ بھی حقیقت نہ تھی۔ زبان فارسی کی دقتونکے رفع کرنیکے واسطے میں نے اسکو عاشقانہ اُردو نظم میں منسلک کیا ہے اور بنظر سہولیت جُدا جُدا حصے کئے گئے (بیج ملاپ) عنقریب بخیریت کرونگا آپ مجکو ہمیشہ دعائے خیر سے یاد فرمادیں اور اپنی دعاوں کے ذریعہ سے میری حضور مہاراج کرشن چندر کے دربار میں آپ ضرور میری التجا کی سفارش کرینگے۔

اے پرم آنند بھگتوں آپکی ذراسی کرپا درشٹی سے میرا بڑا بھاری کام پورا ہوجائیگا ورنہ میں ہوں اور آپکے مہاراج کا زرتا پیت پٹ ہے میری ہاتھ ہیں اور مہاراج کے جامے کا دامن ہے پھر میرے اوپر بے ادبی اور گستاخی کا الزام نہ لگایا جائے اسکی معافی مانگتا ہوں۔

میرے دھن بھاگ ہیں جو آپ بھی میری عرضداشت کو منظور فرمائیں۔

آپکی جے ہو۔

سری کرشن چندر مہاراج

کے چرن کملوں کو کوٹاں کوٹ ڈنڈوت ہیں جن کے
چرن امرت کی اپار مہما کو شیش سارد ا برہسپتی بھی بیان نہیں کر سکتے
اُنہیں چرنوں کی کرپا اور دیا سے یہ بھاگوت بھگتوں کو پریم آنند رس کی دینے والی
پرم پونیت پوتھی اُردو زبان میں نظم کیگئی ہے۔ اے ناظرین یہ پاٹھ میں ایسا
نشہ ہے جو اس پرم پوتر پاٹک کو جیسیں سچدانند گھن پورن برہم سری کرشن
چندر کے گنانو باد اور بہت چرتر برنن ہوئے ہیں اُنکے نام پر معشوق
کرانیکا ادہکاری ہو۔ اس لیے جن کومل چرنوں کے
دہیان سے یہ نعمت لایزال مجھکو عطا ہوئی ہے اُنہیں
چرنوں میں بھینٹ کرتا ہوں ؛

پنواری لال شعلہ

اوم

شری گنیشائے نمہ

سری جگدیش برندابن بہاری
سری گوبندرادہا کرشن گوپال
سری مرلی منوہر شیام سندر
سری جدپت سری بانکے بہاری
سری جگت آتما مادہو یدہاتا
مکٹ دہاری مدن گوپال موہن
کنھیا نند نندن نند پیارے
توہی ہے حسن رخسار حقیقت
توہی ہے کاشف اسرار ازلی

سری رادہا رمن مادہو مراری
مدنموہن سری گھنشام نندلال
سری بھگوان گوپی ناتھ گردہر
چتربھج شیام مورت چکردہاری
دیالو دین بندہو پران داتا
ڈل سندر پتیلے لال موہن
دل آرام چہاں جیو دہا ولائے
توہی ہے پردہ بردار حقیقت
توہی ہے رونمائے حسن ابدی

تو ہی ہے جلوہ فرمائے دو عالم
تو ہی لوحِ طلسمِ جان و تن ہے
تو ہی وحشت فزائے عشقِ رسوا
تو ہی ہے موجدِ ایجادِ کونین
تو ہی ہے عشقِ ازلی حسنِ جاوید
تو ہی ہے رونقِ گرمیٔ بازار
تو ہی ہے نغمۂ بلبل چمن میں
تو ہی پروانہ تو ہی شمعِ محفل
تو ہی لچھمن تو ہی سیتا تو ہی رام
زمین و چرخ و مہر و ماہ تیرے
فنا طرزِ خرامِ ناز کی آن
بُت چت چندرما کہن کے لٹیرے
ملائے تو نے ہست و نیست باہم
زبانِ سبزہ ناطق ہے ثنا میں
نمود آفرینش ہے تجھی سے
تو ہی خلاق ہے کون و مکاں کا
الگ کب تجھ سے تیری گفتگو ہے
تو ہی ہے سب سے برتر سب سے بالا
ادھم بگڑے ہوئے لاکھوں سنوارے

تو ہی ہے خود تماشائے دو عالم
تو ہی بخشندۂ روح و بدن ہے
تو ہی نقش و نگارِ حسنِ زیبا
تو ہی ہے بانیٔ بنیادِ کونین
تو ہی ہے خلوتِ دل بزمِ توحید
تو ہی خود جنس تو ہی خود خریدار
تو ہی غنچہ تو ہی ہے گل چمن میں
تو ہی گلبن تو ہی شورِ عنادل
تو ہی گوپی تو ہی رادھا تو ہی شیام
دو عالم ہیں تماشا گاہ تیرے
بقا اک لب کی تیرے مند مسکان
حیات و موت دونوں کھیل تیرے
گھروندہ تیرا بازی گاہِ عالم
کہ ہے سرگرم ہر ذرہ ہوا میں
وجود آفرینش ہے تجھی سے
تو ہی رزاق ہے ہر انس و جاں کا
غرض اک تو ہی تو ہی تو ہی ہے
تو ہی ہے حالِ عصیاں سننے والا
مری بھی ٹیر سن لے مہربان پیارے

شہنشاہ جہاں عالم پناہ ہے ‌ ‌ ‌ برائے خود سوئے شعلہ نگاہ ہے

عرضداشت

عجب ہے کچھ مری حالت کا اظہار ‌ ‌ ‌ سراسر ہوں ادہم پاپی گنہگار
نہ لایق التماس التجا کے ‌ ‌ ‌ نہ قابل اپنی عرض مدعا کے
ندامت نامۂ اعمال سے ہے ‌ ‌ ‌ خجالت آپ اپنے حال سے ہے
نکما ہوں نکمی زندگی ہے ‌ ‌ ‌ مری ہستی کو خود شرمندگی ہے
نہ عقبیٰ کا نہ دُنیا کا نہ دیں کا ‌ ‌ ‌ عجب کچھ ہوں نہیں لیکن کہیں کا
اسیرِ بندِ دُنیا ہوں سراسر ‌ ‌ ‌ گرفتارِ قفس بے بال و بے پر
وہ ننگ اختلاطِ آب و گل ہوں ‌ ‌ ‌ کہ ربطِ جسم و جاں سے منفعل ہوں
وہ آوارہ وطن جس نے نہ دیکھا ‌ ‌ ‌ وہ بلبل ہوں چمن جس نے نہ دیکھا
الگ ہوں دور ہوں سب سے جدا ہوں ‌ ‌ ‌ عجب بیکس ہوں بے برگ و نوا ہوں
نہ کوئی چھوڑ جانے کی نشانی ‌ ‌ ‌ نہ کوئی یادگارِ زندگانی
ہزاروں ہیں گناہوں کی گواہی ‌ ‌ ‌ سپیدی پر ہیں کیا کیا روسیاہی
نہ ذکرِ حق ہے نے فکرِ عمل ہے ‌ ‌ ‌ نہ کرم و دھرم نے دویا نہ بل ہے
نہ جوگی ہوں نہ سنیاسی جتی ہوں ‌ ‌ ‌ نہ رند بادہ کش نے متقی ہوں
نہ زاہد ہوں نہ ہوں مستِ خرابات ‌ ‌ ‌ نہ عابد ہوں نہ ہوں اہلِ کرامات
نہ سادھو ہوں نہ بیراگی اودھوت ‌ ‌ ‌ نہ لاہوت نہ جبروت نہ ملکوت
مری غفلت کی حد کچھ بھی نہیں ہے ‌ ‌ ‌ خیالِ نیک و بد کچھ بھی نہیں ہے

نہیں چھونے کے قابل جسم ناپاک — ملیگی کس طرح سے خاک میں خاک
غرض جو کچھ ہوں سب تجھکو خبر ہے — مرا انجام کیا مد نظر ہے
ہمیشہ سے ہے گنہگاروں پہ رحمت — ہمیشہ سے ہے تری بخشش کی عادت
کیا دشمن کا بھی اودھار تو نے — اوتارا ڈوبتوں کو پار تو نے
دیا لو دین بند ہو کے سہارے — تھکا بیٹھا ہوں منزل کے کنارے
نہیں اک وقت کا توشہ بغل میں — جھکا پڑتا ہے سر فکر عمل میں
کٹھن ہے راستہ اور منزل کڑی ہے — جو گٹھری سر پہ ہے بوجھل بڑی ہے
نہ پستی و بلندی کا ٹھکانا — ہزاروں قافلے گو ہیں روانہ
نہ رہبر کوئی راہ پر خطر ہیں — اندھیرا ہوگا ہر جانب نظر ہے
برا ہے وقت وہ جسکا کہ ڈر ہے — سماں یہ ہے کہ جو پیش نظر ہے
دم آخر رواں آنکھوں میں ہوگا — کسی دن یہ سماں آنکھوں میں ہوگا
بدلتی ہوں محبت کی نگاہیں — ہر اک جانب ہوں حسرت کی نگاہیں
دم رخصت ہو گھر والوں سے گھیرا — کھڑا ہو سب لدا اسباب میرا
ہجوم اہل ماتم ہوں سرہانے — عزیز و اقربا خویش و بیگانے
ہر ایک کی ہو نگاہ حسرت آلود — کھڑی ہو کیسی بالیں پہ موجود
عجب مایوس ہو ناکام دنیا — طپاں ہو ہم اسیر دام دنیا
کسی کو اک دو دم کی انتظاری — کسی کے دل میں ہو فکر سواری
مرے ہر کام باہم بٹ رہے ہوں — اٹھانے والے بھائی چھٹ رہے ہوں
غرض سامان رخصت جب ہو طیار — پڑے جان اور اجل میں آ کی تکرار

مکٹ سے چندر کا ہالے سے بالا
کڑوں سے ہار بن مالا سے مالا

لڑی بیسر سے اور رکتا سے کنول
لٹوں سے کر بٹ کنڈل سے کرنپھول

ادھر الجھے ہوئے بازو سے بازو
ادھر الجھے ہوئے گیسو سے گیسو

صفائی رنگ سے آئینہ ہو ونگ
جھلکتا گورے میں ہو شیام کا رنگ

تبسم ہو دم نظارہ باہم
عیاں اک چھب میں ہو حسن دو عالم

جدا ہوں گو برائے نام دونوں
بنے ہوں ایک رادھا شیام دونوں

بہم یکسر ہو عکس حسن زیبا
کنھیا رادھا ہوں رادھا کنھیا

جو ہو یوں حسن یکتا کا نظارہ
بہار روئے زیبا کا نظارہ

گرے گردن ڈھلک کر پٹ پٹ پر
کھلی رہ جائیں خود آنکھیں مکٹ پر

اگر اس چھب کا آخر میں سماں ہو
مرا مرنا بھی تب جاوداں ہو

دوشالے کی عوض ہو برج کی دھول
پڑے ہوں اترے ہوئے سنگھار کے پھول

ملے جلنے کو لکڑی برج بن کی
بنے اکسیر یوں پھنک کر بدن کی

غرض اس طرح ہو انجام میرا
تمہارا نام ہو اور کام میرا

یہ دولت چھوڑ دوں نادان نہیں ہوں
بہشت اور بیکنٹھ کا خواہاں نہیں ہوں

تمہیں کو شرم ہے جاں کے دیے کی
تمہیں کو لاج ہے پیدا کیے کی

رہوں تا اختلاط آب و گل میں
رہے نقشہ انہیں چرنوں کا دل میں

زباں جب تک دہن میں ہو نہ بیکار
پکارا ہی کروں سرکار سرکار

ہمیشہ ورد ہو نام گرامی
ہمیشہ ہو زباں پر نام نامی

اسی آنند میں باقی بتا ہوں
نہ محتاج عزیز و اقربا ہوں

کے ساتھ چھپا ہے دامن
باغ جہاں میں گل بوٹ
سرد ہی بالا تو اچھا
ں جسم گرم ہوں دلیل
ہے کٹ داری تمہارا
ں ہو جب کبھی جھگڑا امراٹے

نہ احسان ہو کسی کا بار گردن
نہیں دن زندگی کے آبروئے
اگر ہو دشمن والا تو اچھا
رہے دنیا کی دوست اللہ کا میل
تمہارا ہی ہے خواری تمہارا
آنہ سب بولو داہا کرشن کی جے

بزم شب ماہ

سرد رات کی کیفیت بنسی کی دلکش آواز

گوپیوں کی بےچینی

ہے ساقی بزم شب ماہ
فسانہ نغمہ کی افسوں گری پر
ب جلوہ فروش ماہ تاباں
ب بچھتا ہے فرش چادر نور
لا نور تھا ہر اک طبق میں
ن موج ہوا سے آسماں میں
بن پہ فرش تھا گل چاندنی کا
ع تھا ہر ایک گل پہ سنہرا

کھلا بند نقاب حسن دلخواہ
عجب در پردہ ساز دلبری ہے
زمیں بچھی بچھی گستردہ داماں
بیاباں در بیاباں جلوہ طور
زمیں پہنی تھی چاندنی کو ورق میں
جھلک سیماب کی ریگ رواں میں
ستا باں تھا اک گل چاندنی کا
نظر آتا تھا ہر پتا رو پہلا

معطر دشت تھا عطرِ حنا میں   لپٹ کافور کی موج ہوا میں
عجب شفاف دریا کی روانی   بھرا نکھرا ہوا چاندی کا پانی
یہ آب و تاب تھی انوارِ مہ میں   جھلکتی تھی زمیں جمنا کی تہ میں
سرِ گرداب ہالا ماہ کا تھا   لبِ دریا اُجالا ماہ کا تھا
وہی تھی روشنی جو طور میں تھی   نظر کو بھی نظر آتی نظر تھی
بنا افشاں تھا ہر تابندہ کوکب   مہِ انور تھا اک خالِ رُخِ شب
صفائی آئینہ سطحِ زمیں کا   دکھائی دے تھا نقشہ چرخِ بریں کا
مہِ گردوں عجب جلوہ فشاں تھا   زمیں پر جو گرا سایہ کتاں تھا
بھرا تھا نور مہ سے تا بماہی   بنی تھی چاندنی ظلِ الٰہی
غرض ہر نمونہ جلوۂ ذات   دو عالم میں بنی تھی ایک ہی رات
نمونہ دشت تھا حُسنِ جہاں کا   نقاب اُلٹا تھا روئے مہ وشاں کا
بہارِ حُسن کا تھا جوش بن میں   شجر باہم تھے ہم آغوش بن میں
لبِ جو کنج کی ٹھنڈی ہوائیں   خمیدہ شاخ بن کی تھیں لتائیں
چمک تھی ہر رگِ برگِ شجر میں   چکا چوند آ رہی تھی دشت بھر میں
دلِ عاشق کو ذوقِ درد کی رات   صلائے گرمجوشی سرد کی رات
پئے سیرِ بہارِ حُسنِ صحرا   شبِ مہتاب و موجِ آبِ دریا
دل و جاں دلربا دلبر دلآرام   چھبیلے چھیل بانکے چھب سری شیام
سراپا عشوہ گر سر تا قدم ناز   بہ رنگِ حُسن خود طاؤسِ طنّاز
نثارِ حسن سے سرمست و مدہوش   قیامت قامت و مشتاقِ آغوش

ہوا یوں جلوہ فرما برج بن میں ۔۔ بہار تازہ جوں صحن چمن پر
ہری مرلی ادہر گردہر نے چھیڑی ۔۔ بکھیرے گہر شیام نے اعجاز لب سے
صدائے نغمہ نے غارت ہوش ۔۔ دو عالم بیخودی سے خود فراموش
قیامت زا عجب انداز نے تھا ۔۔ لب جاں آفریں دمساز نے تھا
ہوا تھا سوز سے بیتاب پانی ۔۔ بنا تھا آگ پر سیماب پانی
رواں موجوں کے آتش رنگ تھی سے ۔۔ حباب آب پارے کے کٹورے
تھی رک رک کے لہروں کی روانی ۔۔ چھپا چھلتا ہوا جمنا کا پانی
سمٹ کر رات سانچے میں ڈھلی تھی ۔۔ شب مہتاب چاندی کی ڈلی تھی
کہیں سوز اور کہیں جلوہ کا تھا ساز ۔۔ ادہر جھانکی اُدہر مرلی کی آواز
جھکا پڑتا تھا جلوے پر کٹ کے ۔۔ بنا نیلم کا نگ گردوں سمٹ کے
نہیں تھا تاب نظارہ کا کچھ ہوش ۔۔ بنی تھی چشم حیرت ہمہ تن گوش
غرض جو عالم ایجاد وہیں تھا ۔۔ ہر انگ سے عجب فریاد میں تھا
بنا داماں صحرا رشک گلشن ۔۔ چمن کے رنگ میں ڈوبا ہوا بن
ہوا سے سرد میں تھی نکہت گل ۔۔ پروں میں تھی چھپی منقار بلبل
صبا میں سنسناہٹ جو بھری تھی ۔۔ صدائے جنبش بال پری تھی
تلاش دل میں ہر نغمہ رواں تھا ۔۔ بندھا مرلی کی دُھن کا اک سماں تھا
ہر اک آواز پیغام بشارت ۔۔ ہر اک انگلی میں تھی رمز اشارت
پئے بوسہ ڈٹے پیغام لب کے ۔۔ پکارے بانسری میں نام سب کے
سری جی لاڈلی تم پہ یہ رادہا ۔۔ سکھی چندراولی للتا بساکھا

کیا بیچین ساری گوپیوں کو
یہ کہکر سب لئے تن من دہن بسارا
آہا آہا اہا آہا اہا جی
وفور شوق سے رعشہ بدن میں
روانہ سوے بن از خود فراموش
تقاضائے جنوں وحشت سرانجام
نہ سدہ گھر کی نہ سدہ تن کی نہ من کی
نہ عصمت نہ پاس ننگ و ناموس
حریف شرم عقل و ہوش تاراج
گریباں پر نہ دامن پر نظر کچھ
بھرا جادو تھا بنسی کی صدا میں
اُٹھا یا ننگ سے اور نام سے ہاتھ
کوئی بیٹھی ہوئی اُٹھی جھجک کے
گلے میں تھا کسی کے ہار آدھا
کہیں شانے سے آدھی مانگ سلجھی
ادھوری کوئی چشم نرگسی میں
کہیں رکھا ہوا سرمہ میں بسیر
کوئی ماکھن دہی کو چھوڑ سٹکی
کوئی دلدادہ گھبرائی ہوئی سی

پکارا یا پریم پیاری گوپیوں کو
چلو سکھیو کہ پریت کا نغمہ پیارا
مدھر دہن بانسری باجی وہ باجی
نہ جان تن میں نہ تن تھا پیرہن میں
پری رویاں ستمگر دوش بردوش
تصور دل میں لب پر شیام ہی شیام
ہوا سر میں بھری تھی بیج بن کی
خودی سے دور اور وحشت سے مانوس
حیا گھر کی نہ باہر کی کوئی لاج
نہ سر کی اوڑھنی ساڑھی کی خبر کچھ
ہزاروں کر گئی رشتے حیا میں
نکل ہو گئے ہر کام سے ہاتھ
کوئی اُٹھی ہوئی دوڑی لپک کے
کسی کا رہ گیا سنگھار آدھا
کہیں زلف اک بکھری ایک الجھی
لگا دونوں کا سرمہ ایک ہی میں
کہیں تھا پانوں کا ہاتھوں میں پور
کسی سے سر سے ٹپکی دودھ کی مٹکی
کوئی تو خیر شرمائی ہوئی سی

ہر ایک میں ڈھنگ آفت کا نرالا
قیامت سوز اک برجیالا

پتنگ کوئی مثال شمع محفل
رواں کوئی برنگ نالۂ دل

تماشے فتنہ زا انکھیلیوں کے
نقاب الٹے ہوئے البیلیوں کے

ہر اک دل میں تھی ہجر شیام کی آگ
ہر اک کے حسن کو تھی عشق سے لاگ

خراب و خانماں برباد کوئی
سراپا صورت فریاد کوئی

کوئی حیرت زدہ آئینہ تمثال
کوئی بہر خرام ناز پامال

کوئی مست خیال چشم فتاں
کوئی دیوانۂ زلف پریشاں

کوئی بیہوش و بیخود تھی مکٹ پر
کوئی جامے سے باہر پیت پٹ پر

کوئی حلقہ بگوش گریٹ کنڈل
کوئی گردن فروش ہار ہیکل

کوئی رنگ بلیغ شیام بر پر
نمک چھڑکے ہوئے زخم جگر پر

کوئی وابستۂ فتراک تخیر
نگاہ ناز کے کھائے ہوئے تیر

نشاء عشق سے مخمور کوئی
کسی کی مستیوں پر چور کوئی

سر آتش کوئی مانند سیاب
کوئی غش کوئی بیخود کوئی بیتاب

پڑی کانوں میں خبر وصل جانی
صدائے نغمہ پیغام زبانی

لب جمنا تھا دیوانوں کا جھرمٹ
تھا گرد شمع پروانوں کا جمگھٹ

گروہ گوپیاں آشفتہ کاکل
ہجوم عندلیباں تھا سر گل

ادھر سے بانسری پیکان دلدوز
صدائے سوز سوز خانماں سوز

سمائی تیر سی گستاخ دل میں
ہزاروں کر گئی سوراخ دل میں

حیات و موت دونوں ایک لے میں
عجب تکرار تھی لب اور نے میں

اشارہ بہرِ مشق دلربائی — سرِ شوراخ انگشتِ حنائی
ادائے پائے نازک فتنہ انگیز — صدائے نغمہ مرلی شرر ریز
بچھڑ کر چلدیا تھا ساتھ سے دل — ہر ایک دالے ہوئے تھی ہاتھ ہول
سراپا آرزوئے وصلِ جاناں — ہر اک دردِ محبت سے غزل خواں

غزل

آگئی صبحِ ازل چاک گریبانوں میں — ورنہ پہلے تو نہیں تھی یہ بیابانوں میں
گرم ہی بزم تو پروانگی بزم بھی ہو — ہم بھی ہیں شمعِ تجلی سے پروانوں میں
کون ہو واقفِ اسرارِ ظہورِ جلوہ — کون سا ہی حسنِ حقیقت کی اداؤں میں
ہیچ بن ہی نہیں کہ دامنِ صحرا ہی جنوں — وحشیوں کا ہی یہ شور بیابانوں میں
جسنے شیرازہ اجزا ہی دو عالم باندھا — ہم ہیں اس گیسوؤں کے پریشانوں میں
نغمے کا ہی اعجاز کہ لب کا اعجاز — جان نکلی ہوئی آجاتی ہی بیجانوں میں
شوخیِ دستِ جنوں اور بڑھی جاتی ہی — دامنِ وحشت کو ٹانکا ہی گریبانوں میں
لذتِ زخم کو پوچھے دلِ بسمل ہی کوئی — بھر لیا شورِ قیامت کو نمکدانوں میں

اے شہِ حسن خدارا نگہِ لطف ادہر
مشعلِ خاک نشیں بھی ہی ثنا خوانوں میں

جو دیکھا گو پیوں کو ہوش پامال — مخاطب ہو کے پھر پرسشِ حال
مری بیت نے پوچھا کیوں ہی بیتاب — بتاؤ کیا ہی سبب سیر مہتاب
گیا بیچین کس کی آرزو نے — نکالا گھر سے کس کی جستجو نے

ہے کس رازِ نہاں کی پردہ داری
ہے کس مطلب کی دل میں بیقراری

ہے کس آئینے کی حیرانیاں ہیں
ہے کس حیرت کی بے سامانیاں ہیں

ہے کس افسونِ دل بردی کی تاثیر
لگے ہیں کس نگاہِ شوخ کے تیر

یہ کس جوشِ محبت کا ہے طوفان
یہ کیوں چاکِ گریباں کے ہیں سامان

فراموشیِ عالم کا سبب کیا
لبوں پر آہِ پیہم کا سبب کیا

پئے عصمت سراِ فسوس کیوں ہے
یہ چاکِ پردۂ ناموس کیوں ہے

ہوا کیوں غنچہ ساں پہلو میں دل تنگ
گوارا کیوں ہوئی بربادیِ ننگ

کھلی ہو کس کو اسرارِ نہاں پر
مٹی ہو کس کے حسنِ بے نشاں پر

حریفِ عشق ہے ظاہر پرستی
ہے پھر عکسِ آئینے کی ہستی

یہ کیوں ہو دلنشیں عشقِ خد و خال
کہ ہو آئینہ ساں مشتاقِ تمثال

تغافل ہے یہ ہشیاری نہیں ہے
اگر خود دل کی خودداری نہیں ہے

یہ طرزِ پارسائی کچھ نہیں ہے
خیالِ کتخدائی کچھ نہیں ہے

بنی ہو تم پئے قربانِ شوہر
کہ ہے حکمِ خدا فرمانِ شوہر

بحکمِ قیدِ رسم و راہِ عصمت
رضا جوئیِ شوہر ہے عبادت

جو باعفت ہیں وہ شرم و وفا سے
قدم دھرتی نہیں باہر حیا سے

سراسر قابلِ افسوس ہو تم
عجب غارتگرِ ناموس ہو تم

کسی کی کچھ پشیمانی نہیں ہے
یہ شانِ پاکدامانی نہیں ہے

خلافِ مصلحت بے ادبی ہے
مناسب سوئے خانہ واپسی ہے

نہ ہو پھر اختلافِ رسمِ ملت
قدم آئیں نہ باہر بے اجازت

غلط ہے گر سرِ وابستگی ہے
اگر میرے لئے ہے وحشت گردی
حقیقت پہ اگر ہے عشق مائل
بلا تشویش و فکر لاحاصل سعی ہے
تماشا ہوں سیرِ راہِ حقیقت
قریں ہوں دل سے دل کی آرزو سے
بظاہر بیچ میں ہوں یا کہیں ہوں
نہیں ہے درمیاں میرا مجھ سے کچھ کم
سوارِ ناقہ ہوں لیے زیبِ محمل
تصور ہی سے دل رشکِ چمن ہے
مجھے ہر چشمِ نم جمنا کا تٹ ہے
نظر میں ہے اگر حسنِ حقیقت
یہی چھب دل میں بھی بانکی ہے میری
یہاں اک ناز سے پیشِ نظر ہوں
کھلیں دل جس طرح پھولوں کی کلیاں
بظاہر ہوں اگرچہ آب و گل میں
قریب و دور دونوں میں ہوں معمور
عیاں ہوں اپنے حسنِ برمحل سے
زمیں و آسماں ہیں پردۂ راز

کہ مشکِ بوئے گل خود رفتگی ہے
تو ہے شرطِ جنوں کچھ پا بمردی
نہیں ہے تنگ راہ کوچۂ دل
بہارِ عشق رنگِ بیخودی ہے
مقید ہوں نہ پابندِ طریقت
نہیں ملتا ہوں لیکن جستجو سے
ہر اک دل میں مگر خلوت نشیں ہوں
کہ دل ہے جلوہ گاہِ ہر دو عالم
ہمیشہ ہوں مقیم کوچۂ دل
جو دل میں ہوں تو دل ہی برج بن ہے
مجھے ہر رخنۂ دل بنسی بٹ ہے
ہر اک پہلو ہے میرا کنجِ خلوت
جھکے گردن تو پھر چھب بانکی ہے میری
ہزار انداز سے واں جلوہ گر ہوں
رنگیں ہو جائیں برندابن کی گلیاں
مجھے چاہو تو ڈھونڈو دل ہی میں
قریں سے ہوں قریں اور دور سے دور
ابد کے بعد اور پہلے ازل سے
دو عالم ہیں مرے بازیچۂ ناز

بھرا ہے نورِ حسنِ لایزالی — نہیں ہے ایک ذرہ مجھ سے خالی
تصور دل میں ہوں صورت نظر میں — تلفظ میں ہوں معنی دل ہوں بر میں
نگاہِ معرفت دیکھے مری لاگ — ہوا میں خاک ہوں پانی میں آگ
یقیں میں وہم ہوں عین الیقیں ہوں — نہیں میں ہاں ہوں اور ہاں میں نہیں ہوں
سمائے مجھ میں میری آرزو مند — نہیں پر ظاہری الفت کا پابند
بنائی تم نے دیوانوں کی گت ہے — یہ بیباکی خلافِ مصلحت ہے
مناسب کب ہے ہم پہلوئے غیر — نہ تھی زیبا شبِ مہتاب کی سیر
گروہ گوپیاں وحشت سرانجام — جوابِ شیام سے مایوس و ناکام
پشنگرِ گوہر افشانی جاناں — سراسر دم بخود تھیں محو و حیراں
ہوائے گل میں تھیں از خود فراموش — بہ رنگِ بلبلِ تصویر خاموش
ہر ایک گم کردۂ رفتار و گفتار — ہر ایک ساکت مثالِ نقشِ دیوار
خموشی رازدارِ ذوقِ پنہاں — بہ رنگِ غنچہ سب سر در گریباں
سرِ حیرت سراپا رنگِ تغیر — گروہِ خود پسنداں بزمِ تصویر
نظر نیچی کئے ہر اک خوش ابرو — قیامت کے تھے فتنے سر بزانو
کئے پامال سب جانِ حزیں کو — کھرچتی ناخنوں سے تھیں زمیں کو
زباں عاجز تھی عرضِ مو بمو سے — دہن تھے بند گویا گفتگو سے
اثر ہر عکسِ آہِ متصل میں — الٹ جاتی تھی لب کی بات دل میں
تبسم کی جگہ تھیں سرد آہیں — نگاہِ شرم شوخی کی نگاہیں
گروہ گوپیاں کی آس ہے ہے — لبِ جاں بخش و سخن یاس ہے ہے

اُمنگیں تھیں کہ حسرت کی نشانی | امیدِ وصل مرگِ ناگہانی
لیئے اظہار غم تھا تازہ مضمون | رباعی حسب حالِ زار موزوں

رباعیات

دلدادہ کسی کے پہلے اے ماہ نہ تھے | تھے واقفِ رسم حُسن گمراہ نہ تھے
عصمت کی بھی پردہ داریاں تھیں معلوم
آگاہ تھے سب مجھ سے آگاہ نہ تھے

جب آنکھ نہیں تو اشکباری کیسی | جب دل ہی نہیں تو آہ وزاری کیسی
دامن کی ہیں دھجیاں تو عصمت کیا خاک
جب جیب نہیں تو پردہ داری کیسی

بیشک وشبہ ہے کون لاریب ہے کون | دانائے صواب واقفِ عیب ہے کون
ہم پر تو ہے پردہ داریوں کی تاکید
خود پردہ کشائے عالمِ غیب ہے کون

اوگا وزہیں یہ رحم کھانے والے | او سب کو گناہ سے بچانے والے
او سادہ مزاج کیا فراموشی ہے
ہم بھی تو ہیں ساتھ ہی کے آنیوالے

دانستہ کئے کی خود پشیمانی کیا | جب سوچ سمجھ لیا تو نادانی کیا
پردہ کیسا جو ہو گریباں صد چاک
داماں ہی نہیں تو پاکدامانی کیا

دل گر ہی پڑے تو کیا سنبھالے کوئی
پیچ کو کس طرح نکالے کوئی

الجھا ہوا ان لٹوں کا سلجھے کیونکر
زنجیر نہیں کہ توڑ ڈالے کوئی

اے شوخ مزاج تند خوئی کب تک
شیریں دہنی یہ ترش روئی کب تک

گر عشق نہیں صواب اچھا نہ سہی
اے واقفِ راز عیب جوئی کب تک

دیگر

ہے سرمہ چشم خاکِ پائے جاناں
ہم بھی ہیں گدائے کوئے شاہِ خوباں

آئینہ دل میں ہے اسی کی تصویر
ہے جس کے خیال میں دو عالم حیراں

حسرت بھری یہاں نظر وہاں شوخ نگاہ
وہاں لب پہ بانسری یہاں لب پہ آہ

تھا روزِ ازل ہی سے یہ لازم ملزوم
یہاں بخت سیاہ اور وہاں حسن سیاہ

پانی میں یہ آگ تھی لگائی کس نے
جمنا پہ تھی بانسری بجائی کس نے

او نغمہ نے ذرا خدارا انصاف
سکھلائی ہے ہمکو بے نوائی کس نے

کونین کے بار سے سبکدوشی ہے
دیوانے نہیں جو یوں ہی بیہوشی ہے

بنسی کو بجا بجا پکارا کس نے
غارت گرِ ہوش کیا فراموشی ہے

۱۲ — آنند بہار برج نندن پیارے — اے نند دولار برج نندن پیارے
دشنام سزا اے طالبان بوسہ
یہ کیا سے پیار برج نندن پیارے

دیگر

۱۳ — پامال پڑے ہوئے ہیں ہم بھی سرِ راہ — نے طاقتِ صبر ہے نہ طاقتِ آہ
اک روز یہ جور و ظلم ہوگا معلوم
ہے داورِ حشر تو ہی اور تو ہی گواہ

۱۴ — کیا دولتِ عشق ہے کہ جوڑی ہم نے — آنکھیں شب و روز ہیں نچوڑی ہم نے
گھر والوں سے کام ہے نہ گھر سے مطلب
جوڑی اک تجھ سے سب سے توڑی ہم نے

۱۵ — شوہر کے قدم پہ جاں نثاری کیسی — جب دور ہوئے تو پاسداری کیسی
بیہوش کیا ہے تیری چپ نے ظالم
جب ہوش نہیں تو ہوشیاری کیسی

۱۶ — جو کچھ کہ بدی ہوئی ہے سب ہے معلوم — ہر ایک کا بخت ہے ہر اک کا مقسوم
تو واقفِ حال ہے ازل سے اپنا
اے محرم دل نہ رکھ خدارا محروم

۱۷ — دنیا کو گئے ہیں بھول تیری خاطر — قصے کو دیا ہے طول تیری خاطر
جاں دیکے ہوا ہے جاں کا الٹا دشمن
غالب کو کیا قبول تیری خاطر

دیگر

ہر ورد میں پائی جاں نوازی تیری — ہر زخم میں دیکھی چارہ سازی تیری

گو خاک نہیں ہے خاکساری اپنی
نازاں ہوتے ہیں سن کے بے نیازی تیری

غارت گرِ جاں کو ہائے پرواہ نہیں — کیا قصۂ زلف ہے کہ کوتاہ نہیں

اندھیر ہوا ہے برج بن میں اندھیر
ہے روز سیاہ غم شب ماہ نہیں

ہے گریہ بے اثر لب جو خالی — کچھ آنکھ میں رہ گئے ہیں آنسو خالی

دل بھر وہی کو کیوں تلاش دل ہو شعلہ
یہاں بانسری کر چکی ہے پہلو خالی

اٹھی اک مہ جبیں خیلِ بتاں سے — چلی آگے گروہِ گوپیاں سے
بڑھی بہرِ جواب کلمۂ پند — بتِ طرار شوخ چاق چوبند
سنبھالا بیقراری سے جگر کو — لیا آنچل پہ خونِ چشم تر کو
کیا اظہارِ حسرت زود بدو ہو — مخاطب ہوئے شوخِ شعلہ خو ہو
کہ اے آرامِ جانِ جان عشاق — دل و جاں دلربا چت چور قزاق
غزالِ شوخ پرندِ ابن رسیدہ — برنگِ بوئے گل دامن کشیدہ
تجھے زیبا ہے نازِ بے نیازی — تری بخشش ہے دردِ جانگدازی
نہ تھی گر بانسری کو ہم سے کچھ لاگ — لگائی کیوں شبِ مہتاب میں آگ
بلایا کیوں تھا بنسی کی صدا میں — نکالے اب جو سو رخنے حیا میں

لگائی آپ تو نے آگ دل میں
مزا بخشا ہے دردِ متصل میں

سراسر ہیچ ہے عقبیٰ و دنیا
نہیں جز تیرے کچھ تجھ سے تمنا

سوالِ صبر اُسے جو دو کام تا چند
جوابِ بوسہ کب ہیں کلمۂ پند

نہ قابو ہے نہ زورِ صبر دل پر
نہیں ہے اختیاری جبر دل پر

اگر ہم سے یہی تھی کج ادائی
تو کیا تھا مدعائے دلربائی

ترے خواہاں ہیں سودائی نہیں ہیں
خدائی کے تمنائی نہیں ہیں

نہ رکھ لطفِ خداوندی سے مایوس
نہ کر بہرِ جفا پامالِ افسوس

قیامت خیز ہے دردِ جدائی
تو ہی کچھ سوچ رسمِ آشنائی

نہ ہم میں طاقتِ رفتار باقی
نہ ہم میں قوتِ گفتار باقی

فغانِ سرد کو ہے گرمجوشی
سرشکِ گرم کو ہے چشم پوشی

دلِ بیتاب قابو میں نہیں ہے
کوئی شے تھی کہ پہلو میں نہیں ہے

کہے دیتی ہیں سنجیدہ نگاہیں
چُرا لائی ہیں دزدیدہ نگاہیں

نہ پہلو میں نہ آنکھوں میں نہ لب پر
دلِ مشتاق نکلا تیری جیب پر

نہیں بے وجہ کچھ صحرا نوردی
تلاشِ دل میں ہے یہ دشت گردی

دل و پہلو کا رشتہ توڑ دیتیں
جو ہوتا دل ہی دل تو چھوڑ دیتیں

خیالِ حسنِ زیبا ہے اسی میں
بھری ساری تمنا ہے اسی میں

ترے ہاتھوں میں لے شوخِ جفا جو
دلِ سوزاں کی آتی ہے ہمیں بو

یہ شورِ حشر کیا ہے پانسری میں
دلِ نالاں چھپا ہے پانسری میں

انھیں زلفوں میں ہو اے حسنِ آفاق
دلِ گم کردۂ پہلوئے مشتاق

سزا ہے گر ہماری درد ہجراں
ہوئی دشوار و مشکل زندگانی
یہی برپا کن چرخ و زمیں ہے
یہی گنجینہ ہے رمز نہاں کا
اگر دل صاف ہے صدق و صفا میں
اگر ہووے تو ہجر و وصل مانیں
شرارت شوخی و دم حیلہ بازی
گماں اے بت جدائی کا غلط ہے
رگ دل میں مثال زلف پیچاں
تلاش و فکر ظاہر کا عمل ہے
نکلنا ہو رہا ہے تجھکو مشکل
ہوا جب ختم حال شوخ بسمل
ہوا پھر ہم آغوشی جاناں
سری کرشن آرزوئے دردمنداں
اٹھا طناز اک بانکی ادا سے
رضائے وصل خوش طرز تکلم
کسے پٹکے سے بل نازک کمر کے
مٹایا حسرت تلخی جاں کو
امنگیں حسن کی سیمیں تنوں میں

خدارا پھیر دے دلہائے نالاں
کہ ناممکن ہے بے دل زندگانی
نہیں ہے دل تو پھر کچھ بھی نہیں ہے
یہی آئینہ ہے حسن جہاں کا
تو خود پرماتما ہے آتما میں
اگر دل سے نکل جائے تو جائیں
نہیں چلتی یہاں کچھ کارسازی
یہاں دعوئے خدائی کا غلط ہے
نہیں ان سے نکلنا سہل و آساں
کہ دل خلوت گہ حسن ازل ہے
مبارک گوپیوں کو تنگی دل
رموز عشق و راز حسرت دل
جبیں فرسا گروہ مہ جبیناں
خدائے حسن چیں خود پسنداں
مکٹ لیتا ہوا جھوکے ہوا سے
صلائے بوسہ زیر لب تبسم
سمیٹا سب کی سب کو جست بھر کے
لب شیریں دئے لب تشنگاں کو
حمائل دست نازک گردنوں میں

بتانِ رشکِ بلبل گل کے تھیں ساتھ | دھرے تھے پتھروں پر پھول سے ہاتھ
لگے منتی کشائے خندۂ گل | لگے متوجہ فریادِ بلبل
دوال تھا اچپلا پیچھے ہر اک کے | چھٹی اک دوسری پکڑی لپک کے
کٹاری تھی کناری پیٹ پٹ کی | ہلاتی تھی جگر جنبش مٹک کی
کوئی سرگوشیٔ گل میں تھی مشغول | کوئی الجھائے تھی الجھے کرن پھول
لپیٹے ہاتھ میں کوئی تھی ٹپکا | کوئی دیتی تھی نٹ ناگر کو جھٹکا
لیے ہاتھوں پہ جان و دل سرمست | ہزاروں بلبلیں اک گل پہ تھیں مست
کوئی موزوں صدا و ساز مرلی | کوئی مستانہ آواز مرلی
ز شورِ ذوق میں لرزاں رگ و پے | سرایت کر رہا تھا نغمۂ نے
وہ باغوں میں بھری بوئے گل تر | ہر اک تھی شادماں جامے سے باہر
ہر اک کے رخ سے بیتابی ہویدا | ہر اک سمجھی ہوئی اپنا ہی شیدا
جو دیکھا حسنِ گل کو اپنا دمساز | ہوا کچھ بلبلوں کو عشق پر ناز
کہ ہے دستورِ ناز مہ جبیناں | غرورِ حسن ہے رسم حسیناں
ہوئیں اک بار بیتابی فراموش | سمجھ کر شاہ کو مشتاق آغوش
بنی سرکش ہر اک شمشادِ قامت | ہر اک نوخیز فتنہ اک قیامت
ہر اک سادہ میں شوقِ کج ادائی | ہر اک بیخود میں ذوقِ خودنمائی
بھری طنطنۂ نازِ بے نیازی | ادا فہمِ رموزِ عشق بازی
ہوا آگاہ حالِ رنگِ محفل | کھلا ایک ایک کا اندیشۂ دل
جہاں ہے عجز سے ہے ارجمندی | پسندیدہ نہیں ہے خودپسندی

چھوڑا کر اپنا دامن سب کو چھوڑا — ہر اک کے حسن کا ایمان توڑا
ہوا مانندِ بو گلشن سے پنہاں — بدن سے روح جیسے جسم سے جاں
چلا آنکھوں سے باہر جان ہو کر — چھپا نظروں سے انتردھیان ہو کر
گیا دامن کشاں چھٹ چور جیسے — جگر سینے سے دل پہلو سے جیسے
گروہِ گوپیاں سے ہو گئے غائب — رہا پنہاں بہت شوخ عجائب

مہاراج کے انتردھیان ہونے سے گوپیوں کی بیتابی دردِ ہجر کی بے چینی باہم کی گفتگو فراق کی اضطرابی تلاش و جستجو کی آوارگی و خرابی

کدھر ہے ساقیٔ محفل فراموش — بہ رنگِ جام خالی ہے ہر آغوش
نقاب افگن ہوا حسنِ تجلی — پھر اب بیتابیوں نے لی تعلّی
کہاں ہے بلبلِ گم کردہ دل — ہوا پر بوئے گل نے باندھا محمل
گئی گلزار سے گل کی سواری — اڑائے خاک اب بادِ بہاری
کہاں وہ نور وہ ٹھنڈی ہوائیں — زمیں جھاڑا کریں بن کی لتائیں
کلی ہر پھول کی کمہلا رہی ہے — ہر اک شاخِ شجر مرجھا رہی ہے
ہوا بن کر اڑی رنگت گلوں کی — زباں سوکھی ہوئی ہے بلبلوں کی
خزاں سے لٹ گیا گلشن کا جوبن — ہوا پر اڑ گیا ہے بن کا جوبن
عجب میلی سی رنگت ہے قمر میں — ہوئی ہے چاندنی پھیکی قمر میں
فلک پر ہے نگاہِ چشم مردم — ہوا ہے مہ شبِ مہتاب میں گم

جہاں تاریک ہے سب کی نظر میں
صدا اٹھی نہ گلبانگ درا کی
نہ بوئے پیرہن بادِ صبا میں
پریشاں گوپیاں تھیں بر سرِ راہ
گرے دامن پہ آنسو چشمِ تر سے
جگر سینے سے دل پہلو سے نکلے

پریشاں سر بصحرا تھیں ہر اک سو
ہراساں ہر طرف نظریں اٹھائے
ہر اک جانب نگاہِ حسرت آمیز
ادائے دلبری طرزِ جنوں زا

تلاشِ دلربا میں محو والہ
ہر اک خود رفتہ تھی جویائے گھنشام
بھرے کانوں میں پیچھیں کی صدا کو
اگر غنچہ کوئی چٹکا تو چونکیں
کوئی تھی دیکھتی آغوش و بر میں
نظارہ خواب سا تھا روئے گل کا

ہر اک تھی دم بخود حیران و ششدر
کدھر ہو لالجی جسودھا دلارے
کدھر ہو اے مکٹ دھاری مراری

اندھیرا چھا رہا ہے بحر و بر میں
ہوئی آہٹ نہ کچھ آوازِ پا کی
نہ باقی گونج بنسی کی ہوا میں
عجب بکھرا ہوا تھا خرمنِ ماہ
ہوا نورِ نظر غائب نظر سے
کلیجے ہاتھ کے قابو سے نکلے

بتانِ شوخ چشمانِ آہو
غزالانِ بیاباں زخم کھائے
سیہ چشموں کی چتون وحشت انگیز
پریرویاں شہری سے بصحرا

بہ رنگِ نالۂ دل تھیں روانہ
ہر اک گم کردہ تھی شوخِ دلارام
ہر ایک کہتی ہوئی آوازِ پا کو
اگر پتا کہیں کھٹکا تو چونکیں
کوئی کہتی تھی اب اب تھا نظر میں
پتہ کوسوں نہیں تھا بوئے گل کا

پکارا سب نے اک اک نام لیکر
کدھر ہو اے مری گھنشام پیارے
کدھر ہو اے مری بانکے بہاری

کہاں ہو اے چھبیلے چھیپا متوہر
پکارا ایک نے ہو سیر ان پیارے
پکارا ایک نے ہو کرشن گوپال
کہا اک نے کہاں ہے او فسوں ساز
پکاری ایک ہو ہو کرشن جی ہونٹ
غرض چلائی ہر اک نالہ و ساز
ہوا تھی پیچ بن میں روح بلبل
ہجوم گوپیان ناز پرور
گریباں تا بہ دامن چاک ہی چاک
سراپا زلف مشکیں گرد آلود
جنوں کے ہاتھ سے تھی شرم پامال
نظر نیچی پہ اونچی اونچی فریاد
وہی تھا سوز آہ مشتعل میں
نگاہوں میں وہی خوبیں کی صورت
ہر اک تھی صورت شکل پریشاں
ہر اک مصروف اپنی ہائے ہو میں
اٹھایا حشر کو شور و فغاں سے
شکایت سخت تا بہ سوسنا ہوئے کی
ستاروں سے کہیں لی ماہ کی فال

کہاں ہو اے رسیلے شیام گردھر
پکارا ایک نے ہو بنسی وارے
پکارا ایک نے ہو نند کے لال
کہا اک نے کہاں ہے او دغاباز
چھپائی ہے کہاں مکھ چندر کی جوت
نہ آئی پھر کے لیکن کوئی آواز
صبا آوارہ بہر نکہت گل
خراب کوچۂ عشق سمن بر
لباس حسن رنگیں خاک ہی خاک
جگر میں آگ لب پر آہ پر دود
نقاب رخ بنے بکھرے ہوئے بال
وہی آنکھوں میں قد سرو آزاد
وہی بنسی کے رسنے جان و دل میں
وہی آنکھوں کی پتلی شیام مورت
غرور حسن پر اپنے پشیماں
ہر اک مایوس اپنی آرزو میں
ملایا تھا زمیں کو آسماں سے
تلاش و جستجو کھوئے ہوئے کی
کہیں ذرّوں سے پوچھا مہر کا حال

زباں پر گفتگوئے جلوۂ ذات
کرائے برگِ نہالِ صحنِ گلشن
اِدھر کو آئے ہیں جدّت ہمارے
بہم سجتے کی یہ آواز کیوں ہے
کوئی اٹھتی پوچھتی سبزے سے یہ حال
یہ کیوں اک اک قدم پر بٹ رہا ہے
نہیں ہے رہنمائی سے اگر کام
شکر خوابی شبِ مہتاب میں ہے
عبث نا آشنا و پوائی ہے
خدا را سبزہ گوں بت کا پتا دے
چلی کوئی اٹھ گل و سنبل کی جانب
سنبھلی زلفیں کھلے گیسو کھلی مانگ
کبھی سوچ مکھی کے سر مکٹ کی
کوئی روکے ہوئے بادِ صبا کو
نگاہوں میں تھا قدِ شوخ بیباک
کہا سنبل کے سارے پیچ کھولو
یہ کیوں اترائی نگہت ہے چمن کی
گلوں کی کچھ ہو شاید بد معاشی
چلی آتی ہے بوئے بیوفائی

ہر اک پتے سے حسنِ سبز کی بات
ہوا او ارِ بہارِ شاخِ گلبن
کہیں دیکھے ہیں گھنشام پیارے
نہیں واقف تو برگ سار کیوں ہے
کہ تو کس پائے نازک کا ہے پامال
سبک رفتار کوئی تو گیا ہے
ڈبویا کیوں جہاں میں خضر کا نام
مقدر کی طرح کس خواب میں ہے
چمن سے کیوں تجھے بیگانگی ہے
اگر گھنشام دیکھے ہوں بتا دے
کوئی نالاں بڑھی بلبل کی جانب
لگاتی پھرتی تھیں چت چور کی تھانگ
لگی گیندے کو چوری سپٹ پٹ کی
کوئی پکڑے ہوئے موجِ ہوا کو
لگی تھی قامتِ شمشاد پر تاک
کوئی کہتی تھی سنبل کو ٹٹولو
چرا رکھی ہے بو کس پیرہن کی
ذرا ان کی بھی لو جامہ تلاشی
بھری ہے رنگ میں نا آشنائی

لبوں پر خندۂ بیباک کیوں ہے
چلی اک فتنۂ ہم رنگ قیامت
کہیں غنچے سے پوچھا گل سے پوچھا
گلوں کو دیں قسم بلبل کو سوگند
رکھا قمری نے سر پر سرو کے ہاتھ
چمن میں قہر تھا لب تشنگاں پر
پتہ پایا جب پتہ رشک چمن کا
کہیں گل میں نپائے وہ خط و خال
چمن سے کر گئے یوں گل گشت آئیں
ہوئی چاک گریباں سے جو فرصت
سحر کا پہلے ہی پھاڑا گریباں
پھر اٹھا دشت میں سامان محشر
سر شک چشم سیلاب زمیں تھا
جھکی دیکھی جو شاخ بید مجنوں
کہا اے پیرو رو دامان صحرا
تمنائے قدم بوسی ہے کس کی
کوئی خوش چشم وحشی ناز ساماں
کہا اے رام رم شوخ دلارام
سر ناز و ادائے حسن وحشت

پتہ ہو جو گریباں چاک کیوں ہے
بڑھی نوخیز اک شمشاد قامت
کہیں قمری کہیں بلبل سے پوچھا
دھرے گودی میں غنچے سے جگر بند
کہا دیکھے نہیں ہیں بیچ کے ناتھ
اُگے کانٹے تھے ہر گل کی زباں پر
نشاں دیکھا نہ ماہ انجمن کا
کیا مانند سبزہ باغ پامال
پریشاں حال ہوئے دشت آئیں
لیا دامان صحرائے قیامت
ہلال چرخ کا تار گریباں
بنا تھا برج بن میدان محشر
فلک اک دود آہ آتشیں تھا
کہا لیلیٰ وشوں نے حال مجنوں
خمیدہ صورت گیسوئے لیلا
اسے دیکھا بھی ہے حسرت ہے جس کی
مخاطب تھی سوئے خیل غزالاں
سبک رو و سبک چشم و سبک گام
شکار ناوک چشم محبت

تمہیں ہو پاسباں دشتِ جنوں کے
نگہباں گردشِ چشم فسوں کے

نگاہوں میں ہے حسن شوخ دلخواہ
یہ کس کے واسطے ہو چشم بر راہ

نہیں آیا ادھر تو کانٹہ پیارا
غزالِ شوخ بربند اپنی ہمارا

بناویں گے تمہیں زربفت کی جھول
سجاویں گے سینگوٹی ہیں کرن پھول

مگر حیواں انہیں سایہ کب تھے
ہوائے دشت ہیں رنجوزدہ سب تھے

گئیں بس التجائیں یوں ہی بے سود
کہاں صحرائیوں سے چشم بہبود

کوئی پامال سایہ رشک سے تھی
مخاطب کوئی طفلِ اشک سے تھی

کہ اے طوفان محشر سے ہم آغوش
قیامت کے لئے ہیں کیا ترے جوش

تو ہی جوشِ بہارِ خونِ دل ہے
تو ہی ہمرازِ دردِ متصل ہے

تو ہی ہے باعث آرام عاشق
تو ہی ہے قاصد پیغام عاشق

ترے رستے بنے ہیں بحر و بر میں
تو ہی چالاک ہے سب کی نظر میں

بجائے توشہ کچھ لختِ جگر باندھ
حذار اے بے تکلف اب کمر باندھ

اگر جا ہے کسی ہمراہ کو ساتھ
تو لیتا جا فغاں و آہ کو ساتھ

جب آنکھوں سے سر دربار پہونچے
قریبِ خلوتِ دلدار پہونچے

ادا کرکے سلام اول کا دستور
کھڑا رہیو ادب آموز تجھ دور

سراسر دم بخود خاموش رہنا
نظر تیری طرف اٹھے تو کہنا

کہ اے بحرِ کرم دریائے رحمت
گوارا تشنگاں پر کیوں ہے زحمت

انیسِ شب ترے اندوہگیں ہیں
جلیسِ بزم سب صحرا نشیں ہیں

نہیں قابو میں جوشِ چشم گریاں
بھلا کب تک نچوڑیں جیب داماں

جلیں رو رو کے ہر اک پل کہاں تک
سلگنا ہیں آنچ پر آنچل کہاں تک

لیا ہے جوشش گریہ سے منہ ڈھانپ
جو گیسو تھے وہ اب پانی کے ہیں سانپ

ہر اک آنسو ہے زبردست سیلاب
نقاب روئے غمگیں چادر آب

رواں فوارہ ہے ہر چشم تر کا
گلے تک آ گیا پانی کمر کا

حباب آسا نہیں سر گرد توں پر
فلک ٹوٹا ہے کیا نازک تنوں پر

غرض اے طفل اشک چشم خونبار
دکھانا چشم دیدہ حالت زار

اگر کہدے گا کل رنج و محن کو
بھریں گے موتیوں سے ہم دہن کو

فغاں و آہ تم بھی حال کہنا
زباں یاری اگر دے چپ نہ رہنا

جو کچھ دیکھی ہے حالت درد جاں کی
ملانا مت زمیں و آسماں کی

ہمارا بدگماں کو کب یقیں ہے
ہوا اکھڑی ہوئی بندھتی نہیں ہے

کوئی پیچھے کو ہٹتی تھی ہمک کے
کوئی سایہ سے کھنچتی تھی جھجک کے

مقرر رنگ تجھ میں شام کا ہے
ہمارا ہو کے بھی ہم سے جدا ہے

رواں ہی ہم سے آگے اک قدم پیش
ہمیشہ ہے چپ و راس و پس و پیش

تو ہی شاہد ہے اس بیگانگی کا
تو ہی ہمسایہ ہے دیوانگی کا

پڑے جس وقت کچھ دینا گواہی
رہے سر پر ترے ظل الٰہی

کسی کھوئے ہوئے کی جستجو ہے
کسی پائے ہوئے کی آرزو ہے

مخاطب تھی کوئی خاک زمیں سے
بہا کر اشک چشم سرمگیں سے

کہ اے خاک شفا اکسیر سیرت
سواد سرمہ اہل بصیرت

مہ و خورشید خاک افتادہ تیرے
مثال نقش پا دلدادہ تیرے

پئے نقشِ قدم اعزاز تجھکو
فلک پر لاکھ فخر و ناز تجھکو

خدارا دے نشانِ کرشن گوپال
تجھی پر ہے جہاں ہو نند کا لال

غرض سب گوپیاں تھیں سر بصحرا
پریشاں حال وحشت عشق رسوا

ادائے دلربا بیتابیٔ دل
خرام ناز مشق رقص بسمل

مژہ کانٹوں کا ٹوٹے پار ہے تھے
گریباں تا بہ دامن جا رہے تھے ۵

نرالے ڈھنگ کے تھے جیب و داماں
جنوں ساماں ہر اک بے ساز و ساماں

سوئے گردوں تھیں حسرت کی نگاہیں
لبوں پر سرد گرما گرم آہیں

نہ تھا پر اضطرابِ دل میں کچھ فرق
ہر اک پہلو وہی جولاں گہ برق

مخاطب تھی خیالِ بت سے ہر فرد
ستم میں سنائے شکوۂ درد

تصور دو بدو آئینہ تمثال
دکھایا ابتدائے عشق سے حال ۱۰

بڑھا کر ایک نے دست مناجات
سنائی مختصر سی جنم کی بات

کسی نے بیقراری کو دکھایا
کسی نے اشکباری کو دکھایا

مسدس

یاد ایام کہ پردے میں تھا حسن جاوید
لگ گئی قفل حقیقت کی کلید

یاد ایام کہ خلوت میں تھی بزم توحید
کھینچ لائی ہے عشاق کی یاں حسرتِ دید

جلوۂ حسن ازل یوں سر بازار نہ تھا
بے بہا جنس کو گاہک سے سروکار نہ تھا ۱۵

نور ہی نور تھا یہ جلوہ فزائی کب تھی
آپ ہی آپ تھا یہ وصل و جدائی کب تھی

حسن ہی حسن تھا یہ ہوش ربائی کب تھی
ذات ہی ذات تھی یہ قید رہائی کب تھی

حسن پردے میں تھا جس حسن کے دیوانے تھے
شمع خلوت میں تھی ہم بزم میں پروانے تھے

آفرینش کا سبب ہے ترا اک رنگ صفات
ہستی و نیستی دونوں میں ترے جلوہ ذات

تیری تحریک کی اک لہر ہے کل موجودات
ہیں ترے کھیل بقا اور فنا موت و حیات ۵

صورت عبد میں جوں معنی معبود ہے تو
ہست میں نیست ہے معدوم میں موجود ہے تو

خالق کون و مکان مالک امکان و وجود
پردہ بردار رخ معنی اسرار شہود

رازق جن و بشر صانع بود و نابود
خود تماشا و تماشائی حسن مقصود

جلوہ میں جلوہ گر و جلوہ نمائے عالم
بانی عالم ایجاد و بنائے عالم

مچھ اوتار ہوا پہلے تو ماہی بن کر
چاردہ رتن سمندر سے نکالے متھ کر

کچھپ اوتار ہوا صورت مہ بار دگر
تیسری بار تھا باراہ کے قالب میں گزر ۱۰

حفظ پرہلاد کو خود آپ کے نمودار ہوا
شکل نرسنگھ میں چوتھا ترا اوتار ہوا

پانچویں بار ہوا غیرت ماہ روشن
قد کوتاہ تھا تو چنبر ہو جوں سرو چمن

جلوہ گر حسن ہوا شکل باون
داں لینے کو بڑھائے ہوئے دست و دامن

کیا ہوا بل سے ترے دان کا ساماں پورا ۱۵

اک قدم بھی نہوا عالمِ امکاں پورا

ششم اوتار پرسرام کا تند و سفاک
چھتریوں کا تھا کیا خون واں پر نہ خاک
ساتویں بار شری رام شہِ عالم پاک
قاتلِ راون بدکیش و جفا جو بیباک

آٹھویں بار تھا کشن دوبالا آیا
دونوں عالم میں عجب جلوہ یکتا آیا

نورِ پنہاں کو پسند آ ہی گیا حسنِ ظہور
جلوہ گر بن کے ہوا خانۂ بسدیو میں پور
بندی خانہ تھا حقیقت کی خوشی سے معمور
۵ دل میں اک جوشِ محبت تھا تو آنکھوں میں سرور

کہتے بسدیو تھے یہ لختِ جگر میرا ہے
دیوکی کہتی تھیں گودی کا پسر میرا ہے

مجھے مادر سے غرض تھی نہ پدر سے مطلب
نہ میسر ہوئے سے لختِ جگر سے مطلب
قید خانہ سے نہ کچھ کام نہ گھر سے مطلب
تھا مگر ایک حقیقت کی نظر سے مطلب

حسرتِ دید نہاں جلوۂ جاوید میں تھی
دونوں عالم کی خوشی گریۂ تولید میں تھی

واہ وہ شام کہ کثرت سے تھی شفق نے کیا پھول
۱۰ اور وہ بھادوں کی جھڑی رحمتِ باری کا نزول
ہر دعا پہنے ہوئے پیرہنِ رنگِ قبول
ذرہ ذرہ تھا عبادت میں سراپا مشغول

گھر گھر ڈھونڈتا تھا تجلی نشیں ہونے کو
آسماں پھرتا تھا متھرا کی زمیں چھونے کو

واہ وہ شانِ کشش کاکلِ ظلمت شبِ تار
چرخ کرتا تھا زمیں پر دُرِ انجم کو نثار
ماہ کہتا تھا فلک سے مجھے صدقے میں اتار
رات تھی تا بہ کمر صورتِ گیسوئے نگار

عالم الغیب نے خود غیب کا پردا الٹا
جلوہ فرمانے نقاب رخ زیبا الٹا

نور ہی نور سیہ خانہ بسدپوس تھا
دیدہ بانوں پہ پڑا قدرت حق سے پردا

راز سربستہ کی صورت سے ہر اک قفل کھلا
چشم عاشق کی طرح حلقہ زنجیر تھے وا

جب اٹھا پردہ اسرار جز و کل کے لئے
آئی آواز کہ یہ نور ہے گوکل کے لئے

زینت دوش پدر ہو کے چلا نور نظر
۵ آب جمنا پہ پایوس تھا تا شانہ و سر

اشک بیتاب کی مانند ہوا زیر و زبر
پل پہ چھپکی تھی کہ بسد ہو گئے نند کے گھر

رشک خورشید سے اک رشک قمر کو بدلا
حکم ازلی تھا کہ دختر سے پسر کو بدلا

صبح ہوتے ہی کھلا جلوہ نور جلدیس
برج کی گوپ چلیں بن کے بلبوس نفیس

کوئی زہرہ تھی کوئی ماہ کوئی تھی مہر جبیں
نند یا پا کو بدھائی تھی جسودھا کو اسیس

دوب خوش ہو کے ہر اک اچھکاری لائی ۱۰
پالنے پھول کے خود باد بہاری لائی

دہائی دہائی تھا عروسان چمن کا ملبوس
رقص کرتے تھے شجر اٹھ کے ہر اک طاؤس

منگلا آرتی کا صحن چمن میں تھا جلوس
برگ گل ننھی سی گڑیا لیں تھی غنچہ نافوس

صبحدم پھیلی ہی جھائی رخ پرنور کی تھی
آتش گل میں لپٹ شعلہ کافور کی تھی

وجد میں جھومتی پھرتی تھی عجب باد سحر
ٹہنیاں آرتی لینے کو جھکیں تا بکمر

جھا تجھے کس طرح سے سمجھا تھا ہر اک برگ شجر
تو نہالانِ چمن سجدے میں رکھے ہوئے سر

گونج کھڑتال کی پتوں کی ہوا سے نکلی
سنکھ وہی قمری کی کوکو کی صدا سے نکلی

صرف استت تھا ہر اک نغمۂ مرغانِ چمن
پھول چن لینے کو پھیلا تھا ہر اک کا دامن
زیب سر کیا تھی کہ اڑتے تھے ہوا پر گلشن
دیوتا کہتے تھے کرشن کی جے ہو دھن

حسن میں نور سمایا تھا سیاہی ہو کر
سر پہ آیا تھا مکٹ فرِّ الٰہی ہو کر

۵

آئیں پریوں کی طرح سج کے جو موجیں باہر
گاتیاں دامنِ دریا سے کسیں سینوں پر
ساڑیاں آب روانی تھیں بندھیں تا بکمر
ہر حباب سرِ دریا تھا بنا تاجِ زر

لہر دریا سے اچھلتے کو نہال پہ نہال
وار کر پھینکدے موتی کے نہال پہ نہال

سانولے رنگ پہ زیبا تھے عجب نقش و نگار
قد بڑھا زلف بڑھی حسن بڑھا آخر کار
ایک ہی گل تھی گل گلشنِ قدرت کی بہار
پھر تو ہونے لگے اک روز میں سو سو سنگھار

۱۰

عکس سمجھا تھا کہ ہے جلوہ نمائی مجھ میں
آئینہ کہتا تھا ہے ساری خدائی مجھ میں

اب سناتے ہیں تجھے شوخ سراپا تیرا
خود ہی حیراں نہ کرے حسن خود آرا تیرا
دیکھ دکھلاتے ہیں تجھکو ہی تماشا تیرا
خود خبردار ہو اب اٹھتا ہے پردا تیرا

کاش اپنی ہی اداؤں کا تو بسمل ہو جائے
اپنا نظارہ تجھے آپ ہی مشکل ہو جائے

وہ کمل دل سے چرن اور وہ نازک کفِ پا
سنکھ اور چکر گدا اور پدم کی وہ ضیا

ہیں رگِ جانِ دو عالم کفِ پا کی ریکھا
دستِ قدرت کی لگائی ہوئی تلووں میں حنا

دلمیں آتے ہیں تو کچھ پریم کے بس آتے ہیں
یہ چرن وہ ہیں کہ جو دھیانسے دکھ جاتے ہیں

چھن میں کیا ہے جو کہئے کہ ضیا ہے ان سے
ماہ کیا ہے جو کہیں داغ لگا ہے ان سے

نور اک عالمِ امکاں میں بھرا ہے ان سے ۵
یہ کمل وہ ہیں کہ برہمانڈ بنا ہے ان سے

دھیان میں بھی کبھی ملتا نہیں آساں انکا
پریمسے ہو جاتا ہے خود سر بگریباں انکا

پردۂ چشم بنا ہے مگر ان کی زمیں
نقش ہے ان کا کہ ہے خاتمِ قدرت کا نگیں

ان سے پر نور ہوئی حسنِ دو عالم کی جبیں
دیدہ و دل ہی میں اٹھتے ہیں جو ملتے ہیں کہیں

رکھتے ہیں جاں کی طرح سے انہیں شیدا دلمیں
پتلیاں آنکھوں میں ہیں اور سویدا دل میں

سارے نظاروں میں دل ہے نظارہ انکا ۱۰
خاتمہ حسن کا ہے حسنِ دل آرا انکا

کُل ہے سنسار کے جل تھل پہ اجارا انکا
پار کر دیتا ہے اک پل میں سہارا انکا

تیرے چرنوں سے مٹا یا نہ بچھڑا کسکا
تو ہی بتلا کہ رہا بیچ میں بیڑا کس کا

انگلیاں پاؤں کی ہیں پنجۂ خورشید و مہتاب
ایڑیاں حورِ بہشتی کے زنخداں کا جواب

ساق پر نور ہیں دو شمعِ تجلی شباب
حسن کی آب ہے آئینہ زانوئے خوش آب

گوپیوں نے بھی اسی کیلئے سر پھوڑے ہیں ۱۵

اس ہی زانو نے تو آئینہ دل توڑے ہیں

وہ کمر ہے جو اٹھا سکتی نہیں بار نظر
ناف ہے بال میں الجھا ہوا ناسفتہ گہر
پیچ پٹکے کے کمر میں ہیں کہ پٹکے ہیں کمر
پایا ہے آئینہ قدرت کی صفا کا جوہر

بانسری زیب کمر ہو کے بسی ہے کیسی
کاچھنی بال میں بل دیکے کسی ہے کیسی

۵ شکم صاف میں کیا شوخی شکن ہیں بھرے
پھینک کر تختۂ الماس کے مضموں کو پرے
پیٹ سے کنگھی ہوائی شیاہم جو بانکی کمرے
طبع نے سینکڑوں آئینے دکھانیکو دھرے

حسن خوبی کی نہ مضموں سے لڑائی ہو جائے
صاف تشبیہ نہیں ہے کہ صفائی ہو جائے

دونوں شانوں میں بھری حسن تجلی کی ہے شان
نازکی دونوں کلائی کی کلا پر قربان
دونوں بازو ہیں نکلتے ہوئے عشاق کی جان
ہاتھ وہ جن کو نہیں چین سے دل کی پہچان

۱۰ دست بردی کو لگے سینے میں کیا کیا ہاتھوں
بانسری دیتی ہے دل لا کے انہیں ہاتھوں میں

انگلیاں شمع لطافت کی وہ اٹھتی ہوئی لو
دو اگر پنجہ خورشید ہیں دس ہیں مہ نو
ناخنوں کی وہ ضیا اور وہ کف دست کی ضو
وار کر پھینکدے گردوں جو مہ چہرہ ہوں سو

بے ستوں چرخ بریں کسکا سجایا ہوا ہے
دست قدرت انہیں ہاتھوں کا بنایا ہوا ہے

۱۵ کیا گلا ہے کہ صراحی کی نہیں جس سے مثال
کوئی کہتا ہے کہ یہ نور کے سانچے کا ہے ڈھال
شمع کی لو کا کوئی کرتا ہے خوش فکر خیال
سب دکھاتے ہیں غرض اپنے مضامیں کا کمال

پھر بوسۂ لب عشاق کو مانوس ہے یہ
قدرتی حسن کے بجانے کا ناقوس ہے یہ

جان شیریں سے کہیں شیریں ہے عجب بیت دہن
جسمیں برپا نہ تھا اب آ ہیں نہیں جائے سخن
منہ لگی حسن کی لالی وہ ہے غنچہ سا دہن
اس پہ قربان ہیں اگر لاکھوں ہوں قدرت کے چمن

کیا دکھایا تھا مجھے یاد ہے اس غنچے میں
گلشن عالم ایجاد ہے اس غنچے میں

لب وہ شیریں کہ لبے سی ہیں ہمدم و ہمساز
اک نئے خشک کو ہوا انکی بدولت کیا ناز
۵
بانس کی پوری ہیں پیدا ہوئی میٹھی آواز
ہستی و نیستی دونوں ہیں انہیں کے اعجاز

دیر لگتی نہیں دینے میں کچھ لینے میں
جان لیتے ہیں وہ مشتاق جان دینے میں

جلوہ ہائے لب و دنداں پہ نہیں تاب نظر
غنچہ بینی نازک ہے عجب جاں پرور
تہہ میں گلبرگ کے لپٹے ہوئے رکھے ہیں گہر
ناوک غمزۂ دلدوز ہے پیکاں دو سر

فکر گلزار حقیقت کی ہے گل چینی کا
لطف ہے اہل نظر کو یہیں حق بینی کا

وہ کپول اور وہ انوار تجلی کی ضیا
عکس افگن جو ہوا نور درخشاں انکا
حسن کی شمع فروزاں ہیں عجب جلوہ نما
بڑھ گئی اور بھی آئینۂ قدرت کی جلا

اور ہی نور ہے جس نور کے رخسارے ہیں
اور ہی ماہ ہے وہ جسکے یہ مہ پارے ہیں

سبزہ گوں حسن کے کیا گہری ہیں رنگت انکی
گل نچوڑا ہے مگر گلشن قدرت ان میں

تارِ شیرازۂ کونین ہیں پیچاں گیسو
رخ پہ بے وجہ نہیں ہیں یہ پریشاں گیسو

طرۂ حسن سرِ عالمِ امکاں گیسو
دولتِ حسنِ ازل کے ہیں نگہباں گیسو

کنڈلیاں مار کے بیٹھے ہیں غضب پر کالے
کان کے پاس کے مشہور ہیں کنڈل والے

برج بالا قد بالا کی ہیں کیا کیا پامال
کر پٹ کنڈل وہ مکٹ اور وہ جٹی بال

تو تو کچھ تو ہی ہے دیں کس سے بھلا تجھکو مثال
پیت پٹ کاچھنی جامے کی پہنے بالا مال

نند کا لاڈلا جسودا کا دولارا تو ہے
سب ہیں تیرے بتِ بیباک ہمارا تو ہے

یہ تو سب دیکھ لئے تیری تجلی کے ظہور
تو ہی بتلا کہ کہیں دردِ جگر کس کے حضور

کچھ ہماری بھی خبر ہے بتِ خود بیں مغرور
کر دئے سینے میں بیتابئ دل نے ناسور

حسنِ نمکیں سے ہے اک شورِ قیامت برپا
فتنۂ قامتِ موزوں سے ہے آفت برپا

واہ اے عشق فسوں ساز تری خوش سحری
واہ اے عشق جنوں ساز تری شوریدہ سری

واہ اے عشق حیا کار تری پردہ دری
واہ اے عشق جگر دوز تری بخیہ گری

دامنِ دشت سے وحشت کے گریباں ٹانکے
خار نے پانو کے چھالوں سے بیاباں ٹانکے

رازِ سربستہ کی کھلتی ہے حقیقت تجھ سے
ایک ہی رنگ پہ ہے وحدت و کثرت تجھ سے

حسنِ پنہاں کی نظر آتی ہے صورت تجھ سے
ایک ہی بزم میں ہے خلوت و جلوت تجھ سے

دشت میں ذرہ اور ذرہ میں صحرا تو ہے

موج میں بحر ہے اور قطرہ میں دریا تو ہے

اس سے پہلو سے بت شوخ ہیں خواہاں تیرے
واقف حسن نہ تھے بے سروساماں تیرے
آئینہ خاک میں تھا جب سے ہیں حیراں تیرے
جانتے بھی نہ تھے گیسو کو پریشاں تیرے

ایک تھے وصل و جدائی کو سمجھتے کب تھے
اے صنم تیری جدائی کو سمجھتے کب تھے

۵

اے دل و جان و جگر کرشن کنہیا پیارے
نازک اندام ہیں وحشت تو وہ آفت مارے
ڈھائی بانسری دھن سر یہ قیامت بارے
سر بصحرا ہیں ترے چاک گریباں سارے

کل تلک بولتے تھے مور بیابانوں میں
آج دیوانوں کا ہے شور بیابانوں میں

اے دلارام جہاں نند دولارے گھنشام
ننگ ناموس پہ ہر چند ہوں لاکھوں الزام
لے گئی ایک ہی چتون کے صبر و آرام
کام رکھتے نہیں کونین سے تیرے ناکام

خلوت خاص ہے اغیار کو یاں راہ نہیں
پاک دامانی پہ وصفا ہے تو پرواہ نہیں

بانسری او لب جمنا پہ بجا نیوالے
خاک عشاق سے دامن کے بچا نیوالے
چاندنی رات میں او آگ لگا نیوالے
دیکھتا جا ہیں منہ پھیر کے جا نیوالے

نہ چھپے گا نہ چھپے گا کبھی جلوہ تیرا
دیکھ ہر ذرہ میں ہے حسن سراپا تیرا

او دل آزار کھلا جاتا ہے راز نہاں
او ستمگار غلط لطف و کرم کا تھا گماں
او جفاکار عبث شرط وفا کا تھا بیاں
او ترا کار کہاں تجھ میں محبت کا نشاں

کاش بدنام نہ ہو جائے محبت تیری
بے وفا دیکھ نہ کھل جائے محبت تیری

ہم تو کیا حسن کی اپنے بھی نہ تھی تجھ کو خبر — سامنے آنکھ نہ اٹھتی تھی کہاں ترچھی نظر
دھرنا آتا تھا نہ سیدھا بھی مکٹ کا سر پر — یوں کسی جاتی تھی کب کھینچ کے پٹکے سے کمر

تم نے ہیں کب سے سنگھوڑے چبائے لب تک
کالی کملی کی جگہ دوش پہ گیسو کب تھے

سانولے رنگ پہ پہلے تو تجھے ناز نہ تھا — بھولی صورت تھی کرشمہ نہ تھا انداز نہ تھا ۵
ہم ہی ہمراز تھے سربستہ کوئی راز نہ تھا — لب تھا جاں بخش ہر اک بات میں اعجاز نہ تھا

تم کو کیا سیٹی بجانا بھی نہیں آتا تھا
راس کیا پاؤں اٹھانا بھی نہیں آتا تھا

اب تلک کھیل سمجھتے تھے تماشا تیرا — کھل گیا چاک گریبانوں پہ پردہ تیرا
تو چھپا پیش نظر سے وہی جلوہ تیرا — کھینچے پھرتا ہے بیابانوں میں سودا تیرا

سہل سیٹی تھی کہ پوری کو چھپا رکھا تھا ۱۰
بانسری بانس کی پوری کو چھپا رکھا تھا

خود فراموش ہوئی تھیں تری بنسی سن کر — شوق بیتاب نے پردے میں کیا تھا مضطر
جوش وحشت نے نکالا ہمیں گھر سے باہر — غیرت ماہ نہ تھی یوں ترے چھپنے کی خبر

خاک اس دل پہ پڑے ہم کو ستایا جس نے
آگ لگ جائے شب مہ کو جلایا جس نے

سیر بن کی وہ ہوا اور وہ عجب باد بہار — وہ خرام لب جو قامت سرو طرار

وہ لب لعل و لب نے کا وہ حسن تکرار
کھینچ کر لے ہی گئی بانسری صبر و قرار

کیسا ڈالا ہے غضب حسن کے متوالے نے
آسماں سر پہ گرایا ہے مکٹ والے نے

خود نمائی سے خجل شوخ خود آرا ہم ہیں
غرق دریائے ندامت میں سراپا ہم ہیں
ننگ ناموس مٹائے ہوئے رسوا ہم ہیں
جان گم گشتہ کی پاتے ہیں تمنا ہم ہیں

کاش پھٹ جائے زمیں ورنہ سما جائیں ہم
ہر شب ماہ میں اے بت تجھے یاد آئیں ہم

۵

آہ گیسوں میں رہا اور نہ رہی زلف میں بل
جیب میں تار نہیں چولی پہ کیسے آنچل
ٹھہری ہی ہے تپ غم سے دل جاں میں پل پل
خاتمہ کر ہی گئی ایک نگاہ اول

جلوہ حسن کو دکھلا کے بہ پردہ کیا ہے
آخر اے شوخ گناہ دل شیدا کیا ہے

ہائے پریم ہوئی کیا صحبت پیر ہنا ب
غیرت ماہ نے ڈالا رخ انور پہ نقاب
چشم مشتاق ہوئی جوشش گریہ سے پر آب
دل شکستن کی صدا آئی نہ تا شد حباب

۱۰

آگ تو لگ گئی سوزش غم کی تن میں
کنج میں بھی تو بجی بانسری ورند بن میں

درد کھینچے ہیں کسے اور کسے سوزش جاں
دل ہوا کرتا ہے کس طرح سے پہلو میں تپاں
آنکھ کیوں بند رہا کرتی ہے بینا ہو کر
کچھ بھی تسکیں نہیں کیوں سینے میں اٹھتا ہے دھواں

آشنا گل کی ہے پر واقف فریاد نہیں
ہم وہ بلبل ہیں جنہیں طرز فغاں یاد نہیں

سرد مہری نے غضب آگ میں ڈالا ہم کو
جیتے جی تیزی اے شوخ نکالا ہم کو
صاف اندھیر ہوا سہ کا اُجالا ہم کو
بیقراری نے کیا ہے تہ و بالا ہم کو

پھینکدیتی ہے اوچھے وہ پٹک دیتا ہے
نہ زمیں لیتی ہے ہمکو نہ فلک لیتا ہے

سرو آزاد تجھے قامت رعنا کی قسم
پیچ میں جو ہو ترا اس کی تمنا کی قسم
گیسوؤں والے سر زلف چلیپا کی قسم
۵
تشنہ پا پا کی قسم تجھکو جیسو دہا کی قسم

کاش اے ڈہیلے بہانے جو کسی کی سوگند
سب سے پیاری تجھے بلبسی ہی اُسکی سوگند

رحم کر رحم ذرا اپنے پریشانوں پر
زور اب دست جنوں کا ہے گریبانوں پر
حشر سا حشر ہے برپا ترے دیوانوں پر
زخم دل ٹوٹ کے گرتے ہیں نمکدانوں پر

کثرت درد سے اب درد جگر کچھ بھی نہیں
بیخبر اب تو خبر لے کہ خبر کچھ بھی نہیں

گوپیوں کی جستجو نقش قدم کا ملنا مہاراج کا پرگھٹ ہونا

کدھر ہے ساقی دامن کشیدہ
جبیں ہوں بہر سجدہ نور آگیں
غرض جب حد سے گذرا درد جانکاہ
۱۰
کہیں پامال غم آفت رسیدہ
دکھا نقش کف پائے نگاریں
رہی باقی نہ تاب نالہ و آہ

برہنہ سر گروہِ حشر رفتار — چلیں رک رک کے مثلِ نبضِ بیمار
بھرا ہر آبلے کا منہ تھا خوں سے — شکستہ لذتِ خارِ جنوں سے
کمر ٹوٹی ہوئی تھی آرزو کی — تھکی نظریں تھیں چشمِ جستجو کی
کہ ناگہ نقشِ پائے یار دیکھا — زمیں کو غیرتِ گلزار دیکھا
ٹھٹک کر رہ گئی اک غیرتِ ماہ — ٥ — کیا نقشِ قدم نے سب کو آگاہ
جھکا کر مہ جبینوں نے جبیں کو — لگایا نقشِ پائے نازنیں کو
کہا سب نے یہی پا کا نشاں ہے — جو سب کے دیدہ و دل میں نہاں ہے
جبیں فرسا ہوئیں نقشِ قدم سے — لیے بوسے لگا کر چشمِ نم سے
کیا آگاہ منزل نقشِ پا نے — تسلی دی امیدِ مدعا نے
تشفی دی دلِ اندوہ گیں کی — ١٠ — بندھا لی آس سجدے نے جبیں کی
نکل آیا حصولِ دشت گردی — بڑھا آگے کو شوقِ رہ نوردی
ہر اک محوِ سراغِ نقشِ پا تھی — غزل خواں شوق میں خوش ادا تھی

غزل

نشاں پائے نگیں سے سراغِ مہ جبیں پایا — شبِ مہتاب میں صحرا کا صحرا گل زمیں پایا
ترے نقشِ قدم پر ہے سرِ خیلِ پری رویاں — مٹا کر نقش نام اپنا سلیماں کا نگیں پایا
بڑھایا سجدہ نقشِ قدم نے حسن آرائش — ١٥ — نشاں پا کو طلب سر کی طرح زیبِ جبیں پایا
ملیں آنکھیں جگہ آنکھوں کی خاکِ کفِ پا — ہر اک نے دیدۂ حیراں کو اپنے سرنگیں پایا

وہ باغِ خاکِ صحرا عرش تک پہنچا نہیں اب تو
قدم چھو کر زمیں نے رتبۂ عرشِ بریں پایا

شمیمِ کاکلِ مشکیں اڑی پھرتی ہے صحرا میں
غزالِ چیں کو مستِ بوئے زلفِ عنبریں پایا

نہ آیا اٹھ کے پہلو تک کبھی نقشِ پائے نازک سے
دلِ مضطر کو کیا اچھا مقامِ دلنشیں پایا

ستاروں کی طرح کب سے چھپا ہے ذرے روشن ہیں
زمیں نے آسماں سے بڑھ کے بہ ماہِ مبیں پایا

اجازت شرم نے اک دم نہ دی اظہارِ گریہ کی
ہمیشہ اشکِ چشمِ تر کو زیبِ آستیں پایا

ادا سے نقشِ پا کی ہر تصویر یوں اٹھی
طبیبِ سر بالیں مسیحی نے کیا لبِ جاں آفریں پایا

خوشا تیرا مقدر وادیٔ غربت میں ہے شعلہ
کہ بہرِ سجدہ نقشِ قدم شعلؔ جبیں پایا

نظر بازانِ چشمِ شوق و امید
بلا گرداں ذوقِ حسرتِ دید

کیا سب نے نشانِ پا کو رہبر
چلیں سب سر کے بل نقشِ قدم پر

ہوئے شوق میں جو پائے گمنام
بڑی بحثیں کھوج لیتی چند ہی گام

زمیں پر تھی ہر اک کی چشمِ پرغور
ملا نازک سا اک نقشِ قدم اور

جھجک کر نقشِ پائے ہمسفر سے
کہا سب نے تعجب کی نظر سے

قیامت شورِ محشر سے بہم ہے
یہ کس کا دوسرا نقشِ قدم ہے

رواں ہے ساتھ رشکِ ماہ کوئی
برنگِ سایہ ہے ہمراہ کوئی

نہ تنہا ہیں ہے کوئی فتنہ رواں ہے
ہمارے پاؤں کا سا ہی نشاں ہے

ہوا ہے نرگسِ پردرد دل سخت
خوشا طالع خوشا قسمت خوشا بخت

سرِ پرسش کی دمساز ہے کون
بتِ نازک بدن ہمراز ہے کون

زمیں بگڑی بتانِ سرو قد نے
جلایا غیرت و رشکِ حسد نے

کہاں دل ہیں کہ یارب کون ہے یہ
بت شوخ شکر لب کون ہے یہ

رفیق جان جاناں کون ہے یہ
انہیں ذوق نہاں کون ہے یہ

زمیں پر ہیں قدم آنکھوں میں گھر ہے
کوئی تو ہے جو منظور نظر ہے

حمائل کس کی ہے زلف سیہ پوش
ہوا ہے نازکس کا زینت دوش

۵ کوئی تو ہے نثار چشم و ابرو
کوئی خوش چشم ہے ہمراہ آہو

کوئی ہے مے پرست چشم خوبیں
کوئی تو ہے پیوستہ چشم خوبیں

کوئی تیغ نگہ پر سر بکف ہے
کوئی تو تیر غمزہ کی ہدف ہے

مذاق زندگی کھویا ہے سب نے
لئے شیریں وہ لب کس تشنہ لب نے

حسد سے تھا لبوں پہ آہ و نالہ
غزل خواں تھی ہر اک شاخ غزالہ

غزل

۱۰ آشفتہ سر ہو ساتھ تیرے پیرہن میں کون
الجھا ہوا ہے زلف شکن در شکن میں کون

ہاں اس طرف بھی ایک نظر دور سے سہی
بیٹھا ہے او قریب عدو انجمن میں کون

دل میں اگر نہیں ہے خیال لب ملیح
بھرتا نمک ہے زخم جگر کے دہن میں کون

ہے تیرے نقش پا کے قریں نقش پائے غیر
آیا ہمارے تیرے سوا پیرہن میں کون

صیاد کو گماں کبھی گلچیں کا وہم تھا
کھٹکے پہ بلبلوں نے پکارا چمن میں کون

۱۵ کیا کیا غم فراق میں غربت وطن سے ہے
سچ ہے شریک ہوتا ہے رنج و محن میں کون

نکہت کو بلبلوں سے بھی ہیں پردہ داریاں
مانند بو ہے خلوت گل پیرہن میں کون

غربت میں رہتے رہتے زمانہ گذر گیا
شعلہ اگر گئے بھی ملیگا وطن میں کون

ہر اک جویاں سراغِ مدعا کی ۔۔۔ ہر اک حیراں نشانِ نقشِ پا کی
نہ دیکھا شوخ یکتا ماہ منزل ۔۔۔ بڑھی نقشِ دوئی سے حیرتِ دل
نگہ جھپکا جو اک دم چشمِ نم کو ۔۔۔ نہ پایا دوسرے نقشِ قدم کو
شگوفہ تھا بیاباں میں عجائب ۔۔۔ ۵ ۔۔۔ ہوا تھا نقشِ پا سے غیرِ غائب
ہر اک ششدر کہ اس کا مدعا کیا ۔۔۔ ہر اک مضطر کہ ہے یہ ماجرا کیا
ہوئی حیراں نگاہِ چشمِ مردم ۔۔۔ کہ تھا یاں عکس بھی آئینے میں گم
نشانِ پا نہیں ملتا زمیں پر ۔۔۔ گئی کیا مثلِ مہ چرخِ بریں پر
کہا اک ماہ وش نے بے تامل ۔۔۔ یہ کیسا بیخودی میں ہے تغافل
پیادہ پا جو آئی ہے بہت دور ۔۔۔ ۱۰ ۔۔۔ ہوئی ہے نازنیں چلنے سے معذور
پڑے ہونگے قدم اٹھنے کے لالے ۔۔۔ ہوئے ہوں گے حنائی پاؤں میں چھالے
رہی ہوگی نہ تابِ رہ نوردی ۔۔۔ کہاں عورت میں اتنی پامردی
بہت خورشید رو نے پا کے مضطر ۔۔۔ اٹھالی مثلِ شبنم ماہ پیکر
ہلال آسا کشادہ کر کے آغوش ۔۔۔ کیا ہے مثلِ کاکل زینتِ دوش
کوئی انداز ہے جو بھا گیا ہے ۔۔۔ ۱۵ ۔۔۔ بہت بے رحم کو رحم آگیا ہے
اسی حیرت میں تھیں حیرت سرانجام ۔۔۔ تلاش گرشن میں پا ہوں ناکام
نہاں دیکھا یکایک مدعا کو ۔۔۔ نہ پایا پا سے شیام نے بھی نقشِ پا کو
گریں سب اشک کی صورت زمیں پر ۔۔۔ لگائی خاکِ صحرا کی جبیں پر

دیا تھا ہاتھ سے آئے ہوئے کو
غضب تھا کھو دیا پائے ہوئے کو

غزالِ شوخ رم کی جستجو ہے
نگاہِ وحشت آگیں چار سو ہے

کہ ناگہ اک پری رو شمع رخسار
ہوئی کچھ دور صحرا میں نمودار

کہا سب نے وہی ہے نازک اندام
وہی ہے یہ جو تھی ہمراہ گلفام

۵ وہی حیرت نما و فتنہ زا ہے
وہی آئینہ وار نقش پا ہے

یہی تھی مثل دل پہلو بہ پہلو
یہی تھی دوش پر مانند گیسو

قیامت قد وہی ہے حشر رفتار
وہی ہے بستۂ دامانِ دلدار

اسی کی رشک دل کو جستجو تھی
یہی ہمراہ گل مانند بو تھی

ہوئیں آ کر فراہم چار سو سے
تلاشِ گل میں حیراں گل کی بو سے

۱۰ مناسب کا خیالِ لاابالی
وہی نکلی وہی پرسانہ والی

کہا ہر اک نے اے ہمراز و ہمدوش
کہاں چھوڑا بتِ غارت گرِ ہوش

ترے آگے کہاں ہو سدہ ہماری
ترا ہی نام تو تھا پران پیاری

بتا ہے کس طرف شوخ دلآرام
کہاں ہے آرزوئے جان گلفام

جو پوچھا حال رشکِ گل کا سب نے
کہا اک آہ بھر کر غنچہ لب نے

۱۵ کہ میں بھی ہوں شریکِ غم تمہاری
کہاں ہمدوش ہوں ہمدم تمہاری

سراسر تازہ تر حسرت ہے میری
فزوں کچھ تم سے بھی حیرت ہے میری

فریبِ مہربانی میں پھنسا کر
گیا جانے کہاں دامن چھڑا کر

اکیلا چھوڑ کر رنج و قلق میں
گیا آوارہ دشت لق و دق میں

نہیں رکھتا کسی سے کام خودکام
غلط نکلا غلط شوق دل شیام

بظاہر گرچہ خواہاں ہے سبھی کا
کسی کا ہے نہ ہوگا وہ کسی کا

نگہ تھی ابروؤں پر کیا خبر تھی
اُسے منظور یوں قطع نظر تھی

گیا پہلو سے تیرِ دل نکل کر
نظر سے چھپ گیا کچھ دور چل کر

چلو میں بھی تمہارے ساتھ اب ہوں
جو تم ہم سے رہو میں جاں بلب ہوں

۵ نہیں درماں پئے آہ دمِ سرد
نہیں معلوم کچھ بھی چارۂ درد

ملی جیب بسملوں میں تازہ بسمل
نمک افشاں ہوئی بیتابیِ دل

تصور میں خودی سے بیہشی تھی
تحیر میں سکوت و خامشی تھی

تلاشِ شام کی باہم تھی تکرار
کہ اٹھی عشق کی اک تجربہ کار

کہا پیکارِ فکرِ جستجو ہے
عبث ذوقِ حصولِ آرزو ہے

۱۰ نہیں کیا ہو تمہارا مدعا کب
رضائے یار میں چون و چرا کب

نہیں وہ آشنائے نکہتِ گل
نہ پروائے دمِ فریادِ بلبل

وہاں کب وہم کو ہے بارِ خلوت
گماں سے دور ہیں اسرارِ خلوت

ہیں پیش درو دیوار ہما غافلِ راز
نہیں سامانِ ظاہر پر ہوا ناز

مہ و خورشید و اختر ارض و افلاک
حواس و ہوش و عقل و فہم و ادراک

۱۵ جہاں تک ہے تلاشِ نفی و اثبات
نہیں پا سکتے اُس کی کنہ کی بات

کہیں غائب کہیں مانوس ہے وہ
کہیں شُن ہے کہیں محسوس ہے وہ

رہا آنکھوں میں شوقِ دید بن کر
بھرا دل میں کہیں امید بن کر

وہی ہے روز و شب وہی مہ و سال
وہی ہے ماضی و مستقبل و حال

کہیں سایہ میں یا سایہ دھوپ میں چھپا
ہزاروں روپ میں ہے ایک ہی روپ

یہی بہتر ہے بے تکرار ہو کر — رہو محو جمال یار ہو کر
ثبات زندگی ہے نقش بر آب — خیالات جہاں ہیں خواب ہی خواب
اگر روشن نگاہ دوربیں ہے — ہر اک سو جلوۂ عین الیقیں ہے
نجات دلکش ہے یاد گرامی — ہے وصل اصل ذکر نام نامی
نہیں دنیا و ما فیہا سے کچھ کام — یہیں بیٹھی بھجو ہر نام کا نام ۵
تن پر داغ خود ہے مرگ چھالا — شریک سرخ ہیں ہو نگے کی مالا
تپش کیا کم ہے آہ متصل کی — لگی وہ ہوئی ہے ہردم سوز دل کی
جگر کی خاک سے بھبھوتی رما ہیں — یہی زلفیں ہیں جوگی کی جٹائیں
سہائی بھگت کا ہے پریم بس ہے — سنا ہے آپ ہی فریادرس ہے
بڑی تاثیر ہے درد جگر میں — اثر کرتے ہیں سب آہ سحر میں ۱۰
عجب کیا ہے ہمیں سے عیاں ہو — بت نا مہرباں خود مہرباں ہو
پسند گفتگوئے شوخ ہمدرد — ہر اک بیٹھی زمیں پر صورت گرد
پسند دل ہوئی خلوت گزینی — پئے ذکر صنم گوشہ نشینی
ہوئیں مصروف یاد جلوۂ ذات — زباں پر حفظ بازی و طلسمات
ہر اک محو خیال راحت جاں — پئے اظہار درد دل غزلخواں ۱۵

غزل

کہاں ہو اے بت رشک قمر ہم سے جدا ہو کر — ڈراتی ہے شب مہتاب اب کالی بلا ہو کر

ہوا ہے آہوئے رمخوردہ کیوں غائب نگاہوں سے
پڑی ہیں راہ میں آنکھیں ہماری نقشِ پا ہو کر

نہ یہ شانِ رحیمی ہے نہ یہ شانِ کریمی ہے
بتِ بیدرد یہ بے رحمیاں کیسی خدا ہو کر

بھرا ہے انتظارِ جلوۂ دیدار آنکھوں میں
شبِ ہجراں تشفّی کرتی ہے روزِ جزا ہو کر

بتِ بیداد گر ڈر ہے تری نازک مزاجی کا
زباں پر نالۂ شبگیر آتا ہے دعا ہو کر

یہ بیتابی نہیں تھوڑی یہ بے چینی نہیں تھوڑی
کریگا درد جانے اور کیا اس سے سوا ہو کر ۵

شبِ فرقت کے سوئے روزِ محشر تک نہ اٹھینگے
اگر فتنہ نہ چونکا دے تری آوازِ پا ہو کر

تجھے تو کیا کہیں شکوہ ہے پر تیرے تصور سے
کسی کے دل میں کیوں جا بسے ہمارا مدعا ہو کر

بڑھا ہے جوشِ گریہ اب بچانا اپنے گوکل کو
نہیں ہے اندر کا طوفان جو دب جائے بپا ہو کر

نشانِ پائے جدت مٹا دوں نقشِ ہستی کو
فنا ہو جاؤں یوں شعلہ تو کیا لونگا بقا ہو کر

تصور مادھوری مورت کا سب کو
خیالِ بانسری ہر جاں بلب کو ۱۰

ہر اک لمحہ ہر اک ساعت ہر اک آن
صدائے مقدمِ دلدار بر کان

عجب تھا حال ہر اک نازنیں کا
بچھونا خاک کا تکیہ زمیں کا

ہوئی تھی روزِ محشر ہجر کی رات
خیالِ شیام سے تھیں خوش و خوب بات

کہ اے غارتگرِ جانِ تمنا
حریفِ ساز و سامانِ تمنا

یہ کیا نقشہ ہے کیوں دامن کشی ہے
یہ کیا پہلو ہے کیوں پہلو تہی ہے ۱۵

اٹھایا گوپیوں سے ہاتھ تو نے
دھرا کر نام گوپی ناتھ تو نے

کریں گر یوں ہیں ہم سے رہے گا
زمانہ نام سنکر کیا کہے گا

چھٹا گر گوپیوں کے نام کا ساتھ
تو رہ جائے گا باقی ناتھ ہی ناتھ

اٹھائی ہو گی خاص و عام سے شرم
ہوا کرتی ہے آدھے نام سے شرم

مٹا دے خلق کے الزام کو بھی
نہیں چھوڑا تو چھوڑ اس نام کو بھی

اگر سمجھا ہوا ہے اے دلارام
کہ سب لیتے ہیں آدھا پیار کا نام

تو یہ رتبہ جسودہا کے لئے ہے
یہ شایاں نندبابا کے لئے ہے

پھر اس میں بھی ہے سب کو جائے تکرار
غلط ترکیب میں ہوتا ہے انکار ۵

جو آدھا نام ہو جاتا ہے پیارا
سہرے کے لفظ ہوتے ہیں دلارا

سر نام گرامی ہیں ہمیں تو
کہ نصف نام نامی ہیں ہمیں تو

نہیں ہے نام کو بھی اس میں وسواس
ہوا کرتا ہے کچھ ہمنام کا پاس

گوارا نام سے ہے ننگ تجھکو
محبت میں ہے عزم جنگ تجھکو

کسے ہے تاب فرقت ایک دم کی
کوئی حد بھی وفور درد و غم کی ۱۰

کہاں تک بے وفا نامہربانی
رہی ہے کوئی دم کی زندگانی

غضب ٹوٹا ہے دل پر جان پر قہر
قیامت آ رہی ہے فتنۂ دہر

نقاب رخ ہے دود شعلۂ آہ
ہوا جاتا ہے غارت حسن دلخواہ

لٹا رکھا ہے، درد متصل نے
بنا رکھا ہے بسمل زخم دل نے

بلا ہے سرگذشت شام ہجراں
غم و اندوہ و حسرت یاس و حرماں ۱۵

ہمارا غم ہمارا ہی ناتوانی
نہیں سنتا کوئی ساری کہانی

دل بد بیں نہیں آگاہ تیرا
ہے مثل رنگ سینہ سیاہ تیرا

عیاں ہے ذات اے ہرجائی تیری
ہمیں معلوم ہے ٹھکرائی تیری

کہاں رہئے ساری رات کوئی
نہیں بنتی بنائے بات کوئی

بگاڑ اب درد و پہلو میں ہوا ہے بکھیڑا دست و زانو میں ہوا ہے
سرِشک تر سے ہے گلگوں گریباں ہوا ہے آبشارِ خوں گریباں
بہے جاتے ہیں نالے چرخ منزل گھسیٹا ہے طپش نے دامنِ دل
جلا جاتا ہے خود آنکھوں میں پانی بھڑکتی ہے تپِ سوزِ نہانی
ہوا ہے اضطرابی کا تماشا ۵ روانہ ہر طرف ہیں بے تحاشا
کھڑی ہیں بیستوں کے توڑنے کو جگہ ملتی نہیں سر پھوڑنے کو
ہراساں بے خود و بیتاب و مضطر ملول و خوار و محزوں خاک بر سر
نہیں آتا سرِ بسمل پہ کوئی چھری سی پھیرتا ہے دل پہ کوئی
کلیجے ہو رہے ہیں پاش پر پاش جگر کے آ رہے ہیں قاش پر قاش
زمیں پر لوٹتی ہیں تیری غمناک ۱۰ ہوئی ہیں کاکلیں آلودۂ خاک
طمانچے پنجۂ وحشت نے مارے گلِ رخسار کے ہیں پارے پارے
ہوئے ٹکڑے لباسِ خوش نما کے پڑے بکھرے ہیں زیور دست و پا کے
اثر کچھ سیت پٹ کا ہے نمودار بنی ہیں سر سے پا تک زعفراں زار
تری بیکسی نے کیا بدلا نکالا گلا گھوٹے ہوئے آتا ہے نالا
شہ رہیں آنسوؤں سے چشمِ تر میں ۱۵ لگی ہے آگ سی تارِ نظر میں
دوبالا کیا جوشِ قلق نے بہت سے کھائے پلٹے ذوقِ شوق نے
لک گرتا نہیں ناکامیوں پر زمیں پھٹتی نہیں بدنامیوں پر
ماں ہے کس طرف بیدادگر ہے خبر سب کچھ ہے پر کچھ بے خبر ہے
زر دکانہ چشمِ جوش زن کو پھریگا ڈھونڈھتا ہی بیچ بن کو

نہ ہو الزام اشکِ تہ نشیں پر — کہ دم کی جست نہ پائے گی زمیں پر
ابھی تیرے گا گوبردھن کا ٹیلا — کبھی دیکھی نہیں آنکھوں کی لیلا
ترے پہ کوس چوراسی ہیں کتنے — زمیں پر برج کے باسی ہیں کتنے
بہالے جائے گی سب کو روانی — دکھائی دے گا سو سو کوس پانی
اثر گہرا ہے اشکِ تہ نشیں کا — رفو ہوگا نہ اک رخنہ زمیں کا ۵
قیامت دیدۂ گریاں سمجھنا — نہ ان کو اندر کا طوفاں سمجھنا
نہ رہنا اس بھروسے اے جفا کار — کہ اک انگلی پہ تھا کوہ گرانبار
پہ جوشِ اشک تا تحت الثرا ہے — زمیں ساری اٹھا لے گا تو کیا ہے
پتے ملتے نہیں ہیں بحر و بر کے — اچھلتے کب ہیں ڈوبے چشمِ تر کے
خیالِ جبر و کیا کل کو بچانا — نہیں کیا سارے گوکل کو بچانا ۱۰
غلط روداد یہ غم کی نہیں ہے — کہ غوصِ حال سے دیکھی نہیں ہے
ذرا تو رحم کر او برج والے — کہاں تک کوئی بیتابی سنبھالے
تو ہی خود دیکھ لے آکر سرِ راہ — خرابیٔ عمر و سامانِ شبِ ماہ
گوارا ہم پہ یہ آفت کہاں تک — تجاہل ہے یہ غفلت کہاں تک
تو پھر کس کام آئے گا ہمارے — بچے جب پیر ان پھر کیا پران ہمارے ۱۵
گھٹائی الفت اتنی غیرتِ بدر — قدردانِ محبت کی نہیں قدر
وہ ماکھن اور وہ مصری ہر سویرے — نہیں واقف نہیں ہنگامہ و فیض تیرے
کہاں ہوتی ہے سچی چور کی بات — گئے غارت کہا کر شیر و خیرات
سمجھ رکھا تھا کچھ جب گیر تو نے — بہت توڑے ہیں ظرفِ شیر تو نے

نہ سیدھا باندھنا آتا تھا ٹیا ۔ ہنسا پھرتا ہے اب لالا چکینا

وہی ہم ہیں ذرا تو سوچ جی میں ۔ ہماری ڈھونڈھتی ہر اک گلی میں

نہیں اب تیری الٰہی جستجو ہے ۔ نگاہِ حیرت افزا چار سو ہے

پسند دل ہماری اب ہے فریاد ۔ بہت بھولا ہوا ہے یاد کر یاد

جسے دیکھا وہ تیرا مبتلا ہے ۔ گناہِ دوستی ہم پر ہی کیا ہے ۵

رہیں صحرا نشیں یا یوں کہاں تک ۔ سزائے رخصتِ ناموس کب تک

نہیں اک دم بھی اب تاب جدائی ۔ وہی ہو پھر وہی جلوہ نمائی

بن میں سری کرشن مہاراج کا پرگھٹ ہونا اور باہمی گفتگو

کدھر ہے ساقیٔ مست مئے ناز ۔ اٹھا دے درمیاں سے پردۂ راز

دکھا دے جلوہ ہائے حسن مستور ۔ نظر کا ہو نظارہ نور ہی نور

گئی حد سے گذر جب بیقراری ۔ سنی آخر صدائے آہ و زاری ۱۰

کیا گھر اپنا اشک چشم تر نے ۔ جگہ کی دل میں آہِ پُر اثر نے

ہوئی کوتہ شب غم طول ہو کر ۔ دعائیں آ گئیں مقبول ہو کر

کھلی رشک قمر کی پردہ پوشی ۔ ہوئی ٹھنڈی فلک کی گرمجوشی

خوشی پھر آرزوئے دل نے دکھائیں ۔ تمنائیں گئیں سب لوٹ آئیں

جفا میں بھی ہے اسکے لطف اخلاص ۔ کہ ہے عشاق سے اک نسبت خاص ۱۵

گروہ گوپیاں بیکس و خوار ۔ سراپا انتظار جلوۂ یار

تصور میں ہر اک گردن جھکائے ۔ کسی کی راہ میں آنکھیں بچھائے

پری رویوں کے صف بستہ پرے تھے — امید و یاس میں کچھ مشورے تھے
نقاب آنکھوں پہ آنسو روکنے کو — لبوں پر ہاتھ نالے ٹوکنے کو
یکایک آئی بوئے نکہت گل — فغاں سے ہوگئیں خاموش بلبل
پلٹ کر آگئیں جانیں بدن میں — اجالا سا ہوا پھر برج بن میں
نگاہیں تھیں چکاچوندہ ایک دم سے — ۵ — ہوا پرگھٹ بت طرار چھم سے
ہر اک نے کھول دیں آنکھیں جھپک کر — لیا آغوش میں سب نے لپک کر
نہ تھا فکر پس و پیش بد و نیک — گری پڑتی تھی اوپر ایک کے ایک
کوئی کھینچے تھی پٹکے کو کمر سے — کوئی لپٹے ہوئی پیتامبر سے
کسی نے زلف سے پونچھا پسینا — کسی گستاخ نے بنسی کو چھینا
کوئی تھی دیکھتی مژگاں کی صف کو — ۱۰ — کوئی تھی کھینچتی اپنی طرف کو
کوئی تھی شوق لب میں لب گزیدہ — خوشی سے کوئی پیراہن دریدہ
کوئی رخ کے مقابل محو و حیران — کسی کی انگلیاں زیر زنخدان
کسی کا شوق میں آغوش پر ہاتھ — کوئی رکھے ہوئے تھی دوش پر ہاتھ
کہا اک نے پکڑ کر ہاتھ مضبوط — چھڑا لو گر ہو گوپی ناتھ مضبوط
یہی تھی ہم سے شرط آشنائی — ۱۵ — کیا ہے خوب پامال جدائی
اگر اب چھوٹ جاؤ تم تو جانیں — بھلا ہو جاؤ اب کے گم تو جانیں
نظر کی طرح آنکھوں سے نہاں تھا — بتا نامہرباں اب تک کہاں تھا
زیادہ ایک سے تھا سر و کار — پر اب یکساں ہے سب کی حالت زار
خصوصیت اگر ہے جان تو لے — سوار دوش کو پہچان تو لے

آنکھیں ہیں ہے وہ گھبرائی ہوئی سی
آنکھیں ہیں ہے وہ شرمائی ہوئی
مگر اب تو نہ وہ فرقت نہ وہ غم
وہی وہ ہے وہی تو ہے وہی
وہی ہے برج بن وہی شب ماہ
وہی نظارگی حسن دلخواہ
گگنے دکھ درد جہان مضطر سے
غزل گائی و فور شوق دل ۔

غزل

نظر سے ہو کے نہاں شوخ خوش جمال آیا
بغل میں جاں کی طرح جاکے بے تدلال
پھر ایک یاد میں بھولے ہیں دونوں عالم کو ۵
زمانہ خواب ہوا جب ترا خیال
چمن میں ایک گھٹا چھائی ہے بلبل و قمری
عجب بہار سے جسوداہا کا نونہال
ہر ایک رنگ میں دیکھی ہے تیری نور نگی
ہزار وضع میں اک حسن بے مثال
خرام ناز نے پیدا کیا تھا ٹھوکروں میں دل
قدم قدم کے تلے شوق پائمال
نوید جذبہ دل کو کہ پیکے مژدہ وصل ۱۰
وہ خود ہی آفت جاں شوخ مہ جمال

گئے کی اپنے پشیمانیاں ہیں اے شعلہ
کہ سر سے پانوں تلک اب انفعال پایا

پڑھے ہے مضمون تازہ ہر کسی سے نے
مبارک باد گائی اک سکھی ۔

مبارک باد

اے ترا جلوہ ناگاہ مبارک ہم کو
غیرت ماہ شب ماہ مبارک
بخت بیدار کو مژدہ ہو مقدر کو نوید
مقدم دولت دلخواہ مبارک

جس میں ہو جوش وہ آنسو ہو سزاوار ہمیں
جس میں تاثیر ہو وہ آہ مبارک ہمکو

لاکھ جھنکوائے کنوئیں شرم سے تو عصمت کیا
چاہنے والے تری چاہ مبارک ہمکو

ہے ہر اک نقشِ قدم نقشِ جبیں اے شعلہ
خاکساری سرِ راہ مبارک ہمکو

ہوئی بارے شبِ مہتاب شفاف
غبارِ کلفتِ دل مطلعِ صاف

نسیمِ صبح نے دامن سنبھالا
بہارِ تازہ نے جوبن نکالا ۵

ہوئی چہکار مرغانِ چمن کی
چلیں سن سے ہوائیں ہر چمن کی

سرِ گل بلبلِ گلشن تھی گستاخ
گلے لپٹی ہم تھیں شاخ سے شاخ

پریشانوں نے خود گیسو سنوارے
کھلے پژمردہ یاسی ہار سارے

طرب انگیز تھا میدانِ صحرا
زمردگوں تھا ہر دامانِ صحرا

ہر اک کھولے ہوئے آغوشِ مطلب
بہارِ سبزہ گوں پر لوٹتی تھیں سب ۱۰

سرِ سبزہ ہر اک غلطاں خوشی سے
گری پڑتی تھیں شوقِ بیخودی سے

مشامِ جاں میں تھی بوئے گلِ تر
دماغِ خوشبو دیاں تھے معطر

ہر اک بے بادہ مستِ شوقِ دلدار
ہر اک بے نشہ تھی مدہوش و سرشار

بڑھا ذوقِ دلِ صد پارہ کیا کیا
کھلا تھا دامنِ نظارہ کیا کیا

لگیں آنکھیں بتِ حسن آفریں کی
تسلی کر گئیں جانِ حزیں کی ۱۵

نہ دودِ دل نہ لب پر آہِ جانسوز
نہ جوشش بیقراری نالۂ سوز

ہوا سامانِ عیشِ شب مہیا
وہی گوپی وہی نٹ کھٹ کنھیا

ہر اک بیتاب شوقِ متصل ہیں
ہر اک ناکام ذوقِ کام دل ہیں

وہ لطفِ حسن یکتا جوش میں تھا — ہر رنگ دل ہر اک آغوش میں تھا
ہوئے ٹھنڈے نمک سے زخم بسمل — کیا حاصل ہر اک نے مقصدِ دل
بہار آئی جو ہنگامِ طرب کی — ہوئی یوں گفتگو اک غنچہ لب کی
کہ اے آرامِ دل پیارے سری شیام — ہے نذرِ خوش خرامی صبر و آرام
تری اک اک ادا رنگیں ادا ہے — ۵ — بہارِ گلشنِ ہستی میں کیا ہے
دو عالم کو ہے آہنگِ تماشا — عجب ہے تیرا نیرنگِ تماشا
خبر کیا گو بیان سادہ دل کو — کہاں قدرت خمیرِ آب و گل کو
نگاہِ چشمِ ظاہر ہیچ کارہ — کسے تابِ نظر بہرِ نظارہ
مگر ہر دل ہے رسوائے محبت — ہر اک سر میں ہے سودائے محبت
رہے کیا شکوۂ بیداد سے دل — ۱۰ — کہ آگے لب پہ ہے فریاد سے دل
اٹھا رکھا تھا کیا جوش بکا نے — کیا ہے چپ نگاہ سرمہ سا نے
لئے اظہارِ حالِ جانِ مضطر — بہ رنگِ غنچہ خاموشی ہے بہتر
رہی لب پر ہوائے نالۂ دل — رہی دل میں صدائے نالۂ دل
ہے بہرِ دیدہ و دل ایک نظارہ — ترا حسن نہاں و آشکارا
ہوا جب دیدۂ حیراں سے غائب — ۱۵ — عجب حالت ہوئی اے بوالعجائب
سرِ دل پر تھی بلائے آفت و قہر — ہوا تھا حشر برپا فتنۂ دہر
لگائی خاک صحرا چشمِ نم سے — جبیں رگڑی ترے نقشِ قدم سے
ہر اک جانب تھا اشکوں کا تلاطم — مگر راہِ سرِ مقصود تھا گم
پکارا ہر طرف با آہ و زاری — نہ آیا رحم اے مادھو مراری

گیا پہلو سے تو مانند جاں تھا — بہت سحر آفریں اب تک کہاں تھا

پھر آیا جلوۂ جاوید ہو کر — ملی امید نا امید ہو کر

نہ آیا دور تک جلوہ نظر میں — بہت بیباک نکلا پر ہی پر میں

نمود آخر ہوا آغوشِ جاں سے — کہاں ڈھونڈا تجھے نکلا کہاں سے

نہیں ملتا ہے تیرا کنہ ذات — ٥ — نہیں کھلتی ترے نیرنگ کی بات

بیانِ رمز کا پایاں نہیں ہے — مجالِ عالمِ امکاں نہیں ہے

بہت گن گا رہے ہیں وید تیرا — نہ پایا پر کسی نے بھید تیرا

خیال و وہم کو بیگانگی ہے — جنوں کو آپ ہی دیوانگی ہے

نہیں کھلتے ہیں بند و بست تیرے — گل و بلبل ہیں دونوں مست تیرے

ہمیشہ سے ہے جاری رسم الفت — ١٠ — مگر کچھ تو ہیں آئینِ محبت

طریقے تین ہیں الفت کے ہرچند — نہیں تو ایک کا بھی شوخ پابند

طریقِ اولیں ہے عینِ الفت — برابر کی ہو دونوں میں محبت

طریقِ دوسرا ہے اے ستمگر — گریزاں ایک ہو اور ایک مضطر

طریقہ تیسرا ہے خاک کلفت — نہ ہو دونوں کے باہم رنگِ الفت

تجھے اے خود نمائے جلوۂ ذات — ١٥ — پسندیدہ ہے ان میں کونسی بات

اٹھا رکھا اپنا نیرنگِ تجلی — مگر اک صورت پہ ہو دل کی تسلی

پہ آئینِ محبت کون سا ہے — کہ گاہے مہر گاہے جفا ہے

کبھی جور و ستم ہے مہربانی — کبھی لطف و کرم کی لن ترانی

کبھی دامن کشی بے سبب ہے — کبھی خود اپنے مطلب کی طلب ہے

پس از شکستِ رازِ محبت — کھلے دونوں طرف اسرارِ الفت
بنی رشکِ چمن جوشِ طرب میں — گل افشاں تھا جوابِ غنچہ لب میں
کہ اے ناواقفانِ رمزِ الفت — کہاں آزاد پابندِ طریقت
ہر اک آئین سے آزاد ہوں میں — بہارِ عالمِ ایجاد ہوں میں
غرض ہجراں سے نے وصلِ بتاں سے — جہاں سے کام ہے نے اہلِ جہاں سے ۵
ولے واقف ہر اک احوال سے ہوں — نہیں غافل کسی کے حال سے ہوں
کسی کو رازِ قدرت کی خبر کیا — گماں کا میری خلوت میں گذر کیا
تقدس ہے مرا نورا نا المشرق — تعین ہے مرا جولانگہ برق
مگر ہے مجھ سے جس کو خاص اخلاص — وہی ہے خاص بندہ محرمِ خاص
بظاہر گرچہ آزادِ قفس ہوں — جو میرے بس ہے میں بھی اسکے بس ہوں ۱۰
پئے عاشق ہے کچھ فرقت ضروری — کہ قدرِ وصل ہے ہجراں کی دوری
وگرنہ کون ہے جس سے جدا ہوں — رسیدہ ہوں مگر سب میں رہا ہوں
مذاقِ عشق اول دردِ جاں ہے — شکیب و صبر پہلا امتحاں ہے
نکلتا ہے جو اس منزل میں کامل — جگہ ہے اس کی میرا گوشۂ دل
انیسِ خلوت آرائی ہے میرا — جلیسِ بزمِ یکتائی ہے میرا ۱۵
ولیکن بہرِ اظہارِ محبت — ضروری ہے حجابِ آدمیت
نہ تھا زیبا یہ طرزِ بے نقابی — حجابِ خانماں ہے بے حجابی
نہ شرمِ غیر نے پاسِ یگانہ — حیاداری ہے دستورِ زمانہ
کبھی میں خوش نہیں ایسی ادا سے — کہ باہر ہوں قدم شرم و حیا سے

اُٹھایا تم نے کل رسمِ جہاں کو　یوہیں کھوتے ہیں دشمن خانداں کو
کہ ہے پابندِ دنیا آدمی زاد　کیا ظاہر کا کیوں ناموس برباد
بُرا ہے گھر سے باہر پاؤں دھرنا　نہیں لازم کبھی حد سے گزرنا
اُٹھانا ہاتھ کو شرم و حیا سے　اُترنا ہے نگاہِ اقربا سے
زمانہ کی نہ رکھی شرم کچھ بھی　۵　نہیں معلوم سرد و گرم کچھ بھی
کیا کیوں شوقِ دل ناموس پر صرف　نگیں کیا ہے جو آئے نام پر حرف
اگرچہ پوچ ہیں وسواسِ دنیا　مگر تھا کچھ مناسب پاسِ دنیا
یہ سچ ہے کون ہے فرزانۂ عشق　کہاں پابند ہے دیوانۂ عشق
کھلے ہیں مجھ پہ سب رازِ محبت　کہ ہے سوزِ نہاں سازِ محبت
تعارف اک برائے نام سا ہے　۱۰　تعلق ایک رشتۂ خام سا ہے
محبت کا عجب نشو و نما ہے　یہ عالم دونوں عالم سے جدا ہے
اگرائے آرزومندانِ آغوش　جہاں خواہی نخواہی ہے فراموش
بھری سر میں ہوائے گلشنِ وصل　بڑھے ہیں ہاتھ بہرِ دامنِ وصل
نہ ہو بیتاب شوقِ متصل سے　ذرا کچھ کام لو تسکینِ دل سے
کہ بہرِ کامرانی ہے یہی شب　۱۵　سرِ عیش و جوانی ہے یہی شب
یہ سنکر رمزِ شاہِ مہ جبیناں　بڑھا جوشِ شبابِ نازنیناں
قرار و صبر سب قابو میں آئے　دلِ خود رفتہ خود پہلو میں آئے
ہوا بزمِ طرب کا ساز و ساماں　پھٹے جوبن سے چاکِ گریباں
نکیلی چتونوں میں تھا نکیلا　شبِ مہتاب میں تھی راس لیلا

راس منڈل

کدھر ہے ساقیٔ بزمِ حقیقت / کہ ذوقِ عیش ہے نیرنگِ قدرت
وہ دے بھر بھر کے اک جامِ سرشار / سرورِ بیخودی سے ہوں خبردار
بڑھوں خود جوششِ مستی سے آگے / نکل جاؤں کہیں ہستی سے آگے
پڑا غل دورہ چرخِ کہن میں / رچا پھر راس منڈل برج بن میں
زمیں پلکوں سے جھاڑی آسماں نے / ۵ / کیا منڈل کا حلقہ کہکشاں نے
مثالِ آئینہ میداں تھا شفاف / مہِ تاباں نے کی پھر چاندنی صاف
لگائے مشرقی تکیے افق نے / بچھائے مغربی قالیں افق نے
یہی تھا غلغلہ عرشِ بریں پر / مبارک اے زمیں تیرا مقدر
اسی دن کا تو شوقِ جانفزا تھا / تجھے جب شیش نے سر پر دھرا تھا
زمیں پر تھا وہ نورِ عالمِ پاک / ۱۰ / جھکے پڑتے تھے نیچے اہلِ افلاک
نکالے غرفۂ گردوں سے گردن / پکارے دیوتا جی دھن ہو دھن
ریاضت چھٹ گئیں تھی عابدوں کی / سمادھی کھل گئیں تھی قدسیوں کی
سراپا چشم تھے بہرِ تماشا / ہوئے تھے محو بشن و رودر و برہما
کمنڈل چھوڑے اور بن جوگیوں نے / اٹھائے اپنے آسن جوگیوں نے
لئے ہاتھوں پہ نذرِ جان و تن تھے / ۱۵ / رواں سب سوئے بزمِ برج بن تھے
مچی پاتال کی آکاش میں دھوم / لئے گاؤ زمیں نے اپنے کھر چوم
کہا کو تھی گرانباری سے بیکل / ملا ہے آج بارے شاخ کا پھل

کھلے قدرت کے نیرنگِ حقیقت — چمن کا رنگ تھا رنگِ حقیقت
بڑھی عشقِ حقیقی کی تھی مستی — ہر اک جانب تھا شغلِ حق پرستی
نہالانِ چمن سب برگزیدہ — ہر ایک شمشاد و قمری حق رسیدہ
لباسِ فاختہ تھا جوگیانہ — کٹی سادھو کی تھی ہر آشیانہ
نکلتا حق تھا قمری کی صدا سے — پپیہا سردکی تھی ایک پا سے ۵
عروسانِ چمن میں جوگ کا ڈھنگ — ٹپکتا تھا حنا سے گیروا رنگ
ہر اک گل پابگِل کے ساماں میں تھا — ہر اک غنچہ اسی کے دھیان میں تھا
ہوئی بادِ بہاری محو رک کے — گئی تھی شاخِ شجر سجدے میں جھک کے
ہوا کے ساتھ ذکرِ حق رواں تھا — ہر اک پتا زبانِ بید خواں تھا
گل و بلبل کو ذوقِ جاں نثاری — ہوا پابند ہے ہوئے بادِ بہاری ۱۰
عجب تھی بارشِ گلہائے رنگیں — بنا تھا برج بن دامانِ گلچیں
اُٹھائے سر ہوئے اوج میں تھے — حباب بحر اپنی موج میں تھے
لبِ ساحل پہ نامِ کرشن اوچار — نہیں ملتے تھے باہم ایک بھی بار
وہ عالم تھا تماشا گاہِ اسرار — ہر اک سو جلوۂ قدرت نمودار
حقیقت زا تھا حسن و عشق کا ڈھنگ — گل و بلبل تھے دونوں ایک ہی رنگ ۱۵
نہ بلبل کو حیا داری گلوں کی — نہ گل کو شرم تھی کچھ بلبلوں کی
جمی تھی بزمِ عشرت نصف شب میں — بھری تھیں قدرتیں جوشِ طرب میں
نگاہوں میں تھا نورِ جلوۂ ذات — ہوئی تھی گرم کیا بزمِ طلسمات
لیا ڈف اپنا چرخِ چنبری نے — ملائے ساز زہرہ مشتری نے

ہوا خود بزم آرا چھیل چھبیلا — بجی گھنشام کی بانکی مرلیا
اپچ کی گونج تھی گردوں تلک میں — بھرے تھے سب سُر ساتوں فلک میں
ادھر انہد تھا محو نغمہ نے — ادھر ترلوک تینوں گرام میں لے
ہر اک جانب بتانِ فتنہ قامت — خرامِ ناز اندازِ قیامت
پری رویانِ نازک شعلہ رخسار — ٥ — لباس خوشنما رنگین و زر تار
کوئی دھانی کوئی سرخ اور کوئی زرد — ہر اک تھی اپنے اپنے رنگ میں فرد
چڑھا جوشِ جوانی دلبروں پر — نقاب الٹے ہوئے آدھے سروں پر
ہر اک سرکش مثالِ شعلۂ طور — نظر آتا تھا سرتاپا سرا نور
بتانِ شوخ شوقِ راس میں مست — سبک جسم و سبک گام و سبک دست
کسے مضبوط بل نازک کمر کے — ١٠ — اٹھیں طنّاز عزمِ رقص کر کے
کیا ایجاد پھر رقص آئیں — ملائے پنجۂ دستِ نگاریں
نرالا ترت تھا انداز کے ساتھ — لئے ایک ایک نے ایک ایک کے ہاتھ
کیا حلقہ بتانِ خوش ادا نے — بنایا اپنا ہالہ مہ لقا نے
فروزاں بیچ میں تھا حسن قدرت — ہر اک نقطہ پرکار قدرت
بنا تھا شمعِ حسنِ بے مثالی — ١٥ — پھرے تھا گرد فانوسِ خیالی
ہوا تھا حسن یکساں مہ وشوں کا — بنا تھا ایک چکر گردشوں کا
بنی تھی شعلہ جوالہ ہر ایک — تھی گرد ماہ مثلِ ہالہ ہر ایک
عجب تھی تال کی اور سم کی آواز — غضب تھم تھم کے تھی چھم چھم کی آواز
تعشق گوپیوں کا شیام کی پیت — سروں میں بھر رہے تھے برج کے گیت

کھڑا تھا ناتھ باندھے سامنے دیس
بھرا تھا بھیروی نے جوگیا بھیس

بھاگ اپنے ہی کچھ بیراگ میں تھا
غرض جو راگ تھا انوراگ میں تھا

کہاں کا وقت کس کی تال اور تان
جھنجوٹی گا رہی تھی شیام کلیان

زہے بخت پریروپانِ گوکل
کہ تھا ہم بزم وہ حسنِ جزو و کل

یہ دل خود رفتہ وہ دل سے ہم آغوش ۵
وہ خود پہلو نشیں یہ خود فراموش

سری جدپت سے بہر رنگ محفل
جدا اوبھی ہر اک کی خواہشِ دل

کیا وحدت کو کثرت کا اشارہ
بنا تو ایک سے بہر نظارہ

ہر اک آئینہ رو کے روبرو تھا
وہی اک حسن سب کے دوبدو تھا

الگ ایک ایک پر جلوہ گری تھی
وہی ٹیکہ تھا وہی بانسری تھی

وہی تھے کریٹ اور وہی مکٹ تھا ۱۰
وہی جامہ تھا وہی پیت پٹ تھا

وہی دُر وہی مکراکرت کنڈل
وہی زلفیں وہی گیسو وہی بل

وہی ہیکل وہی پھولوں کی مالا
وہی قامت وہی تھا قد بالا

وہی نور جبیں وہی سیاہی
وہی سج دھج تھی وہی کج کلاہی

وہی چھب میں ادائے دلبری تھی
وہی شوخی وہی عشوہ گری تھی

وہی جلوہ وہی تھا نور جاوید ۱۵
وہی کثرت وہی تھا رنگ توحید

ہر اک صورت میں تھا حسنِ یگانہ
بنا تھا برج بن آئینہ خانہ

ہر اک جانے ہوئے قابو میں اپنے
ہر اک سمجھے ہوئے پہلو میں اپنے

ہوا کثرت نما جب حسنِ یکتا
ہر اک گوپی کا تھا اک اک کنھیا

بہت طناز بہرِ رقص تھا ساتھ
لیا اک اک نے اک اک شیام کا ہاتھ

مبارک سایہ جس کا ساتھ ہو یہ — مبارک ہاتھ جس میں ہاتھ ہو یہ
کلید گنج اسرار حقیقت — ہر اک کے ہاتھ میں تھا دست قدرت
ہوا رقص بت طاؤس طناز — عجب جنبش میں آیا جلوۂ ناز
نکل جائے نہ تا جھٹکے میں مرلی — لگا لی شیام نے پٹکے میں مرلی
فلک سہما کہ کس کی شان ہے یہ — ۵ — زمیں اچھلی کہ کیا سامان ہے یہ
مہ و خورشید چرخ و عرش جھومے — ہر اک گردش میں سو سو بار گھومے
بھرے ٹھوکریں اعجاز ازل تھے — کروڑوں لغزشیں تھے پہ ہوں کھل تھے
نثار پائے نازک جزو کل تھا — عجب ہنگامۂ قدرت کا غل تھا
غضب کی گردشیں عرش بریں کو — بلا کی گردشیں گاؤ زمیں کو
بھرے تھے جلوہائے حسن نیرنگ — ۱۰ — نگہ کو عرصۂ کونین تھا تنگ
ہوئی آکاش سے پھولوں کی برکھا — فلک نے تو و زرا انجم کو پرکھا
رخ پرنور کا صدقہ اتارا — مہ و خورشید نے گردوں کو وارا
غرض سب گوپیان نازپرور — دکھائی گردشیں تھیں اپنے جوہر
بنا دم پہ طرز رقص ایجاد — بتان فتنہ زا ایک ایک استاد
کبھی تنہا کبھی تھا ہاتھ میں ہاتھ — ۱۵ — نچا یا ناچ لیکر شیام کو ساتھ
اداؤں سے کبھی دامن کشیدہ — کبھی شمشاد قامت تھیں خمیدہ
کبھی چکر پہ چکر تھے جھپٹ کے — کبھی چنچل چلیں آنچل الٹ کے
نرالا گت کا تھا گاہے انداز — نکلتی تھی نہ اک گھنگرو کی آواز
کھڑے ہو ہوکے ورسایا چلت کو — اتارا انگلیوں پر گت کی گت کو

الاپ اُٹھے تھے سر کچھ آپ ہی آپ　　بنی پاکوبیاں مردنگ کی تھاپ
پڑے جب پاؤں فرشِ گل پہ دھم سے　　گری غلطاں پہ غلطاں چھم سے
عرق تھا مہ جبینوں کی جبیں پر　　کہ تھے شبنم کے قطرے یاسمیں پر
غلط ہیں نسبتیں آبِ گہر سے　　وہ کیا ہیں جو پچھیں پیتا میرسے
عجب ہیں اُن کی شوخی کے قرینے　　بہت خوبیں سے خود پونچھے پسینے　۵
بکھرتی تھیں جو زلفِ عنبریں فام　　مٹا دیتا تھا اپنے ہاتھ سے شیام
نمایاں تھا طلسمِ عشق بازی　　محبت کر رہی تھی کارسازی
کوئی قرباں بہت شیریں شمائل　　کسی کے ہاتھ گردن میں حمائل
کہیں چٹکے سے ہنسی تو نکالا　　کسی نے چھین لی پھول مالا
کسی نے قول لیکر ہاتھ مارے　　نشانی کے کہیں چھلے اتارے　۱۰
کسی نے پھر کسے ڈورے لٹ کے　　کسی نے پلہ جھاڑے پٹ پٹ کے
کوئی کہتی تھی یوں شوخ دلارام　　بڑا ہی بھولنے والا ہے تو شیام
مجھے بھی یاد رکھنا تو جتی ہیں　　لگا لے گانٹھ جامے کی تنی ہیں
کوئی کہتی تھی رمز و رعم کی بات　　کہ دیکھی عشق بازی کی کرامات
اُٹھایا جس نے تھا وہ گراں سر　　نچایا ہم نے اُس کو انگلیوں پر　۱۵
گروہِ گوپیاں سے ایک مضطر　　دھرے سینے پہ تھی دستِ سمن بر
دکھاتی تھی سرِ بیتابیِ دل　　طپیدن ہائے جانِ نیم بسمل
دوا پوچھے تھی کوئی دردِ جاں کی　　کوئی ترکیب کچھ ضبطِ فغاں کی
سخن کوتاہ بہرِ وصلِ جاناں　　ہر اک رقاص تھی دست و گریباں

بڑھی خود رفتگی شوقِ صنم میں
گئے طے ہر دو عالم اک قدم میں

تصورِ شیام کا دل میں بھرے تھی
ہر اک ہستی کی منزل سے پرے تھی

ہر اک دل تھا جمالی و جلالی
تماشا گاہ حسنِ لایزالی

ازل سے حسن کو ہے عشق سے کام
کہاں گوپی و گرہ اور کہاں شیام

غرض جب ہو چکی محفل طرازی
کیا چدپت نے شغلِ آب بازی ٥

نقابِ چہرۂ خوباں اٹھائے
لبِ دریا عجب چھینٹے اڑائے

پڑا عکسِ لباسِ ارغوانی
گلابی ہو گیا جمنا کا پانی

بھرا دامانِ دریا کو گلوں سے
نکل کر آئیں بلبل بلبلوں سے

بڑھا پابوسیوں کو جوشِ دریا
کھلی تھی شوق میں آغوشِ دریا

سرِ دریا تھا کیا حسنِ یگانہ
روانی موج کی تھی بیخودانہ ١٠

حباب بحر تھے چشمِ تماشا
لبِ ساحل کو ذوقِ بوسہ پا

صدف لائیں گہر کے تھال بھر کے
لٹائے موتیوں کے تھال بھر کے

چمکتے تھے زمیں کے ذرے سارے
نظر آتے تھے پانی میں ستارے

فروغِ جلوہائے روئے خوباں
سرِ جمنا تماشائے چراغاں

ملی آواز میں دریا کی آواز
دوبالا ہو گیا ہنگامۂ ناز ١٥

رہی نظارگی رشکِ قمر کی
سرِ دریا شبِ عشرت بسر کی

دھرا دل میں اٹھا کر شوخ دلخواہ
ہوئی یوں ختم بازی شبِ ماہ

سوئے خانہ کیا ہر اک نے عزم
سحر ہونے سے پہلے اٹھ گئی بزم

ہوا جب راس منڈل اس طرح طے
پکارے دیوتا جے کرشن کی جے

خاتمہ

بس اب اے شعلۂ خستہ جگر بس
کہاں تو اور کہاں وہ پریم کا رس

ہمیشہ سے ہے پابند طریقت
حقیقت کیا تری او بے حقیقت

یہ کیا سامان یہ کیا حکمت کا بستار
نہ جانی ایک بھی کیفیت راز

نہ سمجھا کوئی کاروبار اُس کے
نہیں کھلے کبھی اسرار اُس کے

کہانی پاٹ پوجا کا ہے کا نیم ۵
نہ پھر وصل کافی پریم ہی پریم

نہیں واں فرق بخشش میں سر مو
سمجھ جو مانگنا ہے مانگ لے تو

سبب کیا چاہیئے جب بے سبب دے
طلب کیا اس سے جو خود بے طلب دے

نہیں ہوں مانگنے لائق کسی طور
مجھے کیا چاہیئے اُس کے سوا اور

وہی جھانکی سری رادھا رمن کی
وہی دو ہاتھ جوڑی برج بن کی

مٹے دنیا و عقبیٰ کا بکھیڑا ۱۰
لگا دو پار کر یا سندہ بیڑا

تمنا ہے رہی ہے عرض کو طول
ملے اس نظم کو بھی رنگ مقبول

نہیں میرا صلہ گوہر فشانی
مگر کچھ پریم کا آنکھوں میں پانی

جے جے جے جے آپ کی جے

قطعہ تاریخ از مصنف

چو شد آراستہ ایں گلشن راز
بہار پریم چسپ نیرنگ قدرت

برہما سر برون آورد از جیب
بگوشش خوش ہمی داد ایں بشارت

کہ اے شعلہ پئے تاریخ تصنیف ۱۵
بگو نظارۂ حسن حقیقت

جے ہو جے ہو جے ہو

مسدس شعلہ

(ماخوذ از کتاب جنگ نندی)

اے طبع کس کے حسنِ تجلّی کی ہیں صفات — پوچھا اور ہو رہے ہیں جو موجود ممکنات
دنیا لٹائے دیتی ہے کل اپنی کائنات — حسنِ ازل کو جسم کی جانب ہے التفات

یارا نہیں ہے پھلتوں کو اب انتظار کا
پردہ اٹھا دے قدرت پروردگار کا

بے حکم جس کے شرق سے نکلا نہ آفتاب — بے حکم ایک قطرہ نہ برسا سکے سحاب
لیتا ہے روز خاک سے ذرّوں کا جو حساب — ۵ — وہ حسن برملا اُتر آیا ہے بے نقاب

خود لوحِ نقش جلوۂ تصویر بن گیا
نقاش آپ اپنی ہی تصویر بن گیا

کیا سبزہ زار خلد ہے دنیا کی ہے زمیں — پہنے ہوئے ہیں پیرہن قبائے زمردیں
پڑتی نہیں ہے موج ہوا میں شکن کہیں — ہوتا نہیں ہے لہروں سے دریا کی چین جبیں

گرداب یاں نہیں ہیں ذرا پیچ و تاب میں
خلوت نشیں ہیں بحر کی موجیں حباب میں

ریتوں کا جا بجا لبِ دریا قیام ہے — ۱۰ — دھونی رمی ہوئی ہے تپسیا سے کام ہے
وردِ زباں ہر اک کے سری رام رام ہے — لہریں وہ آ رہی ہیں کہ دریا تمام ہے

ہر اک حباب سر کو اٹھائے ہے موج میں
سرجو کا پانی دھار رہے اپنی موج میں

شادابیاں بہار کی وہ ہیں علی العموم — بیکنٹھ بن رہی ہے نگر چھا اودھ کی بھوم

ہے یاں کی تیرتھوں کی بہشت بریں پہ دھوم — رشیوں کی بھیڑ جوگیوں سنیاسیوں کا ہے ہجوم

کیسر میں آبپاشی ہے کوثر کے پانی کی
سرسبز ساری کھیتیاں ہیں راجدھانی کی

جب رخ پہ گل کے گرد بھی غازہ ہو گیا — بیلیں لپٹ کے خلد کا دروازہ ہو گیا
میوہ چھوا جو ہاتھ سے دل تازہ ہو گیا — جنت تری بہار کا اندازہ ہو گیا

باد سحر کھلاتی ہے غنچوں کو چوم کے
شاخیں پھلوں کو پہنچتی ہیں جھوم جھوم کے ٥

خوش لہجہ طائروں کا ہے شاخوں پہ اژدہام — زریں کوئی ہے سرخ کوئی کوئی سبز فام
ہر ایک کی زباں پہ تری رام رام رام — ہر رنگ چہچہوں میں ہے ایشور کا پاک نام

آوازیں پیاری وہ ہیں کہ ہر لحن چھوٹ ہو
چھل بل پہ گویا سارا چمن آپ لوٹ ہو

گلزار کی زمیں کو بیتوں پہ تھا شرف — ہر غنچہ سر بجیب تھا ہر گل تھا سر بکف
گنبد ہمہ کے مارتی تھیں سادہو کی صدف — ہوتی تھی والمیک سی ادائیں اک طرف ۱۰

غنچے جنگل کے ہر طرف سے ہمہ صرف جھکے ہیں گو
بلبل کے نغمے وید کی دُھن اور لے ہیں گو

لنکا کو فتح کر کے بھبھیشن کو دے کے راج — چودہ برس میں آئے مہاراج اودھ راج
سونپا ہے بھرت جی نے اجودھیا کا تخت و تاج — بیوی کا بہار آثار کے چھوڑا رشی سماج

اٹھنے لگی ہے جنبش ہر گل گیاہ سے
کلتی زمیں سبک ہوئی بار گناہ سے

دربار آج اُس شہِ کون و مکاں کا ہے / نظارہ عام جلوۂ حسنِ نہاں کا ہے
یاں وہم کا نہ دخل نہ رستہ گماں کا ہے / کچھ ناطقہ کا زور نہ قابو زباں کا ہے
شوقِ بیاں ہوا جسے خاموش ہو گیا
یاد آیا جس کو وہ سو فراموش ہو گیا

اسمید یگ کی ہوا وہ ہیں ہجومِ عام / ہوتے ہیں رامچندر کے دربار خاص و عام
کی لکشمن نے عرض کہ شاہِ فلک مقام / دو سادھو بالک آئے ہیں لو کش ہے جنکا نام ۵
گر حکم ہو تو وہ بھی یہاں باریاب ہوں
اپنا ہنر دکھانے کو حاضر شتاب ہوں

خورشید رو ہی ایک ہے ایک مہ جبیں / نقشِ قدم سے اُنکے اجودھیا ہے گل زمیں
ملتی کچھ آپ سے ہے شباہت کہیں کہیں / نو عمر ہونہار جواں مرد اور حسیں
سارے چرتر آپ کے اُستادہ گاتے ہیں
جوگی کے بالکے ہیں بینا بجاتے ہیں

حاوی ہر ایک فن پہ ہیں قادر ہنر پہ ہیں / ہمت سے لات مارے ہوئے مال و زر پہ ہیں ۱۰
سادھو نہیں ہیں بلکہ جٹا جوٹ سر پہ ہیں / ترکش کے باندھنے کے نشاں کچھ کمر پہ ہیں
کچھ آہیں سے رنگ سیاحت ملول ہیں
لو کہہ رہی ہے گلشن رگھو کل کے پھول ہیں

ارشاد خاص یہ ہوا تب ہی دونوں کو طلب / آئے جھکے چرن چھوئے بیٹھے بصد ادب
حیراں تھے دیکھ دیکھ کے دربار دار سب / مکھڑے عجیب چال عجب چتونیں عجب
۱۵ دونوں کے بحرِ حسن میں نظارہ غرق تھا

یکساں تھا بال بال سر مو نہ فرق تھا

چہروں سے خاندان کا ظاہر حسب نسب
طاقتوروں کو دیکھ کے ششدر تھے سب کے لب
چتون سے تھی جوش نمایاں دم غضب
پر سادھو بھیکھ کا نہیں کھلتا کوئی سبب

مٹی کے عطر میں ہیں جٹائیں بسی ہوئیں
بھویں کھچی ہوئی ہیں تو گاتی کسی ہوئیں

۵

نازک بھی بے مثال دلاور بھی بے مثال
لٹکے ہوئے کمر پہ جٹا و انکے بکھرے بال
روشن بھبوت میں بھی وہ رخسار و انکا جمال
لپٹی ہوئی بغل میں ہیں نزاکت سے مرگ چھال

مضراب ہیں پوروؤں میں پر تیر کی طرح
بینیں دھری ہیں کاندھوں پہ شمشیر کی طرح

پوچھا کہ کون بولے تپشن کے بالکے
پوچھا پتا تو چپ سے تبسم میں ٹال کے
پوچھا کہ عمر بولے کہ دس بارہ سال کے
چیلے ہو کس کے بولے رشی باکمال کے

جنگل سے والمیک گرو ساتھ لائے ہیں
بن دیوی نام ماتا ہی ہم جس کے جائے ہیں

۱۰

فرمایا رامچندر نے اب کچھ سناؤ تم
سب کو گیا ہی شوق لیے بین گاؤ تم
کیا ودیا والمیک سے سیکھی دکھاؤ تم
رکھ کر کمنڈل ہاتھوں سے بینیں اٹھاؤ تم

دو آفتاب ذرہ خاک قدم ہوئے
تعمیل حکم پر سر تسلیم خم ہوئے

۱۵

مضراب کی جو ضرب سے سر بولنے لگے
سنتا ایک ایک نغمہ کی لے تولنے لگے
انجم پئے نثار گہر رولنے لگے
گندھرب آسمان پہ پر کھولنے لگے

جب سُر ملائے بین کے تاروں کو چھیڑ کر
زہرہ نے ساز رکھ دئے پردے ادھیڑ کر

اگت سن کے اور شوق کی افزائشیں ہوئیں
روپک بندھا چیال کی آرائشیں ہوئیں
اُوبھت چتر گانے کی فرمائشیں ہوئیں
سرگنی نے حسن کو زیبائشیں ہوئیں

ہر راگ ہاتھ باندھ کے تصویر ہو گیا
ہر زمزمہ گلے ہی میں مضامیر ہو گیا

اٹھ کر کہا ہماری نمسکار آپ کو
بھومی کا کچھ اوتارنا تھا بھار آپ کو
ڈنڈوت ساشٹانگ ہے ہر بار آپ کو
لینا پڑا اسی لئے اوتار آپ کو ۵

کچھ کچھ کہیں کہیں سے چتر ہم سنائے ہیں
سیکھا ہے جو گرو سے مہاراج ہم گائے ہیں

گنپت کی کر کے استتی آرمبھ کی کتھا
شرنگی رشی کی یگیہ وہ استھان کامنا
وہ اوبوتوں کی بنتی کے آگے پڑھنا
دشرتھ کے گھر میں جنم شری رامچندر کا

ساکار اپنے آپ نراکار یاں ہوا
لے آئینہ سے عکس نمودار یاں ہوا ۱۰

کوشلیا سے وہ رام کو تیرہو وندن
وہ بالکپن کے بھرت اور اوبھت وہ بالپن
ماتا سمترا کے لچھمن اور شترگھن
وہ اودیا پن بشوامتر کا آگمن

آنا وہ اس وآشرم کا یگ کی سہائی کو
دشرتھ سے لینا رام و لچھمن دونوں بھائی کو

یگیہ کشتا اور پھر وہ سویمبر کی دھوم دھام
جانا گرو کے ساتھ جنک پور کا قیام

اور پشپ باٹکا کا وہ نظارہ ناتمام — ہونا وہ دھنش یگیہ میں راجوں کا اژدہام

طاقتوروں کا زور پشیمانیوں کے ساتھ
رام اور لچھمن کا بیچ وہ اچرانیوں کے ساتھ

لچھمن کا جوش رام کا ہنس ہنس کے ٹال لینا — تنکا سا توڑ کر وہ دھنش کا اچھال لینا
سیتا کا پھول مالا وہ گردن میں ڈال لینا — آکر وہ پرسرام کا پھر سانکالنا

اپنی کماں پہ زور کماندار دیکھ کر
۵ چرنوں میں گرنا حسن نزاکار دیکھ کر

آنا برات اودھ سے وہ طے منزلوں کی راہ — دونوں طرف وہ جلوۂ شاہانہ کجکلاہ
وہ اشبھ گھڑی مہورت وہ اقران مہر و ماہ — وہ اودھ لا بیاہنا رام کا وہ جانکی بیاہ

وہ واپسی اودھ کی وہ دشرتھ کا تلک راج
وہ رام چندر جی کا تلک بہر تخت و تاج

نجاری منتھرا کی وہ اور کیکئی کا غم — رو کر رلانا یا وہ ابر دوان وہ قسم
راجہ سے کیکئی کا یہ کہنا وہ دمبدم — ۱۰ کیا میرا بھرت راج کے کرنے کو کچھ ہے کم؟

چودہ برس کو رام تو دیں باس بن میں باس
کنڈل مکٹ اتار کے سنیاس بن میں باس

دشرتھ کا سن کے ہونا وہ بیہوش بدحواس — کہنا پچھاڑ کھا کے وہیں کیکئی کے پاس
کیا جانیں رام چندر بھلا بن میں کرنا باس! — ہے رام کیسے پراؤں کے رشتے کی کھوں آس

دے کر جگہ نہ کس طرح پاؤں کہا ترا
اے کیکئی! بھلا ہو بھلا ہو بھلا ترا

کومل کہاں وہ گات کہاں جھاڑیوں کے بن
جنگل کی دھوپ تاپ کہاں پھول سا بدن
ٹکڑے ہوا نہ کیوں ترا پاپی کٹھور من ؟
کٹ کر گری نہ جیبھ کہے جس سے یہ بچن
ایسی زباں ہے ایسے دہن میں لگی نہ آگ
ہا کیکئی کے کوپ بھون میں لگی نہ آگ

جب حکم رامچندر کو بن باس کا ملا
سر کا دھرو زمین ہلی آسماں ہلا
بے مہر کیکئی کا نہ دشرتھ کا کچھ گلا
خوش دیوتا ہوئے کہ گلِ آرزو کھلا ۵
لنکا کے جھنڈے سے جھک گئے اور سرنگوں ہوئے
راون کے سر سے تاج گرا بدشگوں ہوئے

کیا تہلکہ ہے ؟ کیوں نہ ہو بالا سے اک جہاں
محور پہ ہے زمیں وہ گردش کہ الاماں
چکرا رہے ہیں ندو میں بھر بھر کے آسماں
آتی ہیں جھنجھنانے کی آوازیں بیگیاں
کیلی گھما رہی ہے کلا انقلاب کی
تھالی اچھل رہی ہے عجب آفتاب کی

اخراج کا جو حکم اودھ میں ہوا شیوع
اک حادثہ بلائے قیامت کا تھا وقوع ۱۰
خورشیدِ حشر حشر سے پہلے ہوا طلوع
ہر جزو لیٹ کل کی طرف کر گیا رجوع
ذرّے زمیں سے اُڑ کے گرم آفتاب ہیں
تارے سمٹ کے ڈوب گئے ماہتاب میں

رخصت فلک سے گھڑی مہمان شب ہوئے
ماتا پتا سے رام اجازت طلب ہوئے
کیا کیا ہوئے نہ قہر کیا کیا غضب ہوئے
دشرتھ پچھاڑ کھا کے گرے جاں بلب ہوئے
۱۵ غل ہائے ہائے کا اب عام ہوگیا

رنواس غم کدہ ہوا کہرام ہو گیا

دیوار و در ہر تال محل سے ہیں چار سو
یاقوت کا سفید مگر پڑ گیا لہو
دل گھر گئی ڈھل گئی اشکوں سے آبرو
خورشید و ماہتاب کی پھیکی ہوئی ہے ضو

پھینکا اودھ کا باغ خزاں نے اکھاڑ کے
میدان کر دیا ہے چمن کو اجاڑ کے

۵
اودھ نساہ کے شگون میں کیا گھن پڑ گیا
تھا کیکئی کے ماتھے پہ ٹیکا کلنک کا
بھینٹی کا قشقہ راج تلک کی جگہ ملا
مٹتا نہیں کسی سے بھی یہ بد نما ترا رچا

پوشاک ہو گئی زیب بدن خاک دھول کی
رنگت بدل رہی ہے کوشلیا کے پھول کی

سن کر تیری سیا کا کلیجہ دھڑک اٹھا
نالہ مثال برق ہوا میں کڑک اٹھا
اک مرغ روح تھا کہ قفس میں پھڑک اٹھا
ضبط فغاں سے سینہ میں شعلہ بھڑک اٹھا

۱۰
دم دم پہ ٹھنڈی سانس ہے اور لب پہ آہ ہے
زناری پیاری آنکھوں میں دنیا سیاہ ہے

جیسے کا جی میں خوف ہے اور حسرتیں بھری
ہاتھوں کو جوڑ جھک کے جبیں چرنوں پہ دھری
رعشہ ہے دست و پا میں بدن میں ہے تھرتھری
کی عرض دینا ناتھ دیا سندھ سے ڈری

بھولے بچن پتا کے منہ موڑے جاتے ہو
داسی ہوں ناتھ کس پہ مجھے چھوڑے جاتے ہو

۱۵
ہے پران ناتھ ایران کہاں آپ کے بغیر
چرنوں سے ہوں لگی ہوئی مالک انہیں کی خیر
پھوٹیں وہ آنکھ جو کریں باغ اودھ کی سیر
اُپکار دیوتوں کا ہے میرا ہے کار خیر

چہرہ اداس شکستہ بدن اور دل ملول | سر پر چڑھائی رام کے چرنوں کی لیکے دھول

بولے کہ ناتھ! چرنوں سے وابستہ میں بھی ہوں
مجھکو بھی حکم ہو کہ کمر بستہ میں بھی ہوں

وہ جوش خوں نہیں ہے کہ ہو جائے جو خموش
دنیا کے عیش و لطف کا باقی ہے کس کو ہوش
بھائی ہوں! آ رہا ہے رگوں میں لہو کو جوش
ہوتے تمہارے ہی انہیں ماتا پتا کا دوش

یہاں! بھرت و شترگھن ہیں اپنا تسلی آئی ۵
رنج واں ہیں ہوں چرنوں کی خدمت کے واسطے

ہو ناتھ! تاب غم کی نہ طاقت جدائی کی ہے
ساتھ آپ لے چلیں تو خوشی انتہا کی ہے
حسرت ہے پیچھے و تگ لطف و پالکی ہے
چھوڑا اگر تو پرانوں کی مرضی فنا کی ہے

بھر آیا دل برادرِ رو کو دیکھ کر
پھر کیں بجائیں قوت بازو کو دیکھ کر

بولے یہ رام چندر کہ سچی بات ہے لچھمن
پر مانیے تیرے بھکتی پورے سے بچن
سب بھائی ایسے پیارے ہیں جیسے جان و تن
ایسا نہ ہو کہ جی میں کہے بھائی شترگھن ۱۰

یکساں ہیں تم تو منزل نزدیک و دور ہے
پر یہ جانکی کی حفاظت ضرور ہے

لچھمن! یہ سب ہیں دیکھ کر دو ہر شی کا روبار
ورنہ میری تلاش کا ہے سخت رہگذار
اوتار کی غرض ہے کہ دھرتی کا اترے بھار
پیدل کی گرد کو بھی پہنچتا نہیں سوار

جو بھکت اس لیے ہیں محبت کی چال میں
وہ واصل ہوگئے ہیں مری ذات پاک میں

بھائی بہت آئینگے میدان فتنہ خیز — تیار ہو کے چاہیے چلنا بے ستیز
کچھ لیلو ساتھ اپنے گدا گرز برق ریز — جوشن زرہ کمان تبر تیر تیغ تیز
ہر چند ہم کو لشکر کی پرواہ کچھ نہیں
فکر شکوہ و منزلت و جاہ کچھ نہیں

بولے لچھمن کہ کوئی نہیں آپکے سماں — شان خدا کے سامنے کیا آدمی کی شان
کافی ہیں ایک لشکروں کو دھنش اور میری بان — ۵ — تنہا میں اک طرف ہوں ہو اک طرف جہاں
ہر گوشۂ کماں میں یہی شش جہات ہے
اک تیر میں بندھی ہوئی کل کائنات ہے

بلوان کوئی کتنا ہو دم میں کروں اسیر — تحت الثری میں جائے تو لاؤں زمیں کو چیر
ٹنکور سے کماں کی دہلتے ہیں شوربیر — حکم خدا کی طرح سے گرتا ہے میرا تیر
امداد چاہیے نہ کوئی ساتھ چاہیے
ہاں اس پہ صرف آپکا اک ہاتھ چاہیے

کہہ سن کے آخر ہوئے آمادۂ سفر — ۱۰ — رگھبیر تو اسے بیس ہیں ہو ماتا کے جر نو ہیر
سیتا جی پاؤں پڑنے کو نیہوڑا کئے ہیں سر — لچھمن جھکے ہیں سامنے باندھے ہوئے کمر
نکلی نہ منہ سے بات کہ سامان یاس ہیں
کوشلیا اور سمترا ماتا اداس ہیں

رکھوالی کیجے ماتا سیتا دھرم کی ہو ٹیک — بن باس کی ہمارے لئے ہو صلاح نیک
گو آپ جانتی [illegible] کا پیاری ہو کول لیک — سمجھو تو رام بھرت لچھمن شترگھن ہیں ایک
۱۵ — ہم جیسے ہیں نگاہ میں وہ بھی نظر میں ہیں

ہم سے زیادہ سیوا کو دو بھائی گھر میں ہیں

ہے بھائی بھرت کو بھی ادھکار راج کا
میں ہوں جدا نہ اُس سے نہ وہ مجھ سے ہے جدا
اپنت میں سکھی ہوں جو اُس کو تلک ملا
ایک جسم ایک جان ہے اور ایک آتما

اب آگیا کے دینے میں کیا ڈھیل چاہیے
ماتا پتا کے حکم کی تعمیل چاہیے

کوشلیا اور سمترا کا غم سے سر جھکا
ہے شور جاں خراش دم نالہ و بکا
رنواس میں ہے گریہ و زاری کا تہلکا ۵
چھاتی بھر آئی دل امنڈ آیا گلا رکا

کیسا اداس رنگ در و بام ہو گیا
جس گھر میں تھی خوشی وہاں کہرام ہو گیا

سینہ سے غم کی ہوک اٹھی اٹھ کے رہ گئی
تھی رمز خاص اجبر طبیعت جو سہ گئی
آنسو کی ندی آنکھوں کے رستے سے بہہ گئی
پر لکھی ہونی کان میں کچھ آ کے کہہ گئی

ساکت مثال بت دم تقریر ہو گئیں
حیرت سے دونوں ایک سی تصویر ہو گئیں

پھر پھر کے کوکھ پھڑکی کلیجہ دھڑک اٹھا
ماتا کو اور پیارا ہے کیا پتر سے سوا
پیارے ہی ہیں چھاتی سے اگر ہیں جدا
ہوتی ہے ہائے ہائے بڑی ماں کی ممتا

سنبھلے بدن نہ ضعف سے ہاں گر کے رہ گئیں
نکلی نہ جان پتلیاں پھر پھر کے رہ گئیں

ماتاؤں کے ملاپ سے کیا کیا ملال ہیں
مرجھائے سے کنول ہیں کہ شستہ نڈھال ہیں
بیٹے وہ گھر کے چھوٹنے سے کچھ نہال ہیں
چرنوں میں سر دھرے ہوئے گودی کے لال ہیں ۱۵

بد منا پتا کی ایک بھی نکلی نہ آرزو
ہارا اچھند رہائے لکھن ہائے گل بدبو

پتروں کو دیکھ آتما اشانت ہو گئی
آشیرباد دے کے زباں بند ہو گئی

بن باس کو سدھارے سیا رام اور لچھمن
گل رنگ پوسنے چھوڑ دیا ہے مگر چمن
جس طرح ساتھ ساتھ چلیں جان روح تن
سنی کر بہار لائی ہے پتوں کا پیرہن

قصد سفر کیا شہ گردوں رکاب نے
پہنے ہیں گیروے اندر سے آفتاب نے

تن پر سے پیراہنی جامے اتر گئے
کالی کیس جو کھینچ کے سینے ابھر گئے
گھونگھر والے بال جٹا میں بکھر گئے
چودہ برس کے معرکے نظروں میں بھر گئے

سنیاسیوں کی بھیک میں بھی شور بیر ہیں
کاندھوں پہ ہیں کمانیں کمر میں تیر ہیں

بھومی کو آج کس کے ہے چرنوں کی آرزو
کانٹوں نے چاک دامن صحرا کئے رفو
۱۰
جنگل میں نغمہ سنج ہیں مرغان خوش گلو
صندل کی سارے دشت میں پھیلی ہوئی ہے بو

صحرا خوشی کے مارے عجب باغ باغ ہے
بن کی زمیں کا عرش کے اوپر دماغ ہے

رستوں کو آج کس کی ہے آمد کا انتظار
خط شعاع مہر ہے جنگل کا سبزہ زار
سرسبز ہے ہر دیدۂ حق بیں بنا بہار
ہیں سب درخت پہنے ہوئے رخت مینا کار

کندن کا رنگ ذروں کی تقدیر ہو گئی
صحرا کی خاک اڑ کے ہی اکسیر ہو گئی

چوٹی گندھی پہاڑوں کی ہونے لگے سنگھار
بادل کی دھوپ چڑھتی اترتی ہے بار بار
مالا سفید پھولوں کی بگلوں کی ہے قطار
کوثر کی موجیں مارکے گرتے ہیں آبشار
ہر سنگ رنگ بوں میں گل نو دمیدہ ہے
ٹیلوں پہ زلف کی طرح سبزہ خمیدہ ہے

دریا کو جوش ہے کہ کھلا ہے چمن کنول
موجوں کو اشتیاق میں پڑتی نہیں ہے کل
پھر رکھتا ہی جیا ہو گنگ کا سو میں گنگا جل
ساحل کو دیکھتا ہے تلاطم اچھل اچھل ۵
ہر سو نثار موتیوں کی اٹھتی چھال ہے
سورج کا عکس پانی میں سونے کا تھال ہے

رتھ پر ہوئے سوار سیا۔ رام اور لچھمن
صحرا نہال ہو گیا پھولا ہوا ہے بن
نکہت چمن کی لیکے چلی گود میں چمن
ہیں ہم رکاب رام۔ اجودھیا کے مرد و زن
انسان و وحش و طیر کا اک اژدہام ہے
ہمراہی ہیں درختوں کو قصد خرام ہے

تھے درشنوں کو جمع زن و مرد ہر طرف
افسوس سے ملے تھا ہر اک اپنے دست و کف
گریاں تھے اہل شہر و ورید بندی تھی صف ۱۰
دسرتھ کا راج پاٹ ہوا ہائے کیا تلف
کل گھر سجے تھے آج وہ برباد ہو گئے
کوچے اودھ کے گوشۂ فریاد ہو گئے

کچھ چلکے آج اس الٰہی دریا پہ ہے قیام
شب بھر یہیں ہے چھپا دھارا ج کا مقام
تمسا ندی پہ پہونچ گیا قافلہ تمام
جا سوئیں اپنے پھولوں رتی ہوا اودھ کی شام
آرام گاہ بن کے زمیں فیضیاب ہے ۱۵

بیدار بخت سبزہ ہی جو فرش خواب ہے

ہوتے ہی صبح دور غم ہمرہان کیا
وعدہ پہ لوٹ آنے سے دل شادمان کیا
شفقت کو مہربانی کو سب پہ عیاں کیا
سمجھا بجھا کے لوگوں کو واپس رواں کیا

آخر سوئے اجودھیا بیت الحزن پھرا
رتھ خالی لیکے قافلہ سوئے وطن پھرا

پیچھے کو دور قافلہ جس دم نکل گیا
نیزہ و ہنس کا کانٹا نہ ہو پیہ کہاں سنبھل گیا ۵
موتی ملی بہو نہ کبھی چہرہ و پیر مل گیا
باقی جو تھا لباس فقیری ول گیا

تر لوکی ناتھ آگے تو پیچھے لچھمن چلے
سیتا کو اپنے بیچ میں لے سوئے بن چلے

او یہاں بیانکی ڈھونڈھتے سے لبا نہیں نشان
ہاں بھگت تلسی داس ہی کچھ کرگئے بیان
رام اور لچھمن کے ساتھ ہیں سیتا جی یوں رواں
جس طرح برہمہ و جیو کے مایا ہو درمیان

شوبھا یمان بیچ میں یوں جانکی بنی
جیسے ہو راما نندی تلک میں سری بنی ۱۰

یا تھی بہم ملی مہ و خورشید کی ضیا
یا بیچ عکس و حسن کے آئینہ صفا
یا رنگ گل میں جیسے بسے ہوئے جانفزا
یا دو لبوں میں جیسے تبسم ہو خوشنما

یوں بیچ جانکی تھیں مہ و خور کے بیچ میں
جیسے ہو برہم بھگت اور ایشور کے بیچ میں

جیسے کہ رام شکل ہو واخرماں ہوئے تو ہاں
کس سوز ضیا سے پشت تھا ہر رنگ آسماں
تھی پیرہن پہ ریگ بیاباں کی زرفشاں
ڈرتے ہوئے تھے لچھمن کی آنکھوں میں پتلیاں ۱۵

چرنوں سے وہ با تجلی اُڑی گرد راہ میں
پھرتے نہیں ہیں طور کے جلوے نگاہ میں

گنگا کے تٹ پہ آ کے وہ پاسندہ چلے جب
اور پھر شوق عکس رُخِ حسن ہوا عجیب
پھیلائے پابوسی کو ساحل نے اپنے لب
دریا کا سطح بن گیا آئینہ حلب

جل کو چرن کمل سے عجب آبرو ملی
پانی کے بلبلوں کو کنول کی بو ملی

۵

سایہ پڑا تو اور بڑھی جل کی آب و تاب
بقعہ بنا تھا نور کا وزنا میں ہر حباب
پھر اک سماں کا ہنسو میں تھا آفتاب
تار شعاع مہر تھا موجوں کا اضطراب

سب آبی جانور تھے خوشی کی امنگ میں
پانی سے اچھلی مچھلیاں اپنی ترنگ میں

اشنان کرنے اترے سیارام اور لچھمن
تھر سے دیوتا یہ پکارے کہ دھنیہ دھن
بن باس کے اتارے کنارہ پہ پیرہن
است نہا رہے ہیں کہ اشٹ ہو سکے برہمن

۱۰

تھے سب کنول لئے ہوئے گھڑیال گھاٹ پر
پھولوں کا فرش بچھ گیا گنگا کے پاٹ پر

اشنان کر چکے تو ہوئی ناؤ کی پکار
لے ناؤ کر رہے ہیں جو بھوساگر کو پار
کیا بلا لیا وہ دست کشتی تھی آشکار
اپنے لئے ہیں آج وہ کشتی کے انتظار

پل مارتے ہی ناؤ کنارے پہ آ لگی
ابرو کی طرح کشتی اشارے پہ آ لگی

بیٹھے وہ شوق سے کی کہ مہاراج ہوں سوار
اترائی [illegible] چکا [illegible]

سُن رکھا ہو کہ آپ کی لیلائیں ہیں اپار / چڑھنے سے پہلے ناؤ پہ لوں گا چرن پکھار

بلکہ بس اور کوئی نہیں ہمرے کام کی
ہو ناتھ بس یہی ہے مجبوری گلام کی

میں خوب جانتا ہوں جو چرنوں کا ہے سبھاؤ / پتھر کی یہ سلا نہیں ہے کاٹھ کی یہ ناؤ
اس نے بہت اتار دئے رانی راجہ راؤ / بس ڈر ہے آپ سے تو کہیں ناؤ کو اڑاؤ

گوتم کی استری نہیں جو آسماں کو جائے
میری اڑی جو ناؤ تو جانے کہاں کو جائے

میں نیچ جات کا ہوں اُدھم اور مہا گنوار / تم راجا پھر میری سنو گے کہاں پکار
گھر آیا تم کو چھوڑ کے اب جاؤں کس کے دوار / اوتار ہے آئے ہیں مجبوری سے ہو ادھار

چرن امرت کے پینے میں کا ہے بچار ہے
ہو ناتھ ایک بوند میں سب بیڑا پار ہے

رگھبر نے مسکرا کے بڑھائے چرن کمل / لایا نکھا دھر کے کٹھوتے میں گنگا جل
جنمان جنم دھو کے چرن کر لئے سپھل / جگدیشور وا پریم سے انگلی کا اک ہو پھل ١٠

ہاں وہ جنہانے لکھا دیئے ایک ساں ہیں
بیتوں نے جو چرن کبھی پائے وہ یہاں ہیں

پھولوں نے جنگلی پھولوں سے منڈھ منڈھ کے چھائی ناؤ / چھاؤں کی پتیوں سے بچھی اور بہت سجائی ناؤ
رنگوں سے مثل قوس و شفق بہت بنائی ناؤ / رگھبر چڑھے تو گنگا نے سر پر چڑھائی ناؤ

بلی انگی کناروں سے کشتی جدا ہوئی
چمکے ہلے تو پانی کے اوپر ہوا ہوئی

گنگا کی تہ میں جھلکے تھی کشتی کی آب و تاب
اس وار سے وہ پار سبک ہو گئی شتاب
تو چادر ہو رہے تھے اچھل کر وہ خوش آب
ٹوٹی نہ ایک موج نہ پھوٹا کوئی حباب

پرواہ تھی بھنور کی نہ پرواہ جھال کی
رفتار ناؤ کی تھی روانی خیال کی

اے بھکتو! آؤ ناؤ کی جھانکی کا ہے یہ سماں
بیچوں بیچ رامچندر سیا ہیں براجمان
لہراتے ہیں سر پہ چنور سے باد بان
پیچھے لچھمن کھڑے ہیں لئے تیر اور کمان ۵

کشتی کا ڈگمگانا ہے جھول سے بھی کم
برہمانڈ کا ہے بوجھ مگر پھول سے بھی کم

اترے جو رام ناؤ سے جیکارہ گونج اٹھا
گنگا میں پھیری پھرتی تھی جیکارہ کی صدا
سیتے رامچندر آپ کی جے جے لچھمن سیا
آواز بازگشت کا دریا میں شور تھا

جھالر بجا رہے تھے بھنور موج آب سے
آتی تھی سنکھ دھن کی صدا ہر حباب سے

لے جا کے لچھمن کو کنارہ پہ پھیرے رام
سنسار پار کرنا ہے بھاگیرتھی کا کام
بولیں سیا کہ ہے شری گنگے پوتر دھام
سب پاپ کشٹ دوش کو میٹے تمہارا نام ۱۰

تر وہی ہے کون؟ جسے لیا دوار آپ کا
بھرپور موتیوں سے ہے بھنڈار آپ کا

کرتار تجھ سے ہوتے ہیں سادھو بھی جتی
[illegible] سے بھگوتی
اک بوند منہ میں پڑتے ہی جاتے ہیں گتی
آپ [illegible] اودھ میں [illegible]

پھر دیکھوں مائی لوٹ کے پرواہ آپ کا ۱۵

پرساد پانڈوں مان کے اونساد آپ کا

اترائی دی نکھاد کو انگشتری اتار
سرکار میں بھی تو بھی ہوتا ہے کاروبار
بولا وہ گر کے رام کے چرنوں پہ بار بار
کرتے ہیں بھگتوں کو بھوساگر سے آپ پار

مندری جو ناتھ آپ مجوری میں دیت ہیں
ملاحوں سے بھلا کہیں وملاحی لیت ہیں

مجدھار میں پڑی ہے دیا سندھ میری ناؤ
راجا کا اور گریب کا تم ہی کرو نیاؤ
۵ میں کیا مجوری آپ کو دیکا ہوں بتاؤ
میں نے اتارا پار مجھے پار تم لگاؤ

ہیں دھنیہ بھاگ چرنوں کی جو دھور مل گئی
میری مجوری تو مجھے بھرپور مل گئی

ہوں آپ کا غلام مہادین اور داس
پروار سارا آپ کے جانے سے ہی اداس
بلکیس ہے کوئی نہ مجوری ہے میرے پاس
ہو ناتھ اوٹنے کی لگائے ہوا ہوں آس

۱۰ سارا کٹمب چرنوں سے اودھار ہو گیا
میرا تو بیڑا آج ہی سے پار ہو گیا

بھگوان کے چت میں ہے سدا وہ ابراجمان
ملتے ہیں پریم ہی سے تو بیراگ جوگ گیان
بیدتا انہیں کرو رسا وہی ہیں جنکا دھیان
رخصت کیا نکھاد کو بھگتی کا دے کے دان

شری پر سے دیوتاؤں نے دی دھنیا دو ہن
ہو دھنیہ دھنیہ دھنیہ تمھیں ہے نکھاد وہن

رگھبیر لکشمن سیا تے جو گنگا کا چھوڑا تٹ
پہونچے جو چلتے چلتے کسی گرام کے نکٹ
بستی رہا کی سیں پہ باندھے جٹا مکٹ
۱۵ بیدیہی کی طرف کو چلیں ناریاں جھپٹ

بیاکل گرام باسی سب پریم بہت ہوئیں
درشن مکھار بند کے کر کر جگت ہوئیں

پوچھا جنک دلاری سے یاں کیسے آئی ہو!
کس باپ کی ہو بیٹی؟ کس ماں کی جائی ہو
جنگل میں کیسے پھرتی ہو؟ کس کی ستائی ہو
کس کی بہو ہو؟ چھانو سے لینے لجائی ہو

راجا کا جسم پا سکے جو کی سیتا ہیں کون؟
ہمراہ تیرے ساتھ یہ دونوں جتی ہیں کون؟

بولیں سری سیا نہ کسی کی ستائی ہوں
بیٹی جنک کی پرتھوی ماتا کی جائی ہوں
٥
بن میں پھرتے سوامی کی سیوا میں آئی ہوں
جسکی بہو ہوں چرنوں میں ان کے ساتھی ہوں

دیور لچھمن کو سنتے ہی بتلا کے رہ گئیں
رگھبر کا نام پوچھا تو شرما کے رہ گئیں

آگے بڑھے یہاں سے بھی رگھوکل کی چندرماں
پیدا کیا ثبات حسن تجلی سے آسماں
پھر کر رہا تھا جاتا تھا قدموں کی آسماں
ایک جگہ درشنوں کی تھی رستوں کے درمیاں

ہر جگہ تھا پانی کیں گرد راہ سے
چرنوں کو ڈھک لیا تھا ہجوم نگاہ سے
١٠

پھر پاک چترکوٹ میں کرتے ہوئے قیام
جنگل میں ایک بھیلنی سیوری کا تھا مقام
دیکھا کہ اول بھرت کو والے سدھارے رام
چھوڑ رہی تھی جنموں سے رگھبر کا یہ نام

بھیلنی سے یاں ملا کے پھر اس جوگ کو
سیوری سے جوٹھے بیر لیے آپ بھوگ کو

جب سے سنی تھی سیوری نے نارد سے یہ خبر
آئیں گے رامچندر بن واس میں ادھر

جنگل کی گھاس پھوس سے چھپا تھا روز گزر
ہر وقت صاف کرتی تھی رستہ ادھر ادھر

پھنسنے لگی تھی دور راہوں سے کانٹے اکھاڑ کے
آنکھوں کا فرش کرتی تھی پلکوں سے جھاڑ کے

آہٹ پہ چونک چونک کے رستہ پہ آتی تھی
ہر روز جھاڑیوں سے نئے پھل لاتی تھی
پھولی نہیں بدن میں خوشی سے سماتی تھی
چکھ چکھ کے میٹھے میٹھے الگ دھرتی جاتی تھی

اس جھونپڑی میں آنکھیں بچھائے پڑے ہوئے تھے
ظرف نذر دان تھے کہ پتوں کے دونے تھے ۵

بن باس پھرتے پھرتے یہاں رامچندر آئے
بیگانگی سے دور جو نقش قدم مٹائے
سیوری کے بیر آپ نے جھوٹے بھی رچی سے کھائے
بھگت انہیں گر سائے تو وہ بھگتی میں سمائے

یہاں بھید جات پانت کا ناری نہ نر کا ہے
ہر کو جو پریم کرتے ہیں سوئی ہر کا ہے

سیوری سے ہو کے رام لچھمن اور سیتا بدا
جنگل تھا سبزہ زار تھا میدان پر فضا
زندک بن ایک نام کا دلکش مقام تھا
پانی کے چشمے دیکھ پسند آ گئی ہوا ۱۰

مطلب کا پا کے ہر طرح سے اس مقام کو
پتوں سے چھائی جھونپڑی اچھی قیام کو

اس آشرم میں چار برس یہاں رہا قیام
اک دن بچار کرنے لگے اپنے دل میں رام
جب ماہ تیرہ سال اور دو کے ہوئے تمام
جس کام کو ہم آئے تھے باقی ابھی ہے کام

وعدے سے ہو گئے دیوتا سب انتظار میں
کتنے برس گزر گئے سیر و شکار میں

اتنے میں ایک آہوئے زریں پڑا نظر
خوش رنگ روپ جسم طلا کار سیم بر
مرجاں کی شاخیں سینگ تھے گوہر صورت کُھر
آنکھیں طلسم آنکھیں چھلاوہ تھا فتنہ گر

تنکے تھے سبز و بست کے منہ میں غزال کے
دنبالے جیسے چشم بت خوش جمال کے

دلکش مثال حلقۂ گیسوئے خم بہ خم
دل ہائے پُر شگاف کی مانند چاروں سُم
گردن میں گھونگرو تھے کہ تھی شکر میں گم
۵ رفتار کی صدا اٹھی چھما چھوم چھوم چھم

جسم جواہریں پہ کھلے سبز ملمع تھے
نیلم کی تختی پشت تھی الماس داغ تھے

جنگل میں سامنے سے گذر کر اُچھل چلا
کرتا ہوا کلول ابھر کر اُچھل چلا
موجِ ہوا سے بگڑا سنور کر نکل چلا
چونکا ذرا تو چوکڑی بھر کر نکل چلا

دیکھا شری سیا نے تو جی بھی لبھا گیا
آہو کا مرگ نینی کو انداز بھا گیا

رگھبر سے بولیں دیکھ کے آتا ہے کیا ہرن
۱۰ کیا رنگ بھینا کا ہے؟ کیا خوشنما بدن
سوسن کے پھول کا کوئی غنچہ ہو یا دہن
سایہ سے بھاگتا ہے یہ شوخی کا ہے چلن

ہے ناتھ لاؤ گر یہ غزال ختن ملے
کیا اچھی مرگ چھالا ہو جو یہ ہرن ملے

رگھوور یہ سن کے اتی اٹھے مسکرا کے چلے
تیر و کمان کو دوش کے اوپر سجا کے چلے
سب پاچھو نکلے بھید کپٹ چھل بتا کے چلے
بھائی لکھن کو بہر حفاظت بٹھا کے چلے

۱۵ مایا رچی ہوئی تھی کہاں کا شکار تھا

	سب جانتے تھے آپ جو کچھ ہونہار تھا		
قصد شکار آہوئے شوخ و شریر ہے ولدوز سے خدنگ مگر دلپذیر ہے		انداز شست آپ ہی اپنی نظیر ہے ایک ہاتھ میں کماں ہے چٹکی میں تیر ہے	
	لٹکا سا ہے پسینہ رخ تابدار پر آنکھیں لڑی ہوئی ہیں ہرن کے شکار پر		
ایک ہاتھ پاس کان کے اور اک کمان پر ترچھا تناؤ جسم کا کیا آن بان پر	۵	اک سیدہا اور ایک چرن کچھ اٹھان پر برہانڈ لوٹ ہو گئے اس چھب کی شان پر	
	آنکھوں میں ہے زبان تو آنکھیں زبان ہیں ہے بھگت اسی چھب میں آتی ہو دھیان میں		
ناوک کی اک صدا اٹھی جو سن سے نکل پڑی اک جلتی شمع تھی ! جو لگن سے نکل پڑی		آنکھوں سے پتلی ! روح بدن سے نکل پڑی گھبرا گیا ! زبان دہن سے نکل پڑی	
۱۰	اک دیتے ہوش ! دوسرا لینے کو جاں گرا تیر نظر کے ساتھ ہی ! تیر کماں گرا		
چوکنا ایستادہ تھا ! آہو رواں کبھی پھرتی سے مثل برق ! جہندہ نہاں کبھی		پنہاں کبھی نظر سے ! منظر میں عیاں کبھی تر ٹار میں ہے ! اچھلا سوئے آسماں کبھی	
	کھاتے ہی تیر ادر شتو تو ٹھہرہ بکھر گیا سیتا لکھن چلو ! یہ صدا دے کے گر گیا		
آواز سنکے جانکی ! بیاکل ہوئیں ادہر تم کو پکارتے ہیں ! کوئی بات ہے مگر	۱۵	بولیں لکھن سے دیکھو تو بات ! لو خبر آواز اودھر سے آئی ہے سوامی گئے جدھر	

دینی اگر ہے بھیک تو دو چھوڑ کر لکیر — بھکشا نہ دی ہوئی انہیں لیتے کبھی فقیر

باہر جو کنڈلی سے چلیں دیہہ کا کھا گئیں
راون کے چھل میں ہائے ہماری آ گئیں

پھرتی سے رتھ کے دوش پہ بٹھیں کیا سوار — آکاش کی طرف کو اُڑا صورت غبار
سیتا بھی بیاکل ہو کے لگیں کرتے ہاہاکار — ہا ہا رام چندر ہائے لکھمن کی پڑی پکار

تھر تھر تھا ڈر سے سارا بدن ہائے ہائے ہا
۵ جگدیش ہائے ہائے لکھمن ہائے ہائے ہا

ہا پران ہائے ناتھ کہو مجھ سے کیا بنا ؟ — کیسے کٹھور ہو گئے ؟ کیوں چھوڑ دی پیا ؟
کیا ناتھ پران پیاری کو بھی اور تھی سیا ؟ — کیوں میرے گھور کشٹ پہ آتی نہیں دیا ؟

کرپالو ہو۔ دیالو ہو رکشک ہو ناتھ تم
ایسی بپت میں چھوڑ دو ہو کیوں مرا ہاتھ تم

لایا پکڑ کے چاہے پہ کاہے کو دشٹ من ؟ — ہا دین بندھو ہائے دیا سندھو ہا لکھمن
ہا ہا او دوشی اچھے کرتا تھا کیا ہرن ؟ — ۱۰ کیوں لکشمن نہ مانے تمہارے کہے بچن ؟

پھل پایا ویسا ہی نہ کہا مانا جس طرح
ہا لکشمن تمہارا کہوں دوش کس طرح

گر گر کے رتھ میں کرتی تھیں کیا جانکی بلاپ — دُرگیہ سوامی میرے لئے اب کہاں ہیں آپ
اک چھن میں تم تو بیٹھے ہو جیتم بھر کے پاپ — بھاری ہے دکھ تمہیں مرے کو مرا اُنکو کشٹ تاپ

بپتا دھرم ہے لگا ہوا پران اسا جان کی
چھیتی ہوئی نہ پاؤ گے اب ناتھ جانکی

ہو ساس جن کی ماتا کوشلیا سی ستی		دیور لکھن سا جن کا پھنش دھاری اور جتی
جنکے پتا اجنکے سے ہوں اور آپ سے پتی		ہو دین بندھو دیکھ تو لو! اس کی درگتی

ایرادہ کیا جو چھوڑ دیا میرا ہاتھ ناتھ
ہا ہاتھ ہائے ناتھ امیر سے پران ناتھ ناتھ

آنکھوں میں اب تو ہو گیا برہمانڈ بھر سیاہ		پراون کے ڈر سے اونچے کو اٹھتی نہیں نگاہ
اس شوک کے سمندر کی جانے کہاں ہے تھاہ	۵	رگھپت تراہ تراہ ہے سوامی تراہ تراہ

بھگتوں نے جنکے دھیان ہی سے موکش پائی ہے
ان ہی چرن کمل کی دوہائی دوہائی ہے

یہاں تک کہا ہی تھا کہ کسی کو رہی نہ کل		لوکش سے بولے ایس کہ دست ہو گئے سبل
اب اس بلاپ سننے کو یا مرتھ ہے نہ بل		بیاکل تھے رامچندر گر انتر دل سے جل

ہر راگنی کے روپ سے شرنگار اٹھ گیا
رگھبیر اٹھے جو شوک میں دربار اٹھ گیا

شرم گناہ کب تلک اے شعلہ مند او کمہار	۱۰	تکرشنا میرے کرموں نے مجھکو لیا پچھاڑ
چرنوں نے چھو کے سنگ اہلیا دیا ادھار		وہ شراپ کی سلائی اس پاپ کا ہوں پہاڑ

سر پر غم ہے بچنے کو کوس رحیل ہے
ہے ناتھ امیر سے واسطے کیوں اتنی ڈھیل ہے

بیراگ ہے نہ جوگ نہ بھگتی ہے اور نہ گیان		پوچھا نہ کوئی پاٹ نہ کوئی نہ کوئی دھیان
سب عمر پیٹ بھرتے میں کھوئی ہے بے نشان		پر ایک بھروسہ ہے کہ تمہیں ہو دیا کی کان
اب آپ پاپ کا کی ہو دھا سے سر دہیں	۱۵	نکلیں یہ پران آ کے ہوئے چرنوں کی گرد ہیں

کلیات شعلہ

حصّہ دوم

مصنفہ منشی بنواری لال شعلہ

جسمیں

وان موسوم بہ ارمغان شعلہ (صفحہ ۱-۱۲۱) مرقع ناز یعنی سراپا (صفحہ ۱۲۱-۱۲۷)

نوحہ جات (صفحہ ۱۲۸-۱۳۸) نوحہ قیصرہ ہند (صفحہ ۱۳۹-۱۴۱) قصیدہ

ک ٹاور (صفحہ ۱۴۲-۱۴۷) نظم دربار کپورتھلہ (صفحہ ۱۴۸-۱۵۱) ودیگر

تواریخ (صفحہ ۱۵۱-۱۵۲)

شامل ہیں

یا فتاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں جبہ سا ہوں اُس درِ عالی مقام کا
کعبہ جہاں جواب نہ پائے سلام کا

سکہ رواں ہے کس بتِ محشر خرام کا
نقشِ قدم نگیں ہے قیامت کے نام کا

کیا پاس غیر قصد ہے گر قتلِ عام کا
ایک مُردہ دور رکھ دو مسیحا کے نام کا

اے رہروانِ منزلِ مقصود مرحبا
چمکا کلس وہ روضۂ دار السّلام کا

خنجر سنبھالے پی تسلیم خم ہیں ہم
گردن جواب لیکے اُٹھے گی سلام کا ۵

یہاں اور آرزو ہے وہاں اور آرزو
واں میرے کام کا ہے نہیں دے لگے کام کا

کیا انتخاب کیجیے مضمون نقص ماہ
گرد ول ہے حاشیہ ورقِ ناتمام کا

خاکِ لحد سے گور میں میلا کفن نہیں
صبح وطن میں رنگ ہے غربت کی شام کا

وہ اور کسی سے وصل کے وعدہ کی پختگی
اے دل بُرا ہو تیرے خیالاتِ خام کا

پہونچے لحد سے سوئے فلک نالۂ دل
زینہ زمیں کی تہ میں ہے گردوں کے بام کا ۱۰

وہاں شکوہ عدو سے کدورت میرے سبب
اور میں نہیں ہوں خاک میں ملنے کے کام کا

مجھ سے ہوا ہے وعدۂ روز جزا ابھی
دیتے ہو کیا جواب عدو کے پیام کا

غش کیسا میں تو طرز تکلم پہ مر گیا
موسیٰ نے کچھ بھی لطف نہ پایا کلام کا

او اہل سوگ کشتۂ زلف دراز ہوں
روؤ گے کب تلک مجھے مردہ ہوں شام کا

۵
اے شعلہ کہہ دو بلبل خلد بریں سے اب
گلدستہ باندھ لے میرے رنگیں کلام کا

یہ کب سے دفتر عشاق میں ہے نام میرا
لکھا تھا کلک ازل نے تجھے سلام میرا

زباں پہ رشک سے کب آ سکے گا نام میرا
کہیں گے حضرت موسیٰ بھلا سلام میرا

امید وصل خطا پختگی وعدہ غلط
طلب محال میری اور خیال خام میرا

یہاں ہے نیم نگہ کا بھی شکریہ لب پر
نمک حرام نہیں زخم ناتمام میرا

۱۰
خیال روئے منور ہے مطلع خورشید
فلک سے کرتا ہے باتیں چراغ شام میرا

عتاب باعث ناکامی تمنا تھا
نگاہ لطف مگر کر رہی ہے کام میرا

الٰہی ہو مری ہستی کا عشق سے آغاز
قدوم ختم رسل پر ہوا اختتام میرا

خدا کے واسطے اٹھو کہاں تلک غفلت
مسیح کرتے ہیں کچھ اور اہتمام میرا

مئے الست سے لبریز ساغر دل ہے
گھٹے بڑھے نہ سرور علی الدوام میرا

۱۵
الٰہی خیر کہ ہے قتل سے گناہ کا ڈر
چلی ہے لے کے تمنا میری پیام میرا

فلک سمجھتا ہے کچھ کھیل نالۂ دل کا
لگے نہ آگ تو شعلہ نہیں ہے نام میرا

شیوہ ہے لطف عام تیری پاک ذات کا
ہیں کیوں رہین ہوں نگہ التفات کا

پھیکا نہ کیوں ہو ذائقہ آب حیات کا
ساقی کے پاس عطر ہے قند و نبات کا

لے بات وہ الجھتے ہیں وحشت کے ذکر سے
یاں تار بندھ گیا ہے گریباں کی بات کا

فرصت شگفتگی کی نہ پائی کہ مٹ گیا
غنچہ تھا میں بھی کس چمن بے ثبات کا

بخت سیہ نے کام دیا کیا شب وصال
ان کو میری سحر پہ بھی دھوکہ ہے رات کا

ہونے دو کشتگان لب شکریں کو دفن
مٹی مزا چکھائے گی قند و نبات کا ٥

بھر بھر کے رنگ پیکر تصویر میں تیرے
منہ چومتا تھا خامۂ قدرت دوات کا

نکلے گی روح توڑ کے ایک ایک بند کو
ثابت کہیں اترتا ہے جامہ حیات کا

میں اور مان لوں تیرے جلوہ کی تاب کو
شعلہ اور اعتبار ہو موسیٰ کی بات کا

اے جنوں ہے گلشن ایجاد ویرانہ میرا
کس کا دیوانہ ہوں اک عالم ہے دیوانہ میرا

باعث آرائش گیتی ہے ویرانہ میرا
تل مگر روئے زمیں کا ہے سیہ خانہ میرا ١٠

ہوں میں غش روز ازل سے جلوہ دیدار پر
طور کی تقریر تھی گویا اک افسانہ میرا

بات چھیڑی ہے تو کہنے دیجئے افسون زلف
نیند اچٹی ہے تو سن لیجے کچھ افسانہ میرا

اے نشاط حرص نعمت خوب ہی چکر دئے
آسماں کے ساتھ گردش میں ہے پیمانہ میرا

میں وہ کشت نامرادی ہوں زمانہ میں کہ ہے
برق خرمن سوز کا مشتاق ہر دانہ میرا

ہے سرور بادۂ الفت بہار بہشتی
بیخودی دو جہاں ہے دور پیمانہ میرا ١٥

سب ہیں جیتے جی کے دنیا میں تعلق بیخبر
کون ہے تیرا یگانہ کون بیگانہ میرا

ہے سرور بادۂ رنگیں سخن سازی میری
موج بحر مے سے ہے شعلہ شعر مستانہ میرا

اُڑ چلو گے جو ہوئے چہرہ پہ گیسو پیدا
طائرِ حسن کرے گا پر و بازو پیدا

لاکھ دل چیر کے یک لخت جگر آتا ہی
آنکھیں سو پھوڑ کے ایک ہوتا ہی آنسو پیدا

اشک آلودہ ہیں کیا کیا میری مژگانِ دراز
دیدہ تر نے کئے سرو لبِ جو پیدا

پھر قراں تو بنایا تھا خلافِ قرآں
مصحفِ رخ پہ خدا نے کئے گیسو پیدا

۵ نہ یہ شوخی نہ یہ وحشت نہ یہ غمزہ نہ یہ ناز
کیا غزالانِ حرم کرتے تیری خو پیدا

لاکھ فتنوں سے بنایا ہے سراپا تیرا
سو قیامت سے کیا ہے قدِ دلجو پیدا

دھکدھکی دیکھئے کس کس کا گلا گھونٹے گی
داغ کیا کیا نہ کرے گا تیرا جگنو پیدا

میرے وہ ہاتھ لگا اک دن نہ گئے پانوں تلک
میرا وہ سر ہے کہ جس کو نہیں زانو پیدا

اب لیا چاہتا ہے اشک تیری چہرہ سے رنگ
اب کیا چاہتا ہے داغ تیری بو پیدا

۱۰ درد سا ملتا ہی کب مونسِ جانِ غمناک
ضعف سا ہوتا ہی کب قوتِ بازو پیدا

بے مروت ہیں زمانہ کے حسیں اے شعلہ
دل لگی کا نہیں ہوتا کوئی پہلو پیدا

دل گلو بستہ بلا نکلا
کھول زلفیں کہ دم مرا نکلا

تم بھلے غیر بھی بھلا نکلا
بندگی بندہ گر بڑا نکلا

کہیں بے وجہ تھی پریشانی
زلف سے دل کا سلسلہ نکلا

۱۵ دل و جاں و جگر قرار و شکیب
ایک بھی تو نہ کام کا نکلا

رشکِ دشمن تو کوئی بات نہیں
خیر بندہ ہی بے وفا نکلا

ناتوانی میں سخت جانی ہائے
ضعف بھی طاقت آزما نکلا

تیرے کوچہ میں نقشِ پا کی طرح
مٹ گیا میں جو کوئی آ نکلا

یہاں کسے ہے دماغ نکہتِ گل
دم ہمہ جنبشِ صبا نکلا

آخر آئے مری عیادت کو
دردِ دل خوب جانفزا نکلا

زخمِ دل پر ذرا نمک چھڑکو
پھر بھر آیا تو کیا مزا نکلا

بت پرستی کوئی گناہ نہیں
میں اگر بندۂ خدا نکلا

مر گئے ابتدائے عشق میں ہم
۵
آسماں کا نہ حوصلا نکلا

کیا کروں اس کا کچھ علاج نہیں
غیر بھی درد آشنا نکلا

شعلہ پہلو میں کچھ تو بھڑکا ہے
دلِ بیتاب کیوں خفا نکلا

دل کی بساط کیا تھی جو صرفِ فغاں رہا
گھر میں ذرا سی آگ تھی کتنا دھواں رہا

قالب غبارِ سرعتِ عمرِ رواں رہا
صحرا کی گرد میں رمِ آہو نہاں رہا

شب بھر خیالِ گیسوئے عنبر فشاں رہا
۱۰
مہکا ہوا شمیم سے سارا مکاں رہا

کیا کیا نہ کاوشوں پہ مرے آسماں رہا
بجلی گرائی مجھ پہ نہ جب آشیاں رہا

ہیں وہ ہی شوخیاں کفِ نقاش میں بسر
تصویر کے بھی پردہ میں دامن کشاں رہا

گویا ہے جواب وہاں مہر لگ گئی
میں مانگتا ہی بوسۂ خالِ دہاں رہا

محشر بھی کوئی درد ہے جو اٹھ کے رہ گیا
شکوہ بھی کوئی غم ہے جو دل میں نہاں رہا

لپٹے بھی مگر مجھے چھونے نہ دی کمر
۱۵
اک بال بھر کا فرق عجب درمیاں رہا

مجنوں سے کہہ کے بڑھ گیا لیلیٰ کا ساربان
لے نامراد تو ہی پسِ کارواں رہا

ان کے جوان ہونے میں تھی سال بھر کی دیر
یوسف کا بھاؤ ایک برس بھی گراں رہا

وہ حرف ہوں کبھی جو مکرر نہ ہو سکا
وہ لفظ ہوں جو معنی میں اپنے نہاں رہا

ہجراں سے زرد خون جگر سے ہوں سرخرو
ہر رنگ میں میں رنگ بہار و خزاں رہا

خورشید آسماں پہ گیا تو زمیں پہ ہے
میزان حسن میں ترا پلہ گراں رہا

کیا گرمیٔ محبتِ اعدا کے ہوں گلے
وہ سرو مہر کون سے دن مہرباں رہا

مقتل میں آج ڈوب گئے سیکڑوں کے سر
اونچا ایک ہاتھ تیغ کا پانی رواں رہا

تھا شمع رو عدو کا مگر انجمن فروز
شب بھر ہمارے سینہ میں گھٹتا دھواں رہا ۵

وہ چلتے پھرتے آئے مری خاک گور پر
تربت پہ اپنے سایہ سرو رواں رہا

دم لب پہ جان آنکھوں میں مژگاں پہ دل گیا
یہاں اتنے رہنے والوں میں خالی مکاں رہا

جینے میں کیا مزہ جو نہیں موت کا یقیں
مرنے میں لطف کیا ہے جو وہ بدگماں رہا

حسرت سے پاس پاس کی حسرت لپٹ گئی
ماتم نئی طرح کا سر کشتگاں رہا

لینے دیا نہ ایک بھی دم چین گور میں
میرے لئے زمیں کے تلے آسماں رہا ۱۰

خورشید کی مثال ہیں آئینہ دار حسن
ایک ایک ذرہ میں جلوہ ترا عیاں رہا

ہو گی ہماری کیا در جنت پہ روک ٹوک
گر تیرے آستاں کا جبیں پہ نشاں رہا

فرصت ملی نہ رونے سے مرنے کے بعد بھی
آنکھوں کے بند ہونے پہ دریا رواں رہا

عنقا کی طرح گم ہو جو شہرت پسند ہے
پایا اسی نے نام کہ جو بے نشاں رہا

خنداں تھا لب پہ گریہ تولید کی عوض
مرنے کی کیا خوشی تھی جو میں شادماں رہا ۱۵

کثرت حجاب دیدۂ عارف کبھی نہیں
ذروں میں ایک مہر کا جلوہ عیاں رہا

بیمار ہجر موت سے اٹھ کر لپٹ گیا
وعدہ پہ آیا جب کوئی تیرا گماں رہا

میں آپ ہو رہا تھا تمہارا حجاب وصل
تھا پردۂ حیات کہ جو درمیاں رہا

دل بھی گیا جگر بھی گیا جان بھی گئی
میں پھر بھی دیکھتا ہی تری شوخیاں رہا

قاصد نہ آیا لوٹ کے یہاں وقت نزع ہے ۔ یارب کہاں پیمبرِ آخر زماں رہا
میں وہ گناہگار ہوں پہونچا جو در پہ میں ۔ رحمت لپٹ کے کہنے لگی تو کہاں رہا
نالہ نکل نہ جائے کہیں چاک سینہ سے ۔ ضبطِ فغاں اگر یوہیں ٹھہر وہاں رہا

اے شعلہ کیا طبیعت نازک پہ درد دل
قدرِ سخن رہی نہ کوئی قدرداں رہا

دل تو کہتا ہے نہ گھبرائے گا ۔ ۵ ۔ زلف کہتی ہے ہوا کھائے گا
غیر اور دید طلب مثل کلیم ۔ کہیں باتوں میں نہ آجائے گا
چھو کے وہ مصحف رخ حضرت دل ۔ کوئی صلواۃ نہ سنوائے گا
بے وفا غیر تمہیں کہتا ہے ۔ مجھے ناصح سے نہ لڑوائے گا
کیوں پریشاں ہو خم گیسو پہ ۔ دل جو الجھے تو نہ سلجھائے گا
بخت خفتہ کی تو آنکھیں کھل جائیں ۔ ۱۰ ۔ خواب ہی میں نظر آجائے گا
وار خنجر کا نہ اوچھا رہ جائے ۔ اسے وہم قتل نہ گھبرائے گا
ہو چکا غیر سے تو وعدۂ وصل ۔ کچھ میرے حق میں بھی تو فرمائے گا
میں اٹھا کر تمہیں دل میں رکھ لوں ۔ گھر سے باہر کہیں ملجائے گا
حیرتِ حسن سے بگڑی صورت ۔ مجھے آئینہ نہ دکھلائے گا
چھوٹی بندش مجھے سب ہی معلوم ۔ ۱۵ ۔ بات ناحق کو نہ کھلوائے گا

شعلہ کچھ بات بھی ہے طعنۂ غیر
یوہیں مرنا ہے تو مر جائے گا

ابکے کیا جوش جنوں بے سروساماں آیا ۔ چاک سینہ میری نظروں میں گریباں آیا

ایک جلوہ ہی پئے گبر و مسلماں آیا
آئینہ خانہ میں جو آیا سو حیراں آیا

پانو رستہ پئے لگے جبکہ بیاباں آیا
ہاتھ کام آئے جو ہاتھوں میں گریباں آیا

جامہ وحشت کا جو مجنوں نے کیا زیبِ گلو
میرا اُترا ہوا کیا ٹھیک گریباں آیا

چونک اٹھے تیرے خوابیدہ جو سوتے سوتے
حشر آیا کہ کوئی خواب پریشاں آیا

۵
آبلہ پائی ہوئی جوشِ جنوں کی رہبر
خلشِ خار سے جانا کہ بیاباں آیا

آنکھ کھلنے نہیں پائی تھی کہ آئے آنسو
اشک قطرہ نہ بنا تھا کہ جو طوفاں آیا

دل کا جانا کوئی آنا تھا کہ جا کر آئے
جس کا دشوار تھا جانا وہی آساں آیا

وسعتِ جوشِ جنوں بعد فنا بھی ہے وہی
پھر سمٹ کر مرے ذرہ میں بیاباں آیا

پردۂ حسن بھی ہے جلوۂ عالم افروز
چھپکے جانا جو نظر سے کوئی پنہاں آیا

۱۰
جوشِ وحشت نے ازل ہی سے اڑائے ٹکڑے
صورتِ غنچہ میں سو جامہ میں عریاں آیا

ہائے کیوں دیر ہو رحمت کی گنہگاروں پر
کس کے ہاتھوں میں ترا گوشۂ داماں آیا

شعلہ گذری جو شبِ ہجر کسی نے نہ کہا
کوئی بھی تو نہ مرے حال کا پرساں آیا

شہر میں حضرتِ دل چاک گریباں کیا
ہوش میں آؤ بھلا گھر میں بیاباں کیا

کھل گئے زخم خیالِ لبِ خنداں کیا
اور بڑھ جائے اگر درد تو درماں کیا

۱۵
قطع جامہ ہوا اُن کے قریں چاک سلے
دیکھئے رہتا ہے انداز گریباں کیا

دل جگر سے ہی الگ اور جگر جاں سے الگ
آج ایک مجمع کا مجمع ہی پریشاں کیا

خاک عاشق ہی کہ اٹھ اٹھ کے قدم لیتی ہے
اور وہ جاتا ہی اٹھائے ہوئے داماں کیا

بیکسوں کا ہے خدا حافظ و ناصر ہر دم
کشتیِ مے کے لئے نوح کا طوفاں کیا

دل میں کچھ عشقِ صنم تل کے برابر ہی سہی
کفر اتنا بھی نہ ہو جس میں مسلماں کیسا

مژدہ اے دستِ جنوں جامہ ابھی باقی ہے
چاک دامن سے نکل آیا گریباں کیسا

ہو چکا حشر قیامت کا زمانہ گذرا
تھا الٰہی بتِ بد عہد کا پیماں کیسا

شعلہ پیری میں کسی زلف کا سودا کیا خوب
صبح کے وقت سبے یہ خواب پریشاں کیسا

کون ہے وہ جو اُٹھا دیتا ہے پردا تیرا
تیری آنکھیں ہی کیا کرتی ہیں شکوا تیرا ۵

میں وہ حیران ہوں نظروں میں ہے تماشا تیرا
صورتِ آئینہ ہوں دیکھنے والا تیرا

بے وفا نقش ہیں جی پر ترے سارے انداز
بے مروت میری نظروں میں ہے شیوا تیرا

یہاں تو اک دل ہے وہاں قیمتِ بوسہ دل
عاقبت میں بھی رہا جاتا ہے دینا تیرا

لب تو آمادۂ تقریر نہیں تھے لیکن
کر دیا حال مرے صبر نے افشا تیرا

رشک ہے مانعِ نظارہ وگرنہ اک دن
آئینہ میں تجھے دکھلا دوں تماشا تیرا ۱۰

شورِ آشفتگی و زورِ پریشانی ہے
چھو لیا کس نے سرِ زلف چلیپا تیرا

نہیں موسیٰ ہی پہ موقوف تجلی تیری
اور بھی تو ہے کوئی دیکھنے والا تیرا

دیکھ ہم صحبتیٔ غیر سے اک دم میں ہوا
روز پہروں کی ملاقات کا چرچا تیرا

شعلہ کچھ آج نئی بات نہیں شکوۂ دل
ہم تو ہر روز یہی سنتے ہیں جھگڑا تیرا

تم بچ کے چلو یاں سے کہ مدفن ہے ہمارا
ہم پھر نہ سنیں گے کہ یہ دامن ہے ہمارا ۱۵

ہر برگِ خزاں دیدہ بنا ہے کفِ حسرت
گلشن میں نئے رنگ سے شیون ہے ہمارا

وحشت نے کیا دفن عجب دشتِ جنوں میں
ہر ذرہ چراغِ سرِ مدفن ہے ہمارا

للّٰہ تامل ہو ذرا ذوق تپیدن
بیتابئ دل بس دم کشتن ہے ہمارا

ہے طائر جاں ابروئے خمدار پہ مائل
شاخ سر آہو پہ نشیمن ہے ہمارا

شعلہ بخدا رکھئے نہ امید بتوں سے
سب جھوٹ ہے کب وہ بت پرفن ہے ہمارا

ہر ایک سانس میں لخت دل فگار آیا
ہوا کے گھوڑے پہ آیا جو شہسوار آیا

خمار عید کا رندان بادہ خوار آیا
جگاؤ ساقی کو پھر نشہ کا اتار آیا ۵

بتوں کے عشق سے محشر میں شرمسار آیا
ہٹا دو بیکسوں کو گنہگار آیا

کبھی تو قیس کبھی کوہکن کبھی وامق
ہزار رنگ میں تیرا امیدوار آیا

شکن جبیں پہ پڑے مجھ سے اور بھی الجھے
یہ کیوں خیال خم زلف تابدار آیا

وہ چھپتے پھرتے ہیں گھبرائے کیا قیامت ہے
یہ کون عرصۂ محشر میں بیقرار آیا

تمہارے رنگ سے کیا کیا چمن نے کھائے داغ
تمہارے سبزۂ خط سے گلوں کو خار آیا ۱۰

جنوں نہیں مجھے شعلہ کہ سر کو ٹکراؤں
فراق یار میں کیسے قرار آیا

جگر آنکھوں سے ٹپکا اور دل شیدا نکل آیا
میں اک آنسو ہی سمجھا تھا یہاں کیا کیا نکل آیا

خیال ابروئے قاتل سے پھر دل پر کمر باندھی
یہ دشمن اور میرے خون کا پیاسا نکل آیا

کرے صید افگنی کیا کمان ناکشائی کس کس کو
چھوڑو کا آہ کو سینہ میں تو نالا نکل آیا

کہاں لہرائیں روئے پر عرق پر آپکی زلفیں
یہ شبنم چاٹنے کو سانپ کا جوڑا نکل آیا ۱۵

کیا ہے نوح کے طوفاں کو پانی میرے رونے نے
اٹھی جیسے ہی آنسو آنکھوں سے ایک دریا نکل آیا

اٹھاتا ہی وہ گل مجھ ناتواں کو بزم سے شعلہ
رقیبوں کے جگر سے ابتو کانٹا سا نکل آیا

بنا ہے کعبہ تہ تیغ عشق بازی کا — جھکا ہے دیر سے سجدہ میں سر نمازی کا
ہیں بانیاز ترا شیوہ بے نیازی کا — ہیں دردمند تجھے ذوق چارہ سازی کا
کس آستانہ پہ سجدہ ہے عشق بازی کا — کہ چومتی ہے زمیں سر تیرے نمازی کا
بتوں کے عشق میں آخر خدا نظر آیا — یہاں حقیقی سے رتبہ بڑھا مجازی کا
منگایا جاتا ہے گلگیر نالۂ دل چپ — ۵ — لگا ہے شمع پہ تہمت زباں درازی کا
تم آؤ پھر خدا ابتو دوست بنتے کو — قریب وقت ہے دشمن کی چارہ سازی کا

وہ جھوٹ بوسہ کو کہدیں تو دیکھ لوں شعلہ
ڈرو خدا سے نہ لو نام پاک بازی کا

جو ہے مشتاق وہ پابند قلت کا نہ کثرت کا — یہاں ہر ایک ذرہ میں ہے پرتو مہر وحدت کا
ہوا ہے غلغلہ مقتل میں قاتل کی ملاحت کا — مزا ہر زخم نے بخشا مجھے شور قیامت کا
دعا کے مانگنے کو ہاتھ کب اٹھتا ہے ہمت کا — ۱۰ — بلا سے گر کھلے سو بار دروازہ اجابت کا
عجب کچھ ناتوانی نے کیا یاروں سے مستغنی — نہ پروائے کفن مجکو نہیں محتاج تربت کا
ہوئی ہے شمع پانی جب سے آبیٹھے وہ محفل میں — سحر تک دیکھئے کیا حال ہو اس روتی صورت کا

تم پھر اور آرزوئے وصل شعلہ اے تیری قدرت
تمنا ان کے بوسوں کی بھلا منہ کیا ہے حضرت کا

ہجوم یاس میں لینے وہ کب خبر آیا — اجل نہ آئی تو غش کس امید پر آیا
بچھے ہیں کوئے ستمگر میں جابجا خنجر — ۱۵ — رگ گلو کا لہو پاؤں میں اتر آیا
دکھائی مرگ نے کیا کیا بلندی و پستی — چلے زمیں کے تلے آسماں نظر آیا
ہمیشہ عفو تیرا ہے گناہ کا حامی — ہمیشہ رحم تجھے میرے حال پہ آیا

بتوں میں کوئی بھلائی بھی ہو سوائے ستم	برا ہو تیرا دلِ ناسزا کدھر آیا
بنائی بات بگڑنے نے روزِ محشر بھی	اٹھے ہیں خاک سے ہم جیب گور پر آیا

کہاں کی آہ و بکا بات بن گئی شعلہ
زباں کے ہلتے ہی فریاد میں اثر آیا

سرخیِ اشک سے جیب رشکِ گلستاں ہوگا		سارے جامہ میں گریباں ہی گریباں ہوگا
دلِ پُرداغ بھی وقفِ سحرگاں ہوگا	۵	یہ ہی کانٹا ہے جو آزارِ گلستاں ہوگا
آ کے سینہ میں غمِ یار جو مہماں ہوگا		داغِ دل خوانِ محبت کا نمکداں ہوگا
بھرکا وحشِ نگہِ ناز کے پہلو نہ بدل		یوں بھی دلچسپ ترے تیر کا پیکاں ہوگا
ساتھ جائینگے لحد میں بھی غم و رنج و الم		ایک ہی گور میں کل گنجِ شہیداں ہوگا
عرصۂ حشر میں وہ کیوں مجھے دیکھیں گے		ایک ہی تیر کے پلہ کا تو میداں ہوگا
نہ کفن ہے نہ لحد ہے نہ جنازہ نہ مزار	۱۰	شمع کیا ماتمِ پروانہ کا ساماں ہوگا
تلخیِ مرگ ملی شہدِ شہادت کی عوض		زہر آلودہ ترا خنجرِ براں ہوگا
بیکسی درد و الم چھوڑ گئے لاش میری		سب مکدر ہیں تو کیا خاک میں پنہاں ہوگا
یاد میں اس بتِ گلپوش کے رونا آیا		قطرۂ اشک مرا عطرِ گریباں ہوگا
ہجر میں اور بھی مشکل ہے نکلنا دم کا		میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ آساں ہوگا
خاک میں ملنے سے یہاں نشو و نمائے گل ہے	۱۵	تازہ ہو جائیگا وہ داغ جو پنہاں ہوگا
مرگِ غربت میں تھا میرے ہی رونیوالے		بیکسی کون ترے حال کا پرساں ہوگا
چھا تو آنکھوں سی گریگی میرے سر پر رحمت		ہاتھ میں آپ کا جیب گوشۂ داماں ہوگا
شغلہ کچھ اور سنا تو بھی بقولِ مومن		آخر اس بزم میں کوئی تو سخنداں ہوگا

تو اگر روز جزا مجھ سے پشیماں ہوگا — قیس کے ہاتھ میں لیلیٰ کا گریباں ہوگا

ستم غیر پہ مرنا بھی مجھے آساں ہوگا — صبر آ جائے گا دشمن جو پشیماں ہوگا

کیا شب ہجر میں پھر درد کا درماں ہوگا — دل کا آرام سے رہنا قلق جاں ہوگا

حشر میں دیکھئے نظارہ کی مشکل کیا ہو — منہ چھپانا ہی تمہارا اگر آساں ہوگا

۵ بند ہوگا نہ کبھی نغمۂ طوطی ہرگز — آئینہ میری طرح سے جو سخنداں ہوگا

رخ کھو دیں گے مگر بوسۂ اغیار کے داغ — گل کو دو کوڑی کا یہ سیب زنخداں ہوگا

آئینہ دیکھتے رہئے مجھے کیا دیکھتے ہو — تم تو ہنستے رہو ہوگا کوئی حیراں ہوگا

پھاڑ کر جیب پس مرگ پکاری وحشت — پہلے تیار کفن سے یہ گریباں ہوگا

ایک قدم چل کے دو عالم کو کرو گے پامال — پانو رکھو گے جہاں گنج شہیداں ہوگا

۱۰ شعلہ چھپتا ہے کہیں شوق سخن تا دم زیست
رشتۂ عمر سے شیرازۂ دیواں ہوگا

کہتے ہیں تو کیوں لطف کا قائل نہیں ہوتا — آنکھوں میں مروت کی جگہ تل نہیں ہوتا

کیا آئے جو جانا تمھیں مشکل نہیں ہوتا — ہیں جوشش قلق یوں تیرا قائل نہیں ہوتا

نظروں کا بچانا تیری مشکل نہیں ہوتا — پہلو تو نکل آتے اگر دل نہیں ہوگا

آئینہ دہر و عکس کے نظاروں کو رو کو — کیوں بیچ میں پردہ کوئی حائل نہیں ہوتا

۱۵ گر دام چمن میں ہے تو مقراض قفس میں — صیاد کبھی فکر سے غافل نہیں ہوتا

غمزہ تو بلا خیز ہے عشوہ ہے قیامت — مرنا تو ذرا بات پہ مشکل نہیں ہوتا

جب حال میرا غیر ہے پھر فرق رہا کیا — کیوں غیر میرے حال کے شامل نہیں ہوتا

مرنا ہی پڑا عذر جفا کار پہ ورنہ — تھی موت جو میں موت کے قابل نہیں ہوتا

کم سن ہو خدا کے لئے ہٹ جاؤ یہاں سے		لڑکوں کا تماشا سر بسمل نہیں ہوتا
تکلیف ذرا جنبش ابرو کی اٹھاؤ		باتوں سے علاج دل بسمل نہیں ہوتا

ہر روز نئے طور نظر آتے ہیں شعلہ
کمبخت کے قابو میں کبھی دل نہیں ہوتا

اے دل چلی وہ چرخ کی بنیاد یا نصیب		کرنے دے ایک اور بھی فریاد یا نصیب
میں داد خواہ تم سر بیداد یا نصیب	۵	جو کچھ ہو میرے واسطے ارشاد یا نصیب
رشک عدو نگاہ غضب گردش فلک		ایک بیکس کے سیکڑوں جلاد یا نصیب
پہلا قدم اٹھاتے ہی میدان عشق میں		کہتا تھا مجھ سے قیس کہ استاد یا نصیب
ہو گی کبھی تو آپ کے کوچہ کے رخ ہوا		ہوتے وہ میری خاک کو برباد یا نصیب
بہتر ہے ایسی کوہکنی سے تو جاں کنی		ایک تیشہ اور لے سر فرہاد یا نصیب
پامال کر کے تم تو مٹا دو نشاں میرا	۱۰	جو کچھ پڑے گی چرخ کی افتاد یا نصیب
آئے پھنسنے چلے گئے مرغ چمن ہزار		ہے اب کے میری تاک میں صیاد یا نصیب

شعلہ انھیں پسند نہیں ہے میری خوشی
ہوتا ہے شاد پھر دل ناشاد یا نصیب

اے حضرت عیسی نہیں کچھ جائے سخن اب		وہ آ گئے رکھوائے تہ کر کے کفن اب
سینچا گیا پھولا ہے نئے سر سے چمن اب		اشکوں نے کئے سر میرے داغ کہن اب
او شوق اسیری کھلے گیسو کے شکن اب	۱۵	ترسیں گے قفس کے لئے مرغان چمن اب
خاموشی نے معدوم کیا اور دہن اب		تم ہی کہو باقی رہی کیا جائے سخن اب
یاران وطن کو ہے غریبوں سے کنارہ		غربت کا تقاضا ہے کرو ترک وطن اب

دیرینہ کشمکش ہوں زمانہ میں ازل سے
کیا جور نکالیگا نئے چرخ کہن اب

سُن لیجئے کچھ قصہ بیتابی دل کو
جو جی میں ہو کہہ لیجئے پھر مشفق من اب

سیماب بنایا تپ ہجراں نے جگر کو
دل ٹھہرنے دیتی نہیں سینہ کی جلن اب

بن بن کے سنورتے ہیں بگڑ جاتے ہیں بنکر
نکلا ہے نئی ساخت کا بیساختہ پن اب

۵ چلتے سر بازار ہو غیروں کو پرکھتے
بٹہ نہ لگائے کہیں یہ چال چلن اب

زنجیر میری توڑ دی اے جوشش وحشت
پھر سر پہ چڑھا چاہتا ہے نجد کا بن اب

آخر کوئی حد بھی تیری اے دوری غربت
مایوس ہوئے جاتے ہیں یاران وطن اب

پھر سینہ میں پیکاں نہ سمایا ہو کسی کا
کیا بات ہی کھلتے نہیں زخموں کے دہن اب

کیا مصر کے یوسف کے کوئیں چھانک لئے ہیں
دکھلا دو زلیخا کو ذرا چاہِ ذقن اب

۱۰ ہنگامۂ محشر میں خموشی ہے کہاں کی
سُننے کا نہیں کوئی یہاں عذر سخن اب

کیا رُخ پہ بہار آئی نئے سبزۂ خط سے
تب غیرت گل تھے تو ہیں رشک چمن اب

مدت سے گیا قیس ستم کش کا زمانہ
پیدا تو کرے مجھ سا کوئی چرخ کہن اب

پہونچا نہ کبھی کان تلک نالۂ مجنوں
چلاؤں اگر گونج اُٹھے نجد کا بن اب

کیا فکر ہے اے شعلہ پیو بادہ رنگیں
ڈالو بھی کہیں بھاڑ میں رنج و محن اب

۱۵ کیا سر راہ سُنے شکوۂ دیدار کی بات
سمجھے ہنگامۂ محشر کو جو بازار کی بات

طشت از بام ہوئی محرم اسرار کی بات
ہم سے موسیٰ نے کہی تھی تیری گفتار کی بات

نہ بیہوشوں کے انداز نہ ہشیار کی بات
کچھ سمجھ میں نہیں آتی تیرے بیمار کی بات

جی کی جی میں ہی رہی ابروئے خمدار کی بات
رک گئی آ کے لب زخم پہ تلوار کی بات

کاش ہو مانع تقریر تجلی تیری
ورنہ گفتار میں نکلیں گی تکرار کی بات

بوسے مجکو دیئے یا غیر کو انصاف کرو
تم تو ایک بار کی کہتے ہو میں سو بار کی بات

اس کے یہ معنی کہ پھر نامہ و پیغام نہ ہو
پوچھتے ہیں پھر سے قاصد سے وہ اغیار کی بات

گل بنا پھرتا ہے او تفرقہ انداز چمن
چھڑ گئی بلبل و گل میں تیری رخسار کی بات

طلب بوسہ لب پر مجھے کہہ ہی بیٹھے
دیکھ پھر تو نے اٹھائی وہ ہی تکرار کی بات

وعدۂ غیر لب بام زمانہ نے سنا ۵
منہ سے نکلی چڑھی کوٹھوں تیری اقرار کی بات

شعلہ بھی دیدہ و دل بند کئے لیتا ہے
اب تو محشر پہ گئی آپ کے دیدار کی بات

ہوں ناتواں وصال کا مجھ سے یقیں عبث
کروٹ بدل رہی ہے لحد کی زمیں عبث

آنکھیں تو لڑ رہی ہیں سر بزم غیر سے
اور بد لحاظ تھی نگہ شرمگیں عبث

یہاں کس میں دم ہے شکوہ و شکایت کیواسطے
تم حال پوچھتے ہو دم واپسیں عبث

افشاں سے انکے عقدۂ پرویں کو کیا مثال ۱۰
کیوں پیچ کر رہا ہے چناں و چنیں عبث

یہاں بھول کر بھی لب پہ نہیں شکوہ ہائے جور
بیوجہ مجھ پہ ہوتے ہو چیں بر جبیں عبث

آزاد عشق کو نہیں پروائے دو جہاں
کیوں کھائے جاتا ہے غم دنیا و دیں عبث

یہاں خاک میں بھی ملنے کا رتبہ بلند ہے
کھینچے ہوئے ہے آپ کو عرش بریں عبث

آرامگاہِ عشق ہے گھر غیر کا نہیں
اے شعلہ قبر میں ہے دم آتشیں عبث

بیمار عشق چشم فسوں زا کا کیا علاج ۱۵
اچھا نہ ہو اگر تو مسیحا کا کیا علاج

شکوہ نہیں گلا نہیں ذکر عدو نہیں
اے دوست روز رنجش بیجا کا کیا علاج

معشوق پر جفا ہو تو عاشق کی موت ہے
یوسف کنوئیں میں جائیں زلیخا کا کیا علاج

میرے تو منہ نہیں جو شکایت گذار ہوں
پھر گفتگو سے زخم تمنا کا کیا علاج

وہ آرزوئے وصل ہیں یہاں فکر مرگ میں
اپنی دوا نہیں دل شیدا کا کیا علاج

نسخہ مجھے تو مل گیا رخ کے نقاب کا
پر میری چشم محو تماشا کا کیا علاج

انکار جھوٹھ بھی ہو تو مرتا ہے سچ مرا
ہر بات ہیں مگر تیری اچھا کا کیا علاج

٥
ظاہر ہیں آرزو ہو تو کچھ آرزو کھلے
پر وہ نشین حسرت رسوا کا کیا علاج

شعلہ جو ایک درد ہو اس کی دوا کروں
ہر دم نئی شکایت بیجا کا کیا علاج

کیا بلا آئی ہی کس کے واسطے ساماں ہی آج
ایڑی تک چوٹی کمر تک کاکل پیچاں ہی آج

کل تو بوسہ دو گے کھاؤ مصحف رخ کی قسم
درمیاں گویا ہمارے آپکے قرآں ہی آج

پہلوانوں کی ہی کل سے عالم بالا پہ دھوم
چرخ سے نالہ کی کشتی ہی بڑا میداں ہی آج

١٠
ناز بیتابی یہ ہے اپنے دل بیتاب کو
کسکی شوخی کا نمونہ اضطراب جاں ہی آج

شعلہ پھونکی آگ یاد گرمی رخسار نے
آفتاب حشر میرے گھر مہماں ہی آج

گذرے شب فراق تو ہوں جاں نثار صبح
شبنم کی طرح میں بھی ہوں امیدوار صبح

بیفائدہ مریض کو ہے انتظار صبح
جب اعتبار شب نہیں کیا اعتبار صبح

نکلی ہے کس چمک سے عروس بہار صبح
ایک ایک ذرہ بن گیا امیدوار صبح

١٥
لے وعدۂ وصال یہ کیا اضطراب ہیں
میں بیقرار شام ہوں وہ بیقرار صبح

ایک رشک آفتاب کی الفت ہیں مٹ گئے
ملجائیگا غبار ہیں اپنے غبار صبح

موت آگئی سحر کو شب ہجر یار ہیں
کیا آفتاب بن گیا سنگ مزار صبح

ہے عالمِ شباب کو پیری کا انتظار
جیسے مسافر ہوتا ہے امیدوارِ صبح

پیری شبِ فراق کو بھی ہو سحر نصیب
برقع اٹھا بھی دے کہیں اے پردہ دارِ صبح

پہلو نشیں تھا صبح تلک اضطرابِ شام
دن بھر گنا کیا ہیں غمِ بے شمارِ صبح

لا ساقیا شرابِ صبوحی کہ بے پیئے
دن بھر بگاڑتا ہے طبیعت خمارِ صبح

مشتاقِ رخ کا کوچۂ گیسو میں کام کیا
کیا جانیں لطف رات کا اہلِ دیارِ صبح ۵

وہ ہم کنارِ غیر ہے ہیں ہم کنارِ غم
یارب شبِ فراق بھی ہو ہم کنارِ صبح

ہے عکسِ رخِ یار میرے داغ داغ میں
خورشید کی طرح سے ہوں آئینہ دارِ صبح

پیری میں شعلہ عشقِ صنم کیسے چھوڑ دوں
کچھ اور لطف دیتا ہے بوس و کنارِ صبح

پانی ہو کر بھی ہے خونِ عاشقِ دلگیر سرخ
میرے پہلو سے نکلتے ہیں تمہارے تیر سرخ

آگ صحرا میں لگی ہے گرمیٔ رفتار سے
کھنچتے کھنچتے ہوگئی ہے پانوں کی زنجیر سرخ ۱۰

کب گوارا ہو سکیں بہزاد کی گستاخیاں
ہوگئی غصہ کے مارے خود بخود تصویر سرخ

عقدۂ دل کیا کھلیگا انگلیاں رہ گئیں
کر دئے ہیں اس گرہ نے ناخنِ تدبیر سرخ

ایک چرکا بھی نہ بیٹھا ہاتھ اٹھ کر رہ گیا
سخت جانی پر ہوئی کیا کیا تیری شمشیر سرخ

بیگناہوں کا چھپائے سے لہو چھپتا نہیں
ہوگئی خون سے میری چشمِ بیت لیے پیر سرخ

شعلہ ایک ایک حرف ہی تشنہ ہمارے خون کا
قتل کے محضر کی بے شنجرف ہی تحریر سرخ ۱۵

رکی نہ دل میں نہ ٹھہری سرِ زباں فریاد
ضرور سیکھ گئی تیری شوخیاں فریاد

ہیں نیمجاں وہ بلند اور ناتواں فریاد
کہاں ہے چرخ کہاں ہیں ہوں اور کہاں فریاد

نکلتی ہی لب عاشق سے خونچکاں فریاد
لگا نہ دے کہیں یاقوت کی دکاں فریاد

کرے گا محو رخ یار کیا فغاں فریاد
زبان بلبل تصویر میں کہاں فریاد

اسی کو کہتے ہیں محشر تمہارے داد طلب
کوئی کسی کی بھی سنتا نہو جہاں فریاد

تعلق چمن سے ثبات بات ہے کیا
جو مرغ روح کرے بہر آشیاں فریاد

وہ سرد مہر ہوئے غیر کی دعا سنکر
اثر سے کرنے لگی آہ تو گرمیاں فریاد

جو کھینچے دامن لیلی کو جذبۂ مجنوں
کریگا قیس کی صورت سے ساربان فریاد

ہر ایک برگ چمن بنگیا کف حسرت
چلی بہار تو کرنے لگی خزاں فریاد

اگر سنو تو سناؤں دل و جگر کا حال
اگر کہو تو کروں بہر امتحاں فریاد

کھلیں جو داغ تو کیوں چپ رہے دل نالاں
بہار آتے ہی کرتے ہیں باغباں فریاد

میں بہر بوسہ لب چپ ہوں حسرت ناقوس
ملا دو منہ سے مرے منہ سنو فغاں فریاد

شب وصال صنم نالہ نے سحر کر دی
وہ اٹھ کھڑے ہوئے کیا بنگئی اذاں فریاد

کوئی کسی کی بھی سنتا نہیں قیامت ہے
نہیں کہو کہوں کس سے کروں کہاں فریاد

نہ دلمیں میرے ہی لوٹی نہ تیرے دلمیں گئی
سما گئی انھیں دو دل کے درمیاں فریاد

انھیں دعا کے عوض ہائے گالیاں لب پر
جگر سنبھل ہوئی جاتی ہے بدزباں فریاد

میں وہ ستم کش دیرینہ ہوں کہ طفلی میں
سبق کی طرح سے رٹتی تھی بر زباں فریاد

یہ ان کے حکم شب وصل غیر ہوتے ہیں
نہ کرنے پائے کوئی آج پاسباں فریاد

جنوں نہیں مجھے کچھ تو ہے درد کا شغلہ
کوئی بھی کرتا ہے بیوجہ مہرباں فریاد

پھر وہ ہائے چشم میں دیکھا جمال یار رشید
موندھ لیں آنکھیں تو پائی دولت بیدار رشید

فصل گل آئی ہوا ہے ہر طرف گلزار بند
چشم بلبل نے کیے ہیں رخنۂ دیوار بند

ہے دل صافی میں اپنے عکس روئے یار بند
آئینہ نے کر لیا ہے پرتو رخسار بند

کیوں نہیں ہے یاد خط میں دیدۂ خونبار بند
زخم کر دیتا ہے اکثر مرہم زنگار بند

دیکھ رہ جائے نہ دل میں حسرت دیدار بند
پھر نہیں کھلنے کی آنکھیں گر ہوئیں اک بار بند

محتسب ہوتے ہیں رندوں کے بھلا کب کار بند ۵
پھاند لیں دیوار پائیں گر در خمار بند

غیر سے ہو بعد میرے دل لگی سرکار بند
ساتھ ہوں آنکھوں کی میرے روزن دیوار بند

کر گیا دل میں جگہ ہو کر خیال یار بند
روزن گوہر میں ہے گنجینۂ اسرار بند

رنگ بگڑا ہے چمن کا چھا گئی افسردگی
تم ہٹو ہوتی ہے چشم نرگس بیمار بند

ہائے حسرت واں تمنا ہے کہ کچھ منہ سے کہوں
یہاں کیے ہیں شوق بوسہ نے لب اظہار بند

ہے خیال سوزن مژگاں جراحت کا علاج ۱۰
کر دے سی سی کے میرے زخم دامندار بند

ہم تو جیتے ہیں نہ مرتے ہیں عذاب ہجر میں
چلتے چلتے ہو گئی ہے عمر کی رفتار بند

کسکی آنکھیں گر گئیں بدمست اہل بزم کو
ہو گیا محفل میں دور ساغر سرشار بند

ہم نہیں موسیٰ کی صورت باعث افشائے حال
جب زباں تک بات آئی ہو گئی گفتار بند

جنبش ابرو نے مارا زندہ ٹھوکر نے کیا
کھل گئیں سو بار آنکھیں ہو گئیں سو بار بند

آرزوئے سرد مہری ہاں ایک آہ سرد اور ۱۵
اے دل افسردہ کر دے گرمی اغیار بند

کیا کسی کی بات لب تک آتے آتے رہ گئی
کیوں زباں کھلتے ہی کھلتے ہو گئی گفتار بند

ہم اسیران قفس سے طائر جاں کیا کہے
جب کھلا بازو کا ڈورا ہو گئی منقار بند

کون آیا وجہ کیا درباں پہ اتنی بڑھی
کس نے جھانکا ہوتے ہیں کیوں رخنۂ دیوار بند

گالیاں ملنے لگیں حرف مکرر پر مجھے
گویا مثل قفل ابجد تھا دہان یار بند

کیا مزا ہے زخم ہیں جو تیر چسپاں ہو گئے
کیا لہو پیتا ہے جس سی ہیں لبِ سوفار بند

حضرتِ موسیٰ یہاں وہ جلوۂ پر تاب ہے
غش سے پہلے کر دیے ہیں دیدۂ بیدار بند

ذکر اک عالم میں ہے تیرا تو وہ ہے بحرِ حسن
موج کی صورت نہیں ہوتی تیری تکرار بند

کیوں حجابِ حسن ہے اب کھول دو بندِ نقاب
بندہ پرور ہو رہا ہے جلوۂ رخسار بند

تیرے دہن کی طرف اپنے گریباں کی طرف ۵
ہاتھ چلنے سے نہیں ہوتے یہاں زنہار بند

صدقہ ایسی بدگمانی کے کہ آنکھوں کو میری
اُس نے سو سو بار رکھوا کر ہوئیں ایکبار بند

شکوۂ بیداد محشر میں لبوں پر رہ گیا
کہتے کہتے ہو گئے منہ دیکھ کر لاچار بند

سخت جانی کا برا ہو تیغِ قاتل مڑ گئی
ہو گئی گردن تک آتے آتے چلتی دھار بند

کھل گیا کچھ اُنکو حالِ عشقِ چشمِ سرمہ سا
رہتا ہے دن بھر اندھیرے میں تیرا بیمار بند

ایسے کیوں گھبرائے جاتے ہو رگِ جاں کاٹ کر ۱۰
ٹھہرو دیکھو ہوتی جاتی ہے لہو کی دھار بند

عندلیبِ صحنِ گلشن چپ نکل جائے نہ دم
ہو نجائے چیختے ہی چیختے منقار بند

سونے والو سو رہو وہ آتے آتے رہ گئے
اُٹھتے اُٹھتے ہو گئے پھر حشر کے آثار بند

عاشقِ بیتاب کا کیا دفن ہونا سہل ہے
پاؤں پھیلائے تو ہونگے گور میں دشوار بند

آمد و شد ہر نفس ملکِ عدم کی ہے یہاں
رات دن میں ایک دم ہوتا نہیں بازار بند

ٹھہرو ٹھہرو کشتگانِ ناز محشر میں ہے دیر ۱۵
بھیڑ چھٹنے دو ابھی ہوتا نہیں بازار بند

چار عنصر سے مرکب ہے جہاں کا غمکدہ
کتنے موزوں پائے ہیں اُس بیت نے چار بند

ایک بت پر اے خدا ساری خدائی پھر گئی
کعبہ میں لاکھوں مسلماں ہو گئے زنار بند

تابِ جلوہ چاہیے پھر طور کتنی دور ہے
حضرتِ موسیٰ کریں گے کیا رہِ کہسار بند

بھر گئے دامانِ مضموں خوب موتی لٹ چکے
کر دُرافشانی سے شعلہ کلکِ گوہر بار بند

دل برشتہ سے کیا ہو سکے کباب لذیذ
شراب تلخ ہے اور میرا خون ناب لذیذ

ہے بوسہ سیب ذقن کا دم عتاب لذیذ
ثمر کو کرتی ہے گرمئ آفتاب لذیذ

رقیب ذائقہ اشک گرم کیا جانے
بجھا ہوا ترے بیمار کا ہے آب لذیذ

غم فراق نے چکھا نہیں دل بریاں
حرام خور کو لگتا نہیں کباب لذیذ

۵
مزا کچھ اور ہے خون جگر میں اے شعلہ
کچی ہے زخم کے انگور کی شراب لذیذ

پھینکدوں نوچکے گل پھول سی رخساروں پر
توڑ دوں عقد ثریا کو ترے ہاروں پر

ٹکٹکی باندھنی اچھی نہیں رخساروں پر
آنکھیں کھو دینگے کسی دن تیری نظاروں پر

خط کو پیدا کیا اللہ نے رخساروں پر
کانٹے رکھدیتے ہیں سب باغ کی دیواروں پر

پھر نظر ڈالتی ہے آپکے رخساروں پر
کیجئے بلبل کے کباب آج تو انگاروں پر

۱۰
کون بازار میں رشک مہ کنعاں آیا
مفلسی چھائی ہے یوسف کے خریداروں پر

تشنۂ شربت دیدار پہ کیوں تیر ہوئے
آگ برساتے ہو پانی کے طلبگاروں پر

دھجیاں جیب کی دامن کے ہیں ٹکڑے ٹکڑے
آج کل بار ہے جوبن ترے آواروں پر

وحشتوں کو مرے گھر سے ہی کچھ ایسی نفرت
چاندنی تک نہیں پڑتی مری دیواروں پر

دل جلانے کو وہ پہلو مرا دیکھا ہی کئے
بجلی گرتی رہی کیا کعبہ کی دیواروں پر

۱۵
اچھی صورت کی طرف شعلہ نہ دیکھا کیجئے
آنکھیں کھو بیٹھو گے اک دن انھیں نظاروں پر

ہم بھی بگڑینگے زمانہ سے تری خو ہو کر
ٹیڑہ پر مرتے ہیں پھر مائل ابرو ہو کر

باغ میں بند قبا آپ سمجھ کر کھولیں
دم بلبل نہ نکل جائے کہیں بو ہو کر

تیغ ایک ار ہیں کردیتی ہے دو دو ٹکڑے
تولتی ہے تیرے بسمل کو ترازو ہوکر

کونسا رشک چمن آج ہے آمادۂ رقص
تال ہر غنچۂ گل دیتا ہے گھونگرو ہوکر

گریۂ عشق نے کیا آبرو پانی کردی
گر گیا خلق کی نظروں سے میں آنسو ہوکر

عشق ابروئے بتاں کچھ تو اثر کرہی گیا
شعلہ کعبہ کو چلا دیکھئے ہندو ہوکر

گرمی نلک ہوئی نہ دلِ پُرمحن سے دور
۵ نالہ نکل گیا کہیں چرخ کہن سے دور

صیاد ظلم پیشہ نے فصل بہار میں
پر نوچ نوچ کر مرے پھینکے چمن سے دور

بیتابیاں مری نہ گئیں بعد مرگ بھی
لاشہ پڑا ہے گور سے باہر کفن سے دور

کیوں کشمکش ہے جذبۂ وحشت کے پاس پاس
مجنوں سے کمد ہاکے رہی میری بن سے دور

بیکس ہے ایسی جسم سے آکر عدم سے روح
بیچارہ جیسے کوئی مسافر وطن سے دور

حسرت ہی ایسے آئے پہ کب آئے پاس وہ
۱۰ جب جاں پہنچ چکی تھی نکلکر بدن سے دور

اے دل کہاں چلا ہے دکھانیکو آج داغ
کل شمع وہاں نکالی گئی انجمن سے دور

تاتاریوں کی کھل گئیں نازک دماغیاں
پہنچی شمیم زلف سوادِ ختن سے دور

غربت حصار کھینچے ہوئے ابتدا سے ہے
شعلہ تمام عمر رہے ہم وطن سے دور

نہ جھگڑا مجکو خنجر سے نہ دعویٰ تیر دامن پر
وہ بیکس ہوں کہ میرا خون یا میری ہی گردن پر

۱۵ کیا ساق بلوریں نے اندھیرا شمع روشن پر
ہوا ہے ڈھیر پروانوں کا آکر تیرے دامن پر

جھکا پڑتا ہے بسمل خود بخود شمشیر آہن پر
سمٹ کر آگیا سارے بدن کا بوجھ گردن پر

نہ تھا کچھ فاتحہ موقوف اپنا دست دشمن پر
مگر کچھ بیکسی نے پانوں پھیلائے ہیں مدفن پر

یہیں وہ ہوں بلبلِ باغِ مقدس میں آشیانہ ہے
میرا اور طائرِ سدرہ کا ایک شاخِ نشیمن پر

کلیسا میں ترے آنے سے کیسا زلزلہ آیا
برہمن دوڑ کر بت پر گرا اور بت برہمن پر

الٰہی کیا کسی کا کشتۂ طرزِ خموشی ہوں
مسیحا چپکے چپکے رو رہے ہیں میری مدفن پر

جنوں میں دیدۂ تر فرشِ رہ ہو ہو کے کہتے ہیں
جو تم آؤ تو موتی ٹانک دیں صحرا کے دامن پر

۵ وہی نظارہ بازی کرتی ہے سوراخِ سینہ میں
عدو نے تمکو جھانکا میری آنکھیں بکھد روزن پر

بتِ بیباک محشر میں بھی تو نادم نہیں ہوتا
وہی دم خم ہیں ابرو میں وہی شوخی ہے چتون پر

پسِ مردن بڑھیگا اور بھی کچھ جوششِ وحشت
ہنسی چاکِ کفن کو آرہی ہے چاکِ دامن پر

کہاں کا طور اور کس کی تجلی تھی خدا شاہد
عجب دھوکا ہوا موسیٰ کو تیرے روئے روشن پر

خیالِ خنجرِ قاتل میں اپنی عمر کٹتی ہے
یہ وہ کشتی ہے جو چلتی ہے ہر دم آبِ آہن پر

۱۰ دمِ ذبح نہ پوچھو گرمیِ بیتابیِ بسمل
کبھی گردن تھی خنجر پر کبھی خنجر تھا گردن پر

سرِ بازار ہوگا جلوہ گاہِ حشر کا عالم
خدا کیواسطے کچھ اور ڈالو لاکے چلمن پر

جلایا گرمیِ محفل نے کیا کیا شمع رویوں کی
بنی ہے شمع پروانہ میرے طرزِ تپیدن پر

یہاں کشتِ تمنا سبز کیا ہوا ابرِ باراں سے
گرے ہے قطرہ قطرہ برق بنکر میرے خرمن پر

جلوں کیونکر نہ رشکِ قتلِ اعدا سے کہ آخر کو
چڑھینگے پھول میری خاک کے دشمن کی مدفن پر

۱۵ تماشا ہو اگر زندہ ہوا اعجازِ مسیحائی
کوئی ٹھوکر لگاتے جائے عیسیٰ کی مدفن پر

وہیں موجِ ہوائے صحنِ گلشن پر کتر ڈالے
اگر بلبل گذر جائے میرے خاکِ نشیمن پر

در تحسینِ شعلہ یاد آیا مصرعہ آتش
ہمارے شعر کا انصاف ہے دشمن پر

کون ہو منتکشِ دستِ اجل بسمل نچھوڑ
دیکھ مر جاؤنگا میں مرنیکے پھر قابل نچھوڑ

دیکھ خود بینی سے یکتائی کی تو منزل چھوڑ
عکس و رخ کے درمیاں آئینہ حائل چھوڑ

روک دم تا توسنِ عمرِ رواں ٹھوکر نہ لے
باگ ڈھیلی اے سوارِ رہروِ راحل چھوڑ

کیوں ہوا میں بھر گیا آتش مزاجوں کی طرح
اے پری رو تو بشر ہے اپنا آب و گل چھوڑ

لاکھ نکلے جان پہلو سے نکر پہلو تہی
لاکھ جائے دل اگر پہلو سے تو بھی دل چھوڑ

٥ کچھ نہ قسمت میں سہی عشاق میں داخل تو ہوں
مجھکو میزاں سے الگ مثلِ مد فاضل چھوڑ

چاہیے چرخِ بریں پر برق باراں ساتھ ساتھ
قافلہ اشکوں کا آہِ آسماں منزل چھوڑ

طوف کعبہ ہو چکا اب بتکدہ کی راہ لے
پانوں میں جنبش ہے گر باقی کوئی منزل چھوڑ

دیکھ دو ٹکڑے ہوا جاتا ہے ہالہ ماہ کا
ہاتھ یوں انگڑائی لیکر اے مہ کامل چھوڑ

غیر کی خاطر نہ بے گردن میری تصویر کھینچ
صفحۂ کاغذ پہ مجھکو صورتِ بسمل چھوڑ

١٠ خونبہا لینا اگر چاہے کشاکش سے نہ ڈر
لاکھ جھٹکے دے اجل پر دامنِ قاتل چھوڑ

یاں تو میں ہوں مرگ مشکل اور وہ آساں پسند
سخت مشکل ہے کہوں کس سے کوئی مشکل چھوڑ

بوسہ ایک جان و جگر دو دل ابھی کر لے حساب
تا دہندی انکی عادت ہو رقم فاضل چھوڑ

کجروی ہے دوستی غیر کا طعنہ سمجھے
راستی پر ہے اگر فرقِ حق و باطل چھوڑ

جرم شعلہ حد سے افزوں پر تری بخشش سے کم
اپنی عادت رحم کی اے داورِ عادل چھوڑ

١٥ جلوہ بیساختہ سے کرکے یوں غافل چھوڑ
ہیں کوئی ہوش نہیں ہوں پردہ حائل چھوڑ

مرگ کو بھی وصل کہتے ہیں تو اسکا کیا علاج
اے غمِ فرقت مجھے مرنیکے بھی قابل چھوڑ

ہاتھ کٹ جائیں تو چھوٹے دامنِ پیرِ مغاں
پانو ٹوٹیں پر کبھی راہِ مرشدِ کامل چھوڑ

ہاں ہی بپھرے عشقِ خط و خالِ سیاہ
نامۂ اعمال ہیں خالی جگہ اک تل چھوڑ

آگیا غش دیکھتے ہی دیکھتے زہرہ جبیں
مجھ سے یوں آنکھیں ملا کر جادوئے بابل نہ چھوڑ

مال و دنیا چیز کیا ہے دل ذرا چاہئے
جان بھی گر مانگے تو خالی کاسۂ سائل نہ چھوڑ

ماہ کو اس نوجواں سے کیا ہے نسبت اے فلک
اس بڑھاپے میں تمیزِ ناقص و کامل نہ چھوڑ

زہر سے بھر دے مرا ساغر نہیں ہے گر شراب
دور سے خالی مجھے اے ساقیٔ محفل نہ چھوڑ

اس نگاہِ گرم سے صیاد کچھ تو ہو حصول
آشیاں کو خاک کر دے برق کا حاصل نہ چھوڑ ٥

کھل نہ جائے ساربان پر لیلیٰ پردہ نشیں
شوقِ مجنوں پردہ در ہے پردۂ محمل نہ چھوڑ

کر جفا اے برق وش سیکھا ہے گر طرزِ ستم
ہے حصولِ مدعا تحقیقِ لاحاصل نہ چھوڑ

خود بخود گردن جدا ہوتی ہے تیغِ رشک سے
عرصۂ مقتل میں مجھکو غیر کے شامل نہ چھوڑ

عمر نے کس سے وفا کی ہے جو تجھ سے ہو امید
میرے جیتے جی جفا کو اے جفا مائل نہ چھوڑ

سامنے ہیں جمع ٹھوکر کے لئے اجزائے قیس
اے ہوائے نجد ایک ذرہ پسِ محمل نہ چھوڑ ١٠

شعلہ بیتابیٔ پروانہ ابھی دیکھی نہیں
دل کو چٹکی سے اٹھا لے یوں سرِ محفل نہ چھوڑ

آیا نہیں ہے وہ بتِ رشکِ قمر ہنوز
کیوں زندگی نہیں ہے میری پردہ در ہنوز

ہم مٹ گئے دبا نہیں سوزِ جگر ہنوز
ذرہ کی جا ہیں خاک میں اڑتے شرر ہنوز

وہ دل میں بیٹھ کر مجھے پامال کرتے ہیں
بھولے نہیں خرامِ سرِ رہگذر ہنوز

نقشہ جما تھا رات کو کس کے خیال کا
کیوں صورتِ مرقع ہیں دیوار و در ہنوز ١٥

دامن اگر نہیں ہے تو سینہ ہی چاک ہو
ہاں میرا صبر ہے وہی وحشت اثر ہنوز

وحشت پکار اٹھی کہ چلو شہر کی طرف
بسنے نہ پایا تھا ابھی صحرا میں گھر ہنوز

چھوٹا نہ بعدِ مرگ بھی میں وہ اسیر ہوں
ٹوٹے ہوئے قفس میں ہیں دو چار پر ہنوز

ہم کر چکے ہیں اُس پہ چمن کے چمن نثار
بلبل پر کھتی پھرتی ہے غنچہ کا زر ہنوز

آنے دے بیخودی سے مجھے ہوش میں اجل
یہاں سے طے نہیں ہوا مرا پہلا سفر ہنوز

ہم وہ اسیر ہیں کہ رہائی ہوئے پہ بھی
سمجھے ہوئے ہیں کنج قفس کو ہی گھر ہنوز

وہاں بات تھی کہ آئے بگڑ کر چلے گئے
اور یاں پڑی ہوئی ہے دل و جان پہ ہنوز

۵
سو حشر اُٹھ کھڑے ہوئے طرزِ سلام پر
سیدھا نہیں ہوا انھا بت فتنہ گر ہنوز

لے بات ہمنے ہائے خموشی پہ جان دی
اور اُن کو اعتبار نہیں بات پر ہنوز

وہاں حسرتوں نے چاک زمیں میں دبا دیا
پہنا رہے ہیں مجھکو کفن بخیہ گر ہنوز

او بیکسی لحد کے سرہانے پہ چل کے بیٹھ
اُٹھا نہیں ہے یار کے زانو سے سر ہنوز

اے شعلہ جان کھونا بھی بے سود ہو گیا
سمجھے ہوئے تھے فائدہ جی کا ضرر ہنوز

۱۰
آیا نہیں جو اپنی جگہ پر جگر ہنوز
سیدھی نہیں ہوئی تیری ترچھی نظر ہنوز

دیکھا وہی ہے جانبِ دشمن نظر ہنوز
اے دل نہیں ہوئی ہے فغاں کارگر ہنوز

کس سے لپٹ کے سوئے تھے زلفیں الجھ گئیں
ملتی نہیں تمھیں کو تمھاری کمر ہنوز

میں وہ خبر ہوں جسکی کوئی ابتدا نہیں
وہ ابتدا ہوں جسکی نہیں ہے خبر ہنوز

کیوں بے مزہ ہے دعوتِ دشمن کا انتظام
گدرائے بھی نہیں ترے کچے ثمر ہنوز

۱۵
خود رفتگی نہ پوچھئے گم کردہ عشق کی
میری تلاش میں ہے میرا راہبر ہنوز

وحشت فزا تھی چارہ سے بیچارگی مری
آوارگی سے ہے وہی ویرانہ گھر ہنوز

یہاں ایک جو رہی ہیں جہاں سے گذر گئی
اور وہاں کسی ستم سے نہیں درگذر ہنوز

بحرِ جہاں میں آتے ہی رنگ فنا جما
قطرہ بنا نہیں تھا صدف میں گہر ہنوز

پیکاں سے بات چیت تھی وہ بھی نکل گیا
خاموش کیوں نہیں لبِ زخمِ جگر ہنوز

سچ کیسے سمجھیں قصۂ طور و کلیم کو
آئے نہیں وہ جھوٹھے کو بھی بام پر ہنوز

شاید شبِ وصال عدو کی رات تھی
بولا نہیں ہے آج جو مرغِ سحر ہنوز

تھا جن کا انتظار وہ آکر چلے گئے
مشغولِ نگاہِ شوق ہے کیوں سوئے در ہنوز

وہ اور زیادہ ہوئے نالوں سے خفا بس
اے دل نہ اکھڑ جائے کہیں تیری ہوا بس ۵

مقتل میں عجب دھوم تھی کچھ تیغِ نظر کی
کہتی تھی ادا اور تو کہتی تھی قضا بس

کیوں توڑتے ہو ہنسنے کے نمکداں پہ نمکداں
ہم دیکھ چکے زخم کی شورش کا مزا بس

پھر خندہ سرِ راہ نہیں گرمیِ بازار
ہو جان کے گاہک مرے میں جان گیا بس

ہم غش نہ کیے تو قائل نہیں موسیٰ کی طرح سے
کیا اتنا ہی جلوہ تھا ترا ہوش رہا بس

کیا روک دے شکوۂ قاتل تہِ خنجر
لب ہلنے نہ پائے تھے کہ چلائی قضا بس ۱۰

وہ آگئے تابوت اٹھانے کے بہانے
اے بیکسی خاموش ہوا اہلِ عزا بس

پیری میں کہاں ولولۂ جوشِ جوانی
جاتا رہا ہے موت کے مرنے کا مزا بس

کچھ نام سے شعلے کے بھڑک جاتے ہیں الٹے
بس دیکھ لی تاثیر تری آہِ رسا بس

انھیں کو پہلو میں ہے ناوکِ نظر کی تلاش
یہاں پڑی ہے مجھے اپنے ہی جگر کی تلاش

مجھے تو کوچہ میں انکے ہے نامہ بر کی تلاش
پیامبر کو وہاں ہے عدو کے گھر کی تلاش ۱۵

ہیں وہ اسیر تھا صیاد کو گلستاں میں
پس فنا بھی رہی میرے بال و پر کی تلاش

کسی کے رنگِ طلائی نے کر دیا ہے زرد
رہی ہے کیمیا سازی میں کس کو زر کی تلاش

نہ دیکھنے دوں کبھی جانب عدو ہرگز		ترے اشاروں کو کافر ہے بھر نظر کی تلاش
اٹھاؤ وصل میں تو زلف روئے تاباں سے		شب فراق کو مدت سے تھی سحر کی تلاش
چرا کے لیگئی چپکے سے زلف دست دراز		پڑی ہے قامت دلدار میں کمر کی تلاش
حصول کار نہیں جب تلک کہ صبر نہ ہو		خراب کرتی ہے سائل کو دربدر کی تلاش
۵	نہیں ہے قدر سخن شعلہ کیا سخن سنجی کمال کسب کہاں عیب ہے ہنر کی تلاش	
وہ زلف سونگھاتے ہیں مگر مجکو نہیں غش		کیا بھولے ہیں سمجھے ہیں دم باز پسیں غش
رخ پھیرلے اے باد چمن موج ہوا کا		آجائے مجھے نکہت گل سے نہ کہیں غش
کیا طرز تپیدن ہے تہ خنجر قاتل		انداز یہ بسمل کے ہے مقتل کی زمیں غش
کیا مجکو گوارا ہے ملال دل نازک		مرجاؤں میں اسطرح کہ ہو اُن کو یقیں غش
کیا دور ہوئے بیخودی مرگ طلبگار	۱۰	موت آئی کہیں ٹلتی ہے رکتے ہیں کہیں غش
کیا ایسے سے غصہ کا تحمل ہو کہ جس کو		آجائے نزاکت سے وہ چین جبیں غش
تھا ہوش ربا کس کا یہ عکس رخ زیبا		مشاطہ کہیں غش ہے تو آئینہ کہیں غش
	شعلہ کو خدا کے لئے وہ جلوہ دکھاوے موسیٰ ہوئے جس جلوہ پہ اے پردہ نشیں غش	
دکھلائیگی بیتابی دل روز جزا رقص		کرتے ہوئے محشر میں اٹھینگے شہدا رقص
تھی خاک اوڑانیکی خوشی بن کے بگولا	۱۵	کرتی ہے میری گور پہ جنگل کی ہوا رقص
پہلو میں تڑپتا ہے ہمارے دل پر داغ		طاؤس چمن کرتا ہے یہاں صبح و مسا رقص
تھمنی نہیں وحشت میں ذرا پانوکی گردش		ہر خار پہ کرتا ہے ترا آبلہ پا رقص

دل توڑ دیے ہیں ترے گھونگرو کی صدا نے
کر دیتا ہے پہلو سے کلیجہ کو جدا رقص

تم بھی تو ذرا دیکھ لو مقتل کا تماشا
خنجر کی نئی چال ہے بسمل کا نیا رقص

کھائے ہوئے ہم ٹھوکریں اس در کی ہیں شعلہ
اک پانو سے کرتا ہے جہاں قبلہ نما رقص

زخم پژمردہ کو بدلوں نہ گل تر کی عوض
داغ کھوٹا بھی اگر ہو تو نہ دوں زر کی عوض

کچھ وہ راضی تو ہیں لے لینے پہ خنجر کی عوض
اچھا سودا ہی جو چھٹ جائے کہیں سر کی عوض ٥

زور بازو کو کہیں بیچتے ہیں زر کی عوض
ہم غلامی کریں یوسف سے برادر کی عوض

حشر تک حسرت دیدار نکلنے مت دو
منہ چھپائے رہو یہاں جلوۂ محشر کی عوض

گالیاں کوسنے عاشق کو نہ دیجے سر راہ
گھر میں جو چاہے سو کہہ لیجیے پا سر کی عوض

لیچلا خط کو مرے اب دل حیراں میرا
اڑتی ہے بلبل تصویر کبوتر کی عوض

رنگ نکھرا ہی نزاکت نے کھلایا ہی چمن
اپنو زیور کے نشاں کافی ہیں زیور کی عوض ١٠

چٹکیاں لیتا ہے قصدا دم جوش جنوں
انگلیاں خون میں ڈوبی رہیں نشتر کی عوض

کوئی تو چیز ہو پہلو میں برائے تسکیں
آپ کیا دینگے بتا دیں دل مضطر کی عوض

بال سونگھے ہیں تمہیں ہاتھ لگایا ہی نہیں
بل تم کھاتی ہو کیوں زلف معنبر کی عوض

چرخ نے مجھ سے نکالے ہیں کہاں کے بدلے
سو و کھائے ہیں ستم ایک ستمگر کی عوض

اک دم ہی سہی پر کچھ تو ہو فنا کی لذت
عمر جاوید کو ہم دیتے ہیں دم بھر کی عوض ١٥

طعنۂ صبر و وفا ہی میں ہوئی صبح وصال
اس نے باتوں میں لپیٹا مجھے بستر کی عوض

کاش رونے کا نہ ان پر کوئی عقدہ کھل جائے
قطرہ ہو جائے نہ دریا کہیں گوہر کی عوض

نغمہ سنجی نے چھینا یا ہی قفس میں شعلہ
توڑ ہی صیاد نے منقار مری پر کی عوض

آؤ ملجاؤ گلے تیغ دو پیکر کی عوض
تم ہی ایک ہاتھ بڑھو آگے کو خنجر کی عوض

ہم کو منظور ہے ٹھہرائے اطہر کی عوض
ہو مگر پیر مغاں ساقیٔ کوثر کی عوض

حسن کی خاک اڑی عشق عدو میں کیا کیا
اپنو مٹی بھی نہیں زلف میں عنبر کی عوض

آپ تھے درد و غم ہجر تھا یا رشک عدو
اور کیا چیز تھی ملتی جو مقدر کی عوض

غیر کیا پلۂ میزانِ محبت جانے
سر کو ہم بیچتے ہیں تول کے خنجر کی عوض ۵

شوق دیدار خدا را دمِ تحریر نہ پوچھ
چھپ گیا تارِ نظر حرفوں میں مسطر کی عوض

کوئی در پردہ مگر محو نظارہ ہے ضرور
آنکھیں آئینہ میں پیدا ہوئیں جوہر کی عوض

غیر کا جھوٹا ہی پھینکو بھی کہیں ہاتھ سے تم
یوں نہ پیمانِ وفا توڑیے ساغر کی عوض

عشق گر باعثِ خود بینیٔ معشوق ہوا
آئینہ مارو میرے سر سے سکندر کی عوض

قتل مقتل میں کئی دیکھ کے اپنے شیدا
آنکھیں پائیں تری تلوار نے جوہر کی عوض ۱۰

تم ہی آجاؤ نہ آنکھوں میں تصور کی جگہ
کیا برا ہے جو بدل لیجے گھر گھر کی عوض

کچھ تہِ خاک بھی عاشق کو نہ آرام ملا
آسماں ٹوٹ پڑا قبر پہ چادر کی عوض

سب قیامت کیے ہیں منکر کہیں اٹھ بھی بیٹھو
تم ہی ہو جاؤ کھڑے فتنۂ محشر کی عوض

مجھ سے آوارۂ دنیا کا ٹھکانا کب ہو
یہ خرابی ہے کہ صحرا بھی نہیں گھر کی عوض

۱۵ شعلہ ہو جاتے ہیں بے لطف مضامین سخن
داد نافہم سخن دے جو سخنور کی عوض

پڑتی رہی عدو پہ نگاہ غضب غلط
ناوک فگن کے تیر گئے سب کے سب غلط

انجام کی خبر نہ خبر ابتدا کی ہے
نکلا تمام صفحۂ ہستی عجب غلط

چیں بر جبیں ہیں شکوۂ آخر سے یار یار
کیسے سمجھ رہے ہیں مجھے جاں بلب غلط

رُخ سے اُلٹ پلٹ کے سرِ بام زلف کو
تم نے تو کر دیے ہیں عجیب روز و شب غلط

اے دل کچھ اُن کا پاس نزاکت بھی چاہیے
ہیں بیقرار یاں نزی ادبے ادب غلط

چکّر اولٹ کے کھائے تو نالہ کا نام ہے
کرتا ہوں آسمان کی گردش کو اب غلط

نقشِ قدم کی طرح نہ اٹھوں گا خاک سے
ہاتھوں سے تم مٹاؤ میں ہوتا ہوں کب غلط

دل سے نکل گئی تو ہی کس کی روک ٹوک
لب پر رُکی ہے آہ اجازت طلب غلط ۵

جوشِ قلق میں شکوۂ دشمن بجا رہے
نکلے میرے قصور کے سارے سبب غلط

مانا کہ سُن لیا ہے مگر اس کا کیا علاج
کہتا ہوں حالِ دل تو وہ کہتے ہیں سب غلط

شعلہ نہیں شراب تو خونِ جگر سہی
آخر کسی طرح تو ہو رنج و تعب غلط

گُل ہیں داغِ جگر خدا حافظ
کھا نہ جائے نظر خدا حافظ

دامِ گیسو بچھا رہا ہے کوئی
دل ہے بال و پر خدا حافظ ۱۰

ہائے کتنا شبِ وصال اُس کا
ہو گئی لو سحر خدا حافظ

داغِ تازہ پسند کرتا ہے
گل زمینِ جگر خدا حافظ

حشر ہیں اور کوئی حشر نہو
آیا وہ فتنہ گر خدا حافظ

آفریں ہمتِ نظر بازی
دل و جاں و جگر خدا حافظ

برق یا نالۂ دلِ بیتاب
کچھ تو ہے چرخ پر خدا حافظ ۱۵

اے گریباں شبِ وصال گئی
صبح ہے پردہ در خدا حافظ

آپ چلنے تلک نہیں پائے
وہ چلی اب کمر خدا حافظ

اے پسِ مرگ آرزوئے وصال
او اُمیدِ سفر خدا حافظ

آ چکی لب پہ جان اے شعلہ
کس چلے ہو کہ خدا حافظ

سوزِ تپِ پنہاں کے بھی دیکھے گی اثر شمع
کچھ ہم سے لگی رکھے گی در پردہ اگر شمع

ہو جاتی ہے گل گور پہ کیوں پیشِ سحر شمع
کچھ دیتی ہے تربت کے اندھیرے کی خبر شمع

ہے کثرتِ عشاق کہاں بزم کدھر شمع
پروانوں کے جھرمٹ میں نہ آئیگی نظر شمع

یوں آہ دلِ جاں سے شبِ ہجر بھی آگے
٥ جوں پیشروِ قافلہ ہنگامِ سفر شمع

وہ آئے اِدھر اُٹھ کے ہوا بزم کی بگڑی
کچھ خیر ہے ہلکی ہوئی جاتی ہے کدھر شمع

جو آیا تری بزم میں جلتا نظر آیا
یہاں دل وہاں پروانہ اِدھر داغ اُدھر شمع

کچھ پردۂ فانوس میں ہے منہ کو چھپائے
جلتی ہے شبِ وصل یہ اندازِ دگر شمع

دل ایسا جلا ہے کہ بجھائے نہیں بجھتا
کرتی ہے مرے سامنے کیا عرضِ ہنر شمع

انگشتِ حنائی جو اندھیرے میں اٹھا دے
١٠ آ جاتی ہے کافر کے اشارہ میں نظر شمع

بھڑکاتے ہیں وہ جنبشِ دامن سے ہوا کو
یارب نہ جلا دے کہیں تربت کا شجر شمع

وہ بزمِ مقدس ہے تری جس میں شب و روز
خورشید جلاتا ہے بجھاتا ہے قمر شمع

او سوزِ محبت نہ اٹھا منتِ شیریں
فرہاد کی تربت پہ ہو فرہاد کا سر شمع

اٹھے جو دمِ رقص ترے دستِ حنائی
تھا بیچ میں خورشید اِدھر شمع اُدھر شمع

سایہ کی عوض آگ برستی ہے لحد میں
١٥ جھک جھک کے بنی گور پہ ہر شاخِ شجر شمع

آہوں سے نہیں داغِ جگر کو کوئی خطرہ
آندھی میں جلی رکھتے ہیں اربابِ ہنر شمع

گر سوزِ محبت میں اثر کچھ نہیں شعلہ
ہے ماتمِ پروانہ میں کیوں خاک بسر شمع

کیا سوزشِ دل ہی جو دکھائیگی اثر شمع — پیدا تو کرے پہلے ہمارا سا جگر شمع

کس غیرتِ لیلیٰ کی اٹھی شب کو سواری — ہے نجد کا ہر خار سرِ راہگذر شمع

عشاق تری بزم سے جاتے ہیں نکالے — پروانوں کو پروانگی دیتی ہے مگر شمع

آنکھوں میں جو چھایا ہو اندھیر اشبِ فرقت — گر پڑتا ہوں ٹھکرا کے جو آتی ہی نظر شمع

کیا کثرتِ پروانہ کوئی میری خطا تھی — محفل میں اٹھا کر جو پٹکدی میری سر شمع ۵

دو ابروؤں کے بیچ میں قشقہ نہیں کھینچا — کافر نے جلالی درِ کعبہ پہ مگر شمع

محفل میں تری شرم سے تھا جوشِ ندامت — ڈوبی ہوئی پانی میں رہی تا بسحر شمع

مجکو تو اندھیرے میں بھی آنے نہیں دیتے — جاتی ہی جلانے کے لئے غیر کے گھر شمع

رہتا ہی شب و روز خیالِ رخِ روشن — پروانو چلو جلتی ہے بہاں آٹھ پہر شمع

پیری میں بدن توڑ کے نکلے گی مگر جاں — فانوس کو چٹکائے گی ہنگام سحر شمع ۱۰

اس محفلِ یکرنگ کا پروانہ ہوں شعلہ
جلتی نہیں گل ہو کے جہاں بار دگر شمع

ہے میری قدر تیغ کو میں قدر دانِ تیغ — بسمل وہ ہوں کہ جسپہ نکلتی ہی جانِ تیغ

ظالم ملا دے میری زباں سے زبانِ تیغ — کرنے دے آج تیغ سے کچھ امتحانِ تیغ

میرا لہو پئے گی کہاں تک زبانِ تیغ — فوارے بن رہے ہیں لبِ خونچکانِ تیغ

میں سرخرو ہوا تو عدو زرد ہو گیا — مقتل میں دیکھ فصلِ بہار و خزانِ تیغ ۱۵

تیغِ نگاہِ شرم نے کھلنے دیا نہ حال — زخمِ نہاں سے پوچھئے رازِ نہانِ تیغ

ایک ایک تیری چھپ سے ہیں لاکھ لاکھ داغ — سو سو نشانیاں تری اک اک نشانِ تیغ

ترچھی نظر پہ جنبشِ ابرو بھی ہے ضرور — تیرِ نگہ کو تانئے لیکر کمانِ تیغ

زانو پہ رکھ کے گوشۂ دامن سے ڈھانپ لو
رکھو نہ بے نقاب رخِ ارغوانِ تیغ

سینہ میں کھپ گئی تو نکالوں کہاں سے تیر
دلمیں اتر گئی تو کہاں دل نشانِ تیغ

میرے لہو سے دامنِ قاتل ہے پر بہار
پھولا پھلا ہی کیا چمنِ بے خزانِ تیغ

مژگاں اگر کہیں سرِ نشتر کی نوک لوں
ابرو اگر کہے تو کروں امتحانِ تیغ

دریا کی طرح جوش ہے رکتا نہیں کہیں
پست و بلند پر ترا آبِ روانِ تیغ ۵

ہر زخم یہاں ہی باعثِ آرائشِ بدن
اتو ہوئے ہیں جامۂ تن پر نشانِ تیغ

یہاں موت زندگی مری قاتل کے ہاتھ ہی
کیا توسنِ حیات ہوا ہمعنانِ تیغ

ٹانکے لگائینگے رگِ جاں سے جگر میں ہم
بخیہ کریں گے بیٹھ کے زخمِ نہانِ تیغ

بے میرے قتل گاہ میں بسمل رہے پڑے
یوسف بغیر ہل نہ سکا کاروانِ تیغ

چھوٹے چھلے سے بھی نہیں ظالم کے فائدہ
بے شبہ شاخ تیغ کا پھل ہو زبانِ تیغ ۱۰

تشبیہ تیغ لیلیٰ پردہ نشیں سے ہے
مقتل اگر ہے نجد تو محمل میانِ تیغ

اے شعلہ اور بھی سہی ایک مطلع بلند
جس سے زمینِ تیغ بنی آسمانِ تیغ

گردن میں پڑ گئی رگِ گردن نشانِ تیغ
آیا گلے گلے تلک آبِ روانِ تیغ

قصہ مسیح و مرگ کا ہو داستانِ تیغ
جھگڑا ٹھنہ ڈالنا لبِ معجز بیانِ تیغ

پروانہ کے لئے بھی اگر حکمِ قتل ہو
پیدا مثالِ شمع ہو سر پر زبانِ تیغ ۱۵

شب قصہ گو کی بات پہ کٹ گیا ہی جی
یا میری سرگذشت تھی یا داستانِ تیغ

ابرو کے کب اشاروں کا وعدہ وفا ہوا
لوٹے تھی بات بات میں گویا زبانِ تیغ

ل میں نگاہ چھپکے جگر چاک کر گئی
آئی لبانِ تیر تو نکلی لسانِ تیغ

خم ہو گئی تو گردنِ بسمل میں ہار تھی
کتنا سبک ہی پھول سے بارِ گرانِ تیغ

کیا سر کے بل چلیگا کوئی راہِ عشق میں
جائے نشانِ نقشِ قدم ہے نشانِ تیغ

ابرو پہ تل بنا نگہِ بد کے واسطے
زنگی پسر ہوا ہے مگر پاسبانِ تیغ

گردوں نے کب جڑے ہیں ستارے ہلال پر
جوہر چمک رہے ہیں مگر درمیانِ تیغ

گردن جھکا کے جیسے کوئی نازنیں چلے
اتنو تمہاری شان سے ملتی ہے شانِ تیغ ۵

کاہے ہلال عید سے کہکشاں بنا
گردوں پہ لاکھ رنگ سے پہنچا نشانِ تیغ

ہم جب تلک جئیں وہی دم خم بنا رہے
یارب وفا شعار ہو عمرِ جوانِ تیغ

یہاں سیدھی ترچھی نظروں کا ہی زخم ایک سا
کچھ آپ ہی سمجھتے ہیں سود و زیانِ تیغ

بسمل تمہارا سایۂ شمشیر میں دبا
ٹوٹا پڑا ہے سر پہ مگر آسمانِ تیغ

جو آئے سامنے سرِ بازار قتل کر
اے ابروئے خمیدہ لگا دے دکانِ تیغ ۱۰

شعلہ مگر ہے کوچۂ قاتل ادب کی جا
یہاں سر کے بل چلے تو نہیں کسرِ شانِ تیغ

نالۂ دل اک طرف ہے شورِ محشر اک طرف
ساری دنیا اک طرف ہیں بندہ پرور اک طرف

ہوں گدائے عشق کوچہ میں پڑا رہنے بھی دو
در پہ مجکو بھی لگا لینے دو بستر اک طرف

تھا ہجومِ حسرت و دیدار کیا بعدِ فنا
بیکسی بیٹھی رہی تربت کے باہر اک طرف

ہیں تو ہیں تیغِ ستم سے خنجر بھی چور رنگ ہیں
اب تمہارے ہاتھ تو چلنے لگے سر اک طرف ۱۵

آج تو کچھ جذبۂ دل کشمکش ہے چار سو
دیکھتا ہوں بزم میں دیکھیں وہ کیونکر اک طرف

اف رے جوشِ بحرِ غم اللہ رے سیلابِ اشک
سارے دریا اک طرف اور دیدۂ تر اک طرف

شوق سے آجاؤ سینہ میں نہیں ہے کوئی غیر
آرزو بیٹھی رہیگی دل کے اندر اک طرف

دفتر بخشش میں گو ہی تیری رحمت بیحساب
مجکو بھی لکھ لے کہیں اے نکتہ پرور اک طرف

چرخ کا شکوہ کبھی شکوہ جفائے یار کا
سارے صدمے اک طرف اور جان مضطر اک طرف

شعلہ قسمت سے عجب کچھ انقلاب بزم ہی
چلتے چلتے رہ گیا ہی دور ساغر اک طرف

آپ میں اور نوبہار میں فرق
میں بتا دوں کہو ہزار میں فرق

اب اجل بھی نظر نہیں آتی
آ گیا چشم انتظار میں فرق

کینہ جو ہے کمینہ پرور ہے
کچھ تو ہے چرخ نابکار میں فرق

جان کو سمجھے ہیں بے وفا جب سے
آ گیا تیرے اعتبار میں فرق

بات سمجھی نہ سخت جانی نے
پڑ گیا شان جاں نثار میں فرق

داغ گنتے رہے قیامت تک
رہ گیا پھر بھی کچھ شمار میں فرق

شعلہ کہتے ہو کس زمانہ کی
روز ہے طرز روزگار میں فرق

ضبط فغاں سے آ گئی ہونٹوں پہ جاں تلک
دیکھو گے پھر سے صبر کی طاقت کہاں تلک

غفلت شعار ہائے تغافل کہاں تلک
جیتا رہیگا کون ترے امتحاں تلک

واعظ کا ربط ضبط چھپا دل کہاں تلک
توبہ کی بات پہونچی ہی پیر مغاں تلک

وہ میری آرزو تھی جو کھٹکا کئے رہ گئی
وہ دل کی بات تھی جو نہ آئی زباں تلک

جوش جنوں سے دامن گردوں بھی چاک ہے
پہونچے زمیں کے ہاتھ مگر آسماں تلک

ڈھونڈھوگے پھر بھی مشق ستم کیلئے مجھے
دشمن جفا سہے گا تمہاری کہاں تلک

گلشن میں آ کے تم تو عجب حال کر گئے
بھولے ہوئے ہیں مرغ چمن آشیاں تلک

پامال کرکے خاک اُڑانے سے فائدہ — ایسے چلو کہ میرا مٹا وو نشاں تلک
یاد آئے چھٹکے دام سے صیاد کے کرم — پہونچا وو کوئی مجکو میرے آشیاں تلک
کہتا ہی کون مرگ اجازت طلب نہیں — یہاں دم رُکا ہوا ہی فقط تیری ہاں تلک
دل گرمیٔ رقیب سے جل بھن کے رہ گیا — اور میرا ضبط دیکھ نہ اُٹھا دھواں تلک

۵
شعلہ کے بعد ختم ہے ایجادِ طرزِ نو
کچھ لطف تھا سخن کا اسی خوش بیاں تلک

ہے گلشنِ حیات کا بے اعتبار رنگ — ٹھہریگا کتنی دیر یہ ناپائدار رنگ
بدلے ہی روز روز نئے روزگار رنگ — گردوں کے ایک رنگ میں نکلے ہزار رنگ
مخلوط ہوکے بھی ہیں عناصر جدا جدا — کیا خوب ایک پانی میں گھولے ہیں چار رنگ
اب زرد ہوکے چہرۂ عاشق ہو سرخ کیا — چڑھتا نہیں اُتر کے یہاں بار بار رنگ
۱۰
ہجراں میں زرد چہرہ ہے آنکھیں سفید ہیں — اُلٹا چڑھا رہی ہے شبِ انتظار رنگ
چھینٹے لہو کے گنتے ہو دامن پہ کیوں ابھی — عاشق کا خون لائیگا روزِ شمار رنگ
ایک ایک بوند کرکے نکلجائے دلکا خون — سارا نچوڑ لے مژہ اشکبار رنگ

کیوں میری خاک دامنِ قاتل کی ہو بہار
شعلہ جما رہا ہے کچھ اپنا غبار رنگ

وہ میں نہیں کہ چھپائے پھروں کنار میں دل — جو لینے والا ملے پھینکدوں ہزار میں دل
۱۵
گئے سرشک میں ہی گا ہے انتظار میں ہے — بہت دنوں سے ہے آنکھوں کے اختیار میں دل
نہ خوف غم ہی کہ آتا نہیں کنار میں دل — مچل گیا مرا آغوشِ غمگسار میں دل
ہزار عرصۂ محشر ہو سیر کے قابل — اُٹھیگا کون اگر لگ گیا مزار میں دل

بڑا ہو سوز دروں کا بدل گئی صورت
اُڑی وہ خاک جگر اُٹ گیا غبار میں دل

تمہیں بتاؤ کہ قابو ہے کیا طبیعت پر
تمہیں کہو کہیں ہوتے ہیں اختیار میں دل

اُٹھا قدم کو ذرا طفل اشک آہستہ
کہ مثل شیشہ شکستہ ہے کنار میں دل

اُٹھے گا حشر لگا یگا کوئی تو ٹھوکر
کہ راہ دیکھتے ہیں رکھ کے رہگذار میں دل

وہی ہے نالۂ پر درد ناتوانی میں
یہ نغمہ تار میں ہو یا ہو جسم زار میں دل ۵

تمہارے تیر کی حسرت کو بھی جگہ مل جائے
جو ایک اور بھی نکلے دل فگار میں دل

یہ کس کا آبلہ پا سوئے دشت آتا ہے
پرو یا قیس کا لیلیٰ نے خار خار میں دل

تمہیں نے خاک کدورت بھری ہے پہلو میں
تمہیں نے دیکھا تھا آئینہ سا کنار میں دل

مرے ہی نالوں نے رخنہ کیے ہیں پتھر میں
مرا ہی گرم فغاں ہے ہر اک شرار میں دل

بہائے اشک ندامت امید رحمت پر
نکل کے آیا ہے چشم گناہگار میں دل ۱۰

کہاں دکھائے شعلۂ ہجوم حسرت میں
کہاں بتائے غمہائے بے شمار میں دل

ہوئے ہیں خون تماشائے نو بہار میں دل
پسے حنا کی طرح سے خرام یار میں دل

نہ دوں تو کیا کہیں لیجاؤنگا مزار میں دل
ابھی نکال دوں ہو بھی مگر کنار میں دل

وہ شوق گریہ ہو اکدم نہ سلسلہ ٹوٹے
گرہ لگاتا ہے اشکوں کے تار تار میں دل

عدو کو قول تو دیتے ہو ہاتھ سے لیکن
نہ ٹوٹ جائے کوئی عہد استوار میں دل ۱۵

ابھی ہوں پھر وہی مخمور چشم مست سیہ
ابھی ہے جام تغافل ترے خمار میں دل

اٹھا ہی سینہ و پہلو سے جوشش گریہ
کنار میں ہے کہ ہے بحر بیکنار میں دل

وہ درد دے مجھے ساقی کہ درد نہ جائے
بدن کی طرح سے ٹوٹا کرے خمار میں دل

دکھا دکھا کے لحد کو سکندر و جم کی
سنا رہا ہے فسانہ مجھے مزار میں دل

ذرا سرک کے سرہانے سے بیٹھنے دیجے
نہ بیکسی کو کہیں کھینچ لے مزار میں دل

وفورِ غم سے ہے پہلو میں کچھ تہ و بالا
یہ اضطرار ہے دل میں کہ اضطرار میں دل

ضرور نکلے گی اب کے تو کچھ کدورت بھی
غبار آنکھوں میں آیا ہے اور غبار میں دل

کوئی کسی کو بھی دیتا ہے مال بے مطلب
سوالِ بوسہ ہے دستِ امیدوار میں دل ۵

خدا کے واسطے نالوں کو روک اے شعلہ
پھر آیا تا بگلو آہ شعلہ بار میں دل

ہوئے اب تو خنجر اٹھانے کے قابل
بنے ہو گلے سے لگانے کے قابل

نہیں دیدۂ تر بہانے کے قابل
ہر آنسو ہے موتی لٹانے کے قابل

وہ آئے تو کب آئے پردے سے باہر
ہوا جب میں اُن سے چھپانے کے قابل

ہم اپنی ہی دیوار سے پھوڑ مرتے
اگر سر ہی ہوتا اُٹھانے کے قابل ۱۰

زمیں پر سے اہلِ جہاں کو ہٹا دو
جگہ چھوڑ دو تلملانے کے قابل

ابھی سے مری جان غیروں کو دو دل
ابھی ہو تو لو آنے جانے کے قابل

تبسم سے کیا خندۂ گل کو نسبت
کہیں منہ بھی ہے مسکرانے کے قابل

خدا کے لیے گیسوؤں کو نہ بل دو
یہ موذی نہیں سر چڑھانے کے قابل

مری قیس کی کوہکن کی کہانی
یہ قصے ہیں سننے سنانے کے قابل ۱۵

نہ آئے کہیں موت عشقِ بتاں میں
الٰہی رہیں منہ دکھانے کے قابل

دلِ سوختہ حال ہندو پہ مائل
مسلماں کا مردہ جلانے کے قابل

بتوں سے امیدِ وفا کب ہے شعلہ
زمانہ نہیں دل لگانے کے قابل

زوروں پہ آگیا دلِ دیوانہ آجکل
اولا عزی پہ ہمت مردانہ آجکل

دل کے قریں ہے جلوۂ جانانہ آجکل
کعبہ میں ہو گئے ہے رہ بتخانہ آجکل

ساقی کہاں کا شیشہ و پیمانہ آجکل
ایک گھونٹ بھی نہیں خمِ میخانہ آجکل

رہتا ہے گرمجوشیٔ اغیار کا خیال
گھر میں دلی ہے آتشِ بیگانہ آجکل

پہلو میں اس کو گھر ہی نہ سینہ میں ہی جگہ
کیا ہے خرابیٔ دلِ دیوانہ آجکل ۵

کیوں بے پئے شراب کے خود رفتگی سی ہے
دل میں ہے کس کا جلوۂ مستانہ آجکل

گھبرا ہے اس قدر کہ سمائے نگاہِ ناز
زخمِ جگر ہے تیغ کا پیمانہ آجکل

یہاں قصے ہو رہے ہیں تمہارے خیال کے
اک خواب سا ہے طور کا افسانہ آجکل

قرباں ہوئے ہیں اک گلِ آتش مزاج پہ
دل بن رہا ہے بلبل و پروانہ آجکل

اُنکی بھی آنکھ کھل گئی پہونچا ہی دور تک
اے خوابِ بیخودی ترا افسانہ آجکل ۱۰

اے شعلہ شمع پھرتی ہے سر پہ اٹھائے گل
بجز طواف مشہد پروانہ آجکل

بیزار آہ سے ہیں اثر اور اثر سے ہم
آیا ہے تنگ ہم سے جگر اور جگر سے ہم

کھلتا نہیں ہے بھید نگاہوں کی بات کا
آنکھوں سے کہہ رہی ہے نظر اور نظر سے ہم

اے طرز اختلاطِ شبِ وصل ناتواں
لپٹی ہے گیسوؤں سے کمر اور کمر سے ہم

کیسے کہاں سے آئیں گریباں نوچنے
مانگے ہی روز ہم سے سحر اور سحر سے ہم ۱۵

وہ اور کون ہے جو کہے گا پیامِ دل
ہم سے جدا جدا سے نظر اور نظر سے ہم

کہتے ہیں وہ یہ کیسی نزاکت ہے اے خدا
اٹھتی نہیں ہے ہم سے کمر اور کمر سے ہم

شعلہ بفیضِ طبع وہ اہلِ کمال ہیں
ظاہر ہوا ہے ہم سے ہنر اور ہنر سے ہم

لیں لوٹے پیرہن تری گلہائے تر سے ہم — چھینیں شمیم زلف نسیم سحر سے ہم

کون آگیا نظر میں جو حیرت پسند ہیں — مثلِ نظر چھپے ہیں کچھ اپنی نظر سے ہم

آئی بہار چھوڑ کہیں گر کھٹک اٹھے — صیاد توڑ دینگے قفس بال و پر سے ہم

اچھا کہا جو غیر کو اچھا وہی سہی — پر ہم سے یہ تو کہئے ترے ہیں کدھر سے ہم

محشر تلک نہ ہاتھ سے دامن کو چھوڑتے ۵ پھر جی میں ڈر گئے تری نازک کمر سے ہم

نالہ پکارتا ہے اکھاڑوں فلک کے پاؤں — اور اشک کہہ رہے ہیں گذر جائیں سر سے ہم

ہاں اے خراشِ ناخنِ غم کیا مزے دے — منہ چوم لیں ترا لب زخمِ جگر سے ہم

اے دل ہے خونبہا کے لئے اضطراب کیوں — کیا حشر مانگ لائیں کسی فتنہ گر سے ہم

شعلہ ہمارا داورِ روزِ جزا نہ تھا
شکوہ زباں پہ لائے نہ ظالم کے ڈر سے ہم

کون ہے تجھ سے جو دوچار نہیں ۱۰ ایک میں ہی گناہگار نہیں

ہائے فصل و بہار جوشِ جنوں — یہاں گریباں میں ایک تار نہیں

سیکڑوں درد اک نہیں درماں — لاکھ غم کوئی غمگسار نہیں

ہم نہیں وہ جو ایک بھی مانیں — آپ کرتے رہیں ہزار نہیں

سب سہی گل بھی مے بھی مطرب بھی — تو نہیں ہے تو کچھ بہار نہیں

وصل کیا جیتے جی کے ہوں مزے ۱۵ وعدہ کیا جس کا انتظار نہیں

غیر سے مل کے کیوں نکالتے ہو — ہیں کدورت کا کچھ غبار نہیں

ہاتھ آجائے آپ کا دامن — حشر کا بھی کچھ انتظار نہیں

کیا ثباتِ دو روزہ پر مرے — زندگی کا کچھ اعتبار نہیں

سیکڑوں بار غیر سے بگڑی
ہیں تو ہیں تم کسی کے یار نہیں

اُس کے کشتوں کا کیا پتہ شعلہ
کہیں تربت نہیں مزار نہیں

کیا لئے جاتے ہو چپکے سے چھپا کر ہاتھ میں
دل نہیں ہے گر تو کیا ہے بندہ پرور ہاتھ میں

تیز ہو جاتا ہے آ کر کند خنجر ہاتھ میں
تیغ میں ہوتے ہیں جوہر یاں ہیں جوہر ہاتھ میں

جو نہیں پابندِ دنیا کب ہے پابندِ قفس
۵ طائرِ جاں کے کبھی آتے نہیں پر ہاتھ میں

بیقراری سے شبِ فرقت قیامت ہو گئی
ہیں جو تڑپا آ گیا دامانِ محشر ہاتھ میں

تل ہتھیلی کا ہے دانہ اور لکیریں دام ہیں
طائرِ رنگِ حنا آتا ہے اُڑ کر ہاتھ میں

بیخودانِ باغ کو صیاد سے ہے کیا گزند
بلبلِ تصویر کے آتے نہیں پر ہاتھ میں

غیر ساقی اور وہ بدمست یارب خیر ہو
کیوں نزاکت سے نہیں اُٹھتا ہے ساغر ہاتھ میں

حشر کے دن گور میں تصدیعِ بیداری نہو
۱۰ اے اجل لیچل ابھی سے جسمِ لاغر ہاتھ میں

میری تربت پر ہجومِ عندلیباں ہو گیا
کون آتا ہے لئے پھولوں کی چادر ہاتھ میں

حضرتِ دل وہ نہیں سنتے کسی کا ایک حرف
تم لئے بیٹھے ہو یاں دفتر کا دفتر ہاتھ میں

جذبۂ دل نے جو گھیرا پا پھنسکر چل دئے
ہاتھ کا پاؤں میں اور پاؤں کا زیور ہاتھ میں

لے اُڑا کیا اضطرابِ جستجوئے نامہ بر
ہیں جو اُچھلا آ گئے جبریل کے پر ہاتھ میں

مفلسوں کا بھی خدا ہے تم بھلا آئے گئے کیوں
۱۵ آجکل کی عاشقی کو چاہئے زر ہاتھ میں

جوشِ وحشت اور ہے اور ناتوانی اور ہے
پاؤں آخر رہ ہی جاتے ہیں اُلجھ کر ہاتھ میں

تم کو خوبیں کر دیا محشر میں لیکر جاؤنگا
آئینہ زیرِ بغل دستِ سکندر ہاتھ میں

ہوں وہ دیوانہ ترا صحرا میں جسکی دھوم تھی
دیکھکر مجنوں اُٹھا لیتا تھا پتھر ہاتھ میں

کون کہتا ہے کہ تم نے تیغ کو پُرسر دیا ۔ دیکھئے تو اپنا منہ آئینہ لیکر ہاتھ میں

کل کسی کا خون ہو گا شہر میں مشہور ہے
شعلۂ مہندی لگ رہی ہے آج گھر گھر ہاتھ میں

کی میں نے آہ گرم جو فرقت کی رات میں ۔ غل پڑ گیا کہ آگ لگی کائنات میں
لاکھوں سے میں دوچار ہوا شش جہات میں ۔ سمجھا نہ پایا ڈھونڈھ لیا کائنات میں
چلتی ہے تیرے ہاتھ قیامت قدم قدم ۔ ۵ ۔ اعجاز عیسوی ہے تری بات بات میں
نیچی نگاہِ ناز نے کچھ تو چرا لیا ۔ آنکھیں لگی ہوئی تھیں مگر دل کی گھات میں
مُردوں میں جان آگئی جب تیرے لب ہلے ۔ عیسیٰ کو کیا کلام رہا تیری بات میں
سن لے تمہارے گر لبِ جاں بخش کا مزا ۔ مر جائے خضر ڈوب کے آبِ حیات میں
ایسے سخن میں کیا ہے مزا جسکے سامعین ۔ معنی ہی ڈھونڈھتے پھریں کشف اللغات میں

۱۰
کیا تاب شمع سے سرِ محفل جو سر اُٹھائے
شعلہ زبان کٹتی ہے واں بات بات میں

ہزاروں کروٹیں بدلیں نہ آیا دل ہی قابو میں ۔ خدا نے کوٹ کر بھر دی ہے بجلی کونسی پہلو میں
تنِ لاغر نے کیا کیا داغ کھائے عشقِ گُلرو میں ۔ یہ وہ کانٹا ہے جو تُلتا ہے پھولوں کی ترازو میں
نہ سینہ میں نہ پہلو میں نہ آنکھوں میں نہ آنسو میں ۔ الٰہی کون دل کو کھا گیا پہلو ہی پہلو میں
نہیں ہیں نیلگوں ڈورے کی بندش پر ہزار اکتے ۔ نشاں زلفوں کی لٹ کے پڑ گئے ہیں گورے بازو میں
پسندِ طبعِ آرائش نہیں وحشت پسندوں کو ۔ ۱۵ ۔ کبھی دیکھا بھی ہے سرمہ کسی نے چشمِ آہو میں
خیالِ خال و با و کعبۂ ابرو میں جان نکلی ۔ مرے لاشہ پہ جھگڑا ہے مسلمان اور ہندو میں
دکھائے گی اثر گر بعد مُردن وحشتِ مجنوں ۔ رہے گی روح لیلیٰ بنکے پتلی چشمِ آہو میں

کہا عنبر کسی نے اور کسی نے نافۂ مشکیں
ختن والوں نے کیا کیا طرے لگائے تیرے گیسو میں

اندھیری رات میں پہنا جو زیور سے اُٹھا کر تجھکو
کسی اُستاد نے جگنو جڑے ہیں تیرے جگنو میں

لگائی رقص میں ٹھوکر تو محشر کا سماں باندھا
قیامت کا کوئی فتنہ چھپا ہے اُنکے گھنگرو میں

خیالِ آئینہ رو میں اگر اک دم نہ اُٹھے گا
سما جائیگا کیا کمبخت سر ہے میرا زانو میں

۵
بغل میں آج شعلہ کون سوتا ہے کھلے بالوں
بسا ہے تیرا سارا گھر کا گھر گیسو کی خوشبو میں

یہ نالہ کب تلک اے شعلہ چپ رہو بھی کہیں
جو یوں ہیں مرنا ہے تم کو مر چکو بھی کہیں

نہیں جو حضرتِ دل ان کا اعتبار قسم
چھٹو عذاب سے کچھ کھا کے سو رہو بھی کہیں

ابھی سے بیٹھ گئے تھک کے قافلہ والو
ابھی تو دور ہے منزل چلو بڑھو بھی کہیں

خبر تو لو کوئی مرتا ہے دیکھو تو آؤ
بہانے کیسے ہیں اُٹھو چلے چلو بھی کہیں

۱۰
اِدھر کے ہوں کہ اُدھر کے چھٹیں تو جھگڑو نسے
جو ہونا لکھا ہے قسمت میں اب ہو بھی کہیں

ضرور حضرتِ دل بے طلب ملے بوسے
نکالو بات کوئی منہ سے کچھ کہو بھی کہیں

نقاب اُٹھا کے وہ کہتے ہیں دیکھ لے نہ کوئی
جو شعلہ لینا ہے بوسہ تو جلد لو بھی کہیں

منہ سے تری سو بار کے ٹھہرائے ہوئے ہیں
کیا ظرف ہے غنچوں کا جو اِترائے ہوئے ہیں

کہتے ہیں کہ مجھ پہ جو دل آئے ہوئے ہیں
کچھ چھینے ہوئے ہیں مرے کچھ پائے ہوئے ہیں

۱۵
خنجر پہ نظر ہے کبھی دامن پہ نظر ہے
کون آتا ہے محشر میں وہ گھبرائے ہوئے ہیں

لب پر ہے آہ تو آنکھوں میں ہیں آنسو
بادل یہ بہت دیر سے گرمائے ہوئے ہیں

ہے سینے میں کیا صدمہ کوئی زہر شکن تھا
ہم تیری قسم شعلہ قسم کھائے ہوئے ہیں

شانہ تو کرتے چلو ہوگی ایذا پاؤں میں
دیکھئے الجھیگی پھر زلفِ چلیپا پانوں میں

پھر بہار آئی چمن میں زور آیا پانوں میں
باندھ دے لے جوشِ وحشت لاکے صحرا پانوں میں

مانعِ راہِ فلک ہے آبلہ پائی مری
سوزنِ عیسیٰ چبھو دیتی ہے کانٹا پانوں میں

آمد و شد ہے تری کس کے تصور میں مدام
وجہ کیا ہے روز پڑ جاتا ہے چھالا پانوں میں

٥
رفعتِ اعلیٰ سے ہوجاتا ہے ادنیٰ کو زوال
آفتاب آتا ہے جب سر پر تو سایہ پانوں میں

ہاتھ تم ملتے پھروگے مجکو کرکے پائمال
رنگ لائیگا مرا خونِ تمنا پانوں میں

ہاتھ اٹھاکر رقص میں دامن کو جب چکر دیا
ایک ہالہ گرد سر تھا ایک ہالہ پانوں میں

گردشِ چشمِ فسوں پرواز کس کی دیکھکر
سر پھرا گردون کے اوپر چکر آیا پانوں میں

کون آیا ہاتھ کیوں نکلے ہزاروں گور سے
مُردے کیوں چونکے یہ کسکا دامن الجھا پانوں میں

١٠
آبلہ کے ٹوٹتے ہی دشت میں طوفاں اٹھا
بن گئیں ساری لکیریں موجِ دریا پانوں میں

روز مہندی کا لگانا گھات سے خالی نہ تھا
دل لیا ہے دو جگہ یا ہاتھ میں یا پانوں میں

شعلہ یادِ زلف میں یاں تک وہ ناقد ہوگیا
پانو کا چکر ہے سر میں سر کا سودا ہوگیا

نہ خونِ دل ہے نہ مے کا خمار آنکھوں میں
بسی ہوئی ہے تمہاری بہار آنکھوں میں

پھریں ہیں پتلیاں بیگانہ وار آنکھوں میں
چھپا ہوا ہے کوئی پردہ دار آنکھوں میں

تو وہ شرر ہے کہ ٹھہرے نہ چار آنکھوں میں
ہیں وہ نحیف کہ کھٹکوں ہزار آنکھوں میں

١٥
بلائے جان ہو طلسمِ بہار آنکھوں میں
جو سرمہ ڈالیئے وقتِ خمار آنکھوں میں

پھڑک رہا ہے دمِ شعلہ بار آنکھوں میں
ہر ایک اشک ہے سیماب وار آنکھوں میں

کہاں گئی تو دمِ نزع حسرت میں
وہ عکس دیکھتے ہیں بار بار آنکھوں میں

ہر ایک لخت جگر ہے گل تر و تازہ — ہر ایک اشک ہے ابر بہار آنکھوں میں

امید جلوۂ دیدار بعد مرگ کہاں — بکھری ہے یاس نے خاک مزار آنکھوں میں

میں دیکھ لوں کہ نکلتے ہیں کس طرح باہر — وہ آج بھی جائیں کہیں ایک بار آنکھوں میں

دئے بغیر ترے باغ میں گلوں نے داغ — چھوئے نرگس شہلا نے خار آنکھوں میں

کسی کی چشم زدن میں تھی اپنی عمر دراز — ۵ — گذر گئے مرے لیل و نہار آنکھوں میں

الٰہی دیدۂ حیراں کھلا نہ رہ جائے — ٹھہر نہ جائے کہیں انتظار آنکھوں میں

یہ کیا غضب ہے پس پشت لڑ رہی ہے آنکھ — بہار لوٹتے ہے آئینہ دار آنکھوں میں

وہ رونے والا ہوں شعلہ کہ بعد مرگ مرا
بنا ہیں مردم دیدہ مزار آنکھوں میں

وابستگی کا کل خمدار ہے ہمیں — پھانسی بھی دیجئے تو سزاوار ہے ہمیں

اے ضعف اب تو جاں بھی گرانبار ہے ہمیں — ۱۰ — اک لاکھ من کا بوجھ دل زار ہے ہمیں

گریہ میں موت آئی ہے ویرانہ گھر ہوا — رونے پہ مستعد در و دیوار ہے ہمیں

رشک عدو میں چین کہاں حشر سے فزوں — ہنگامۂ محبت اغیار ہے ہمیں

دنیا کے خوبرویوں کی زلفوں سے کام کیا — سرکار ہی سے ایک سروکار ہے ہمیں

پھر کیسا وعدہ وعدۂ فردا ہی ٹل گیا — اب تو قیامت آنے سے انکار ہے ہمیں

سنتے ہیں اپنے کان سے دل میں کسی کی بات — ۱۵ — نالہ صدائے محرم اسرار ہے ہمیں

کیوں خونبہا کے نام پہ لڑتے ہو خیر ہے — صاحب گناہگار ہیں اقرار ہے ہمیں

نظارہ کر رہے ہیں ترا اپنے دل میں ہم — ناسور سینہ رخنۂ دیوار ہے ہمیں

دل یوں گرا ہی پہلو میں اور ہم پہ پھینکدیں — کیا کیجئے شعلہ خاطر بیمار ہے ہمیں

قرآں کی جا ترا خطِ رخسار ہے ہمیں
کافر نہیں کلام سے اقرار ہے ہمیں

کیا وقتِ مرگ ذوقِ لبِ یار ہے ہمیں
عیسیٰ کی بات بات پہ تکرار ہے ہمیں

یہ چُپ لگی کہ پیکرِ تصویر بن گئے
کس کی پسند شوخیٔ گفتار ہے ہمیں

سوتے میں اُن کے دامنِ نظارہ بھر لیا
کیا خوابِ نازِ دولتِ بیدار ہے ہمیں

تم ہی کہو کہ کس سے کہیں شکوہ ہائے جور
آگے تمہارے بات بھی دشوار ہے ہمیں ۵

احباب ہاتھ رکھتے ہیں آنکھوں پہ وقتِ مرگ
اے جاں ٹھہر کہ حسرتِ دیدار ہے ہمیں

عذرِ نزاکت آ ہی گیا شعلہ درمیاں
اب آرزوئے قتل بھی دشوار ہے ہمیں

مزا لیں ساقِ سیمیں کا عدو ہر بار چٹکی میں
بنا جوبن لٹا کرتا ہے کیوں سرکار چٹکی میں

کہاں دستِ جنوں سے جیبِ داماں کی رہائی ہو
اُڑا دے جوشِ وحشت دامنِ کہسار چٹکی میں

کیا مشقِ خرامِ ناز نے پامال گلشن کو
کتر جاتی ہے کیا گل شوخیٔ رفتار چٹکی میں ۱۰

نکالی جسم سے سو جان اک اک دست بردی نے
ہزاروں مل دیے دل اے بتِ خونخوار چٹکی میں

غضب وہ انگلیوں کی مشق سے طرزِ ستم سیکھے
اُٹھا لیتے ہیں اب تو آپ بھی تلوار چٹکی میں

دمِ ذبح نے کیا صیاد کا انداز بے رحمی
دبائے بال و پر بیٹھی ہیں او منقار چٹکی میں

یہ کیسا فندقِ دستِ حنائی کا تصور ہے
بدل جاتا ہے رنگت آپکا بیمار چٹکی میں

دہانِ زخم میں نیرِ نظر ہے اس طرح پنہاں
دبا لے ہے کوئی جیسے لبِ فار چٹکی میں ۱۵

عبث فکرِ لحد ہے ناتوانوں کی جہاں جا ہے
اُٹھا کر پھینک دیجے خاکِ جسمِ زار چٹکی میں

سرِ گیسو کا چھونا اک بلا کا سر پہ لینا ہے
کہیں دیتی بھی ہے شعلہ زبانِ مار چٹکی میں

صورتِ غنچہ نہیں رکھتے ہیں زر مٹھی میں
کوئی لیلوئے پھرتے ہیں جگر مٹھی میں

ہاتھ گر پیرہنِ چست کا مضموں آئے
ایسا باندھوں تری آ جائے کمر مٹھی میں

لیکے چھو کر دیا دل میرا یہ منتر کیا تھا
ہے مگر کوئی تو جادو کا اثر مٹھی میں

اقربا کو نہ شکایت نہ عزیزوں کو گلہ
کر لیا غیر نے اس شوخ کا گھر مٹھی میں

ہاتھ ملتے ہی رہے اہلِ قفس دنیا کے
اڑ گیا طائرِ جاں رہ گئے پر مٹھی میں

دستِ صیاد سے پھر کیا ہو رہائی کی امید
ذبح کرتا ہے مجھے داب کے پر مٹھی میں

ہاتھ میں ہے وہ صفائی وہ کشش نظروں میں
آنکھ ادھر دل پہ پڑی آیا ادھر مٹھی میں

ہاتھ کیا ہمکو دکھاتے ہو نظر بھی آئی
شرط ہم باندھتے ہیں دل ہو اگر مٹھی میں

کیا در اشک نے اے شعلہ لٹائے ہوتی
دیدۂ تر کی بدولت ہیں گہر مٹھی میں

اے آہ قبر جائے دمِ آتشیں نہیں
دشمن کا گھر نہیں کوئی عرشِ بریں نہیں

کیوں میرے اشک نظر دُرِ یمن
چن لیجئے کچھ اس میں چناں و چنیں نہیں

بے لطف ہے وہ درد کہ جو دلنشیں نہیں
کس کام کا ہے دل کہ جو درد آفریں نہیں

کیا صاف ہو رہا ہے ہجومِ نگاہِ شوق
تل دھرنے کی جگہ ترے رخ پر کہیں نہیں

احباب و اقربا کو ہے گور و کفن کی فکر
یاں سارے وہم ہو چکے واں یقیں نہیں

قسمت کا لکھا کہ جو پامال سر ہوا
نقشِ قدم ہے آپ کا نقشِ جبیں نہیں

ٹپکے مرا زمیں پہ الٰہی نہ اشکِ گرم
جل جائیں کاش ہاتھ اگر آستیں نہیں

ہو جاؤ میری آنکھ سے پنہاں ذرا سی دیر
احباب کر رہے ہیں دمِ واپسیں نہیں

ہوتی نہیں ہے چرخ میں کیوں خستہ سامانیاں
کیا تیرِ آہ میں پرِ روح الامیں نہیں

جینے کی آرزو ہو یہاں کس امید پر
دنیا میں خضر کے لئے گر بہر زمیں نہیں

کہہ آئے کیا عدو کو بھی آنے کے واسطے
کیوں خوش تمہارے آنے سے جان حزیں نہیں

لاکھوں کے سر اڑائے اشاروں سے آپ نے
بل پڑ گئے ہیں تیغ میں ابرو میں چیں نہیں

کہتا ہوں میں بھی وصل کی شب کو شب فراق
اب آپ کہتے رہئے سحر تک نہیں نہیں

کیا شورشیں ہیں گور میں اٹھے نالہ ہائے دل
وہ آسماں نہیں ہے یہاں وہ زمیں نہیں

دنیا میں شعلہ سیکڑوں آئے چلے گئے
یہ وہ مکاں ہے کوئی بھی جسکا مکیں نہیں

الجھ کر رہ گئیں ساری رگیں ذوق تپیدن میں
لپٹ کر تیغ پھندا پڑ گیا بسمل کی گردن میں

نہ مجکو صبر صحرا میں نہ مجکو چین گلشن میں
میں وہ کانٹا ہوں جو کھٹکا ہمیشہ چشم دشمن میں

دل پر داغ نے کیا شعلے بھڑکائے مری تن میں
چراغ زیر داماں سے لگی ہے آگ دامن میں

جو الجھی پانو ہاتھوں میں تو لپٹی ہاتھ گردن میں
عجب کچھ لطف آتا ہے مری طرز تپیدن میں

یہ کیسی سخت جانی الفت طفل برہمن میں
پڑا جو وار خنجر کا بنا زنار گردن میں

لگا ہے آنسوؤں کا تار تم بھی اک نظر دیکھو
یہ موتی لٹ رہے ہیں آؤ بھر لو جیب و دامن میں

تہ و بالا کیا ہے ذوق گریہ نے یہ اشکوں کو
چڑھی سینہ سے آنکھوں میں گری ہے آنکھ سے دامن میں

ڈبونیکو تن عاشق کے پھر کچھ آنکھ بھر آئی
الٰہی خیر پانی آ گیا کشتی کے روزن میں

تصور ہے کسی کا کوئی تو آنکھوں میں پھرتا ہے
نظر آتا ہے اک پردہ نشیں مژگاں کی چلمن میں

عدو سے کہہ رہے ہیں وہ کہ کوئی مر گیا ہوگا
خدا جانے مگر کھٹکا سا ہے آواز شیون میں

تری نظریں گواہی دینگی تیرے جور کی کیا کیا
ہو اگر روز محشر فرق مجھ میں اور دشمن میں

در زنداں پہ دیوانوں کو پھر وحشت نے للکارا
بہار آئی گریباں کر چلو پیوند دامن میں

بہارِ حسن میں اک دن نہ پایا خال کا بوسہ
نہ نکلا میری قسمت کا مگر اک دانہ خرمن میں

چمن میں آشیاں سے بھی نکلنا ہو گیا مشکل
دیا لاسا لگا صیاد نے شاخِ نشیمن میں

امیدِ قتل مژدہ ہو یقیناً اپنی باری ہے
سوئے مقتل وہ آئے دیکھے خنجر دستِ دشمن میں

دلِ پر داغ رخِ یار پر کیا مغرور رہتا ہے
چراغ اپنا سما جاتا ہے ہر شب شمعِ روشن میں

مژہ دیتی ہیں گرد دل یہ بھی کچھ آبلہ پائی
خلش کانٹے کی گر ہوتی کہیں عیسیٰ کے سوزن میں

نمودِ خط کا ذکر آیا دمِ گریہ تو وہ بولے
ہرا ہی سوجھتا ہے ہر گھڑی اندھے کو ساون میں

نہ نکلے دم اگر تم پر لگے آگ ایسے مرنے کو
مٹے ایسا کفن یا رب پڑے خاک ایسے مدفن میں

مبارک باد لختِ دل بھی ہیں اشکوں میں اے شعلہ
مگر یاقوت پیدا ہو گئے ہیرے کی معدن میں

دل و جگر کا رہا اک حساب پہلو میں
یہ کس کا تیر ہوا کامیاب پہلو میں

چھپا ہوا ہے بتِ بے نقاب پہلو میں
غروب ہو ہی گیا آفتاب پہلو میں

اُتر کے اشک سے خونِ ناب پہلو میں
کھنچی ہے ایک دوبارا شراب پہلو میں

وہ بھر کے بیٹھے ہیں جامِ شراب پہلو میں
دکھائی دیتے ہیں دو آفتاب پہلو میں

سوالِ بوسہ کا پھر کیا جواب پہلو میں
خدا کرے انہیں آجائے خواب پہلو میں

پڑا ابھی رہ دلِ پُر اضطراب پہلو میں
جگہ نہیں تجھے خانہ خراب پہلو میں

جگر جلا تو ہے دل خونِ ناب پہلو میں
شراب پہلو میں نکلی کباب پہلو میں

گلہ کو عرصۂ محشر میں کون جاتا ہے
ہمارا آپ کا ہوگا حساب پہلو میں

شبِ وصال جو کاٹے کروٹیں بدلیں
دل و جگر کا ہوا انقلاب پہلو میں

ہمیشہ تیغ کا اقبال سر کے اوپر ہے
ہمیشہ تیر کی ہے آبِ ناب پہلو میں

اٹھائیں یا وخدا و صنم کی کیفیت
جو رکھیں میرا سا دل شیخ و شاب پہلو میں

نفس کی ٹھیس سے بن بن کے ٹوٹ جاتے ہیں
جگر کے آبلے مثل حباب پہلو میں

وہ شہسوار گیا اور خیال دل میں رہا
چھٹی جو ہاتھ سے آئی رکاب پہلو میں

نہیں ہے نام کو بھی جان حضرت عیسیٰ
ٹٹولتے ہو کسے اے جناب پہلو میں

نہ آیا ذکر تپ ہجر لب تلک شعلہ
یہ آگ رکھی ہے کیا داب داب پہلو میں

آنکھوں کے سامنے ہو مگر کچھ خبر نہیں
اتنے نظر میں ہو کہ تم آتے نظر نہیں

حسرت سے دیکھنا کوئی عیب نظر نہیں
کیوں رخصت نظارۂ بیداد گر نہیں

عشق بتاں میں ہستی دل کی خبر نہیں
پتھر میں جب تلک ہے فروغ شرر نہیں

چاروں طرف سے سجدۂ ابرو میں خلق ہے
تم بیچ میں کھڑے ہو تو کعبہ کدھر نہیں

افتادگی سے عشق میں رتبہ بلند ہے
جو اشک آنکھ سے نہ گرے وہ گہر نہیں

الٹی نبرد عشق کے مردوں کی بات ہے
اہل جگر وہی ہیں کہ جن کے جگر نہیں

کیوں کھا رہے ہو بار نزاکت سے پیچ و تاب
خنجر مجھے ہی دو جو تمہارے کمر نہیں

مایوسی وصال سے کیا مردہ دل بنے
لب پر فغاں نہیں ہے فغاں میں اثر نہیں

شب بھر وہ گل رہا آغوش غیر میں
نکہت سوار دوش نسیم سحر نہیں

آنکھوں سے کھنچ کے ٹپکے تو پینا ثواب ہے
مے کی طرح حرام یہ خون جگر نہیں

شب بھر جلا ہوں جنبش دامن کے واسطے
ہو جاؤں آپ گل وہ چراغ سحر نہیں

پس پس گئے ہیں غیر کی کھا کھا کے ٹھوکریں
ہم خاک راہ ہو گئے تو راہ پر نہیں

احسان تیغ منت صندل کہاں تلک
یا سر نہیں ہے دوش پر یا درد سر نہیں

خنجر سے بھی ہوا نہ سبک بار زندگی
کاندھے چھلے ہوئے ہیں جو گردن پہ سر نہیں

اے جان کیا ہے توشۂ واماندگی کی فکر
اک دو قدم عدم ہی کچھ ایسا سفر نہیں

کیا دل ہی دل میں گریۂ غم جذب ہو گیا
طوفاں پہ جوش کیوں مری مژگان تر نہیں

یاران رفتگان سے وہ کیا روشناس ہو
جو آنکھ نقش پائے سر رہگذر نہیں

کیا ہو گیا خیال دم تیغ آبدار
ظاہر شگفتہ روئی زخم جگر نہیں

دل سوختوں کو چاہیے کیا شعلہ پیرہن
جز خاک اور کوئی لباس شرر نہیں

گر تو رحیم ہے تو قیامت کا ڈر نہیں
رحمت سے تو گناہ مرے بیشتر نہیں

یہ راہ وہ ہے جس میں غم راہبر نہیں
خود رفتگی کے واسطے فکر سفر نہیں

موسیٰ سے بار بار ہے کیوں ذکر طور کا
کیا اہل حسن تم ہو ہم اہل نظر نہیں

دل پر بنی جگر پہ بنی جان پر بنی
ہنگامہ ہے کسی کی کسی کو خبر نہیں

کیوں التجائے بوسۂ رخ بار بار ہے
گستاخ تیرا گیسوئے خود سر اگر نہیں

ہم حسرت نظارہ میں ٹھوکر سے پس گئے
پھر کیوں غبار سرمۂ اہل نظر نہیں

کچھ جامہ ورضرو زلیخا کا شوق ہے
یوسف کو پیرہن کی بھی اپنی خبر نہیں

کیا ہو رہی ہے کوئی بلا دوش پر سوار
سودائیان زلف کی گردن پہ سر نہیں

وہ سر نہیں جو زینت زانوں نہیں ہوا
زانو نہیں ہے وہ کہ جو پامال سر نہیں

یوں ہیں شب فراق میں اک عمر کٹ گئی
اے ہمنفس فسانۂ گیسو کا سر نہیں

قسمت میں تھا نہ آپ کا دیدار وقت قتل
الزام تیز دستئ جلاد پر نہیں

وہ صید ہوں میں بستۂ دام فراغتی
اے ہمصفیر یا وہاں بال پر نہیں

تم بھی دکھاؤ جلوۂ عالم فروز کو
موقوف حشر میری ہی فریاد پر نہیں

کیا بار بار ہوں تری خلوت میں اہل حسن
مثل چراغ گوشہ نشیں بھی قمر نہیں

ہم پھر بھی دیکھتے تری تیغ آزمائیاں
پر کیا کریں کہ دوش پہ دوچار سر نہیں

دے اشک خاک خوں میں ہی ملنا پسند ہے
دل میں جگہ نہیں تجھے آنکھوں میں گھر نہیں

جو چاہا تم سے کہہ دیا جو چاہا سن لیا
جب دل میں ہو تو حاجت پیغام بر نہیں

روشن ہے یہ کہ کوئی بھی مثل نگیں یہاں
جب تک کہ روسیاہ نہ ہو نامور نہیں

دیتے عدو کے خندۂ بیجا کے سو جواب
ہم بھی بشر ہیں لیک طبیعت میں شر نہیں

شعلہ سخن کی جنس کا بازار بند ہے
دنیا میں قدر دانیٔ اہل ہنر نہیں

کبھی نظر میں نہ کھٹکوں تو خار اتنا ہوں
اٹھا کے آنکھ میں کہو غبار اتنا ہوں

بتوں کو چاہتا ہوں اسقدر مسلماں ہوں
شراب پیتا ہوں پرہیزگار اتنا ہوں

جو اس نے زور سے کھینچا تو چوم کر انگلی
پکار اٹھا تیر کلیجہ کے پار اتنا ہوں

نہ مجھکو خواہش دنیا نہ خواہش عقبےٰ
کرم سے دیکھ لو امیدوار اتنا ہوں

ضعیف ہوں یہ غم یار تیرے کھانیکو
تجھے ثواب بھی بہت ہوں نزار اتنا ہوں

پس فنا مجھے گھبرا کے گور سے باہر
زمیں نے پھینکدیا بیقرار اتنا ہوں

غم فراق پکارا کہاں گئے دل و جان
بنی ہیں سب نے بس بگڑی میں یار اتنا ہوں

کبھی کھلی نہ کسی پر تری نظر کی بات
دہان زخم سے بھی رازدار اتنا ہوں

ابھی تو شعلہ وہی سوز دل ہے پیری میں
چراغ صبح ہوں بے اعتبار اتنا ہوں

وہ نازک ہے خلش ہے برگ برگِ گل تر میں
نکال اے جنبشِ بادِ صبا سلوٹ ہیں بستر میں

گوندھے تھے پھول سب نرگس کے گچھے تو نکڑ زیور میں
پڑی آنکھیں کسکی رہ گئی ہیں تیرے بستر میں

کہاں کی مے کہاں کا جام پینا ہجرِ دلبر میں
لہو آنکھوں میں بھر آیا جو ٹپکی بوند ساغر میں

جنوں پیغام لایا ہے جو کچھ چرچا ہے گھر میں
یہ کسکا ذکر ہوتا ہے جو دیواریں جھکیں در میں

لگا رشکِ عدو کا داغ ناحق جانِ مضطر میں
تجھی پہ کاش مر جاتے جو مرنا تھا مقدر میں

نہ کچھ کعبہ میں لکھا تھا نہ کچھ لکھا تھا پتھر میں
کسے ہم سجدہ کرتے تو ہی گر ہوتا مقدر میں

وہ چشمے ہیں جو پانی سے کریں سیراب پیاسوں کو
وہ آنکھیں ہیں جو کام آئیں غمِ شبیر شبر میں

عدم سے لوٹ کر آنا کوئی مشکل نہ تھا لیکن
سمندِ عمر کا جی چھوٹتا ہے ایک چکر میں

کسی پہلو گر انجانی سے یاں راحت نہیں ملتی
شرار و سنگ کا عالم ہے مجھ میں اور بستر میں

مرے دم پر بنی ہے اور انھیں دم دیئے آتے ہیں
یہاں تو اور کا کچھ اور ہو جائیگا دم بھر میں

ادا ہیں ناز ہیں غمزہ ہیں تیکھا پن تری آنکھیں
غضب کے دل چلے ہیں وہ سپاہی سارے لشکر میں

جھلسیگا آفتابِ حشر گرمی میں مگر پنکھا
جگہ مل جائیگی تھوڑی جو دامانِ پیمبر میں

کہاں لیجائیگی بینائی دل ہو گیا اب تو
زمین آسمان کا فرق مجھ میں اور نشتر میں

بس اے آرائشِ حسنِ تصور اب گل افشانی
دبا جاتا ہے وہ نازک بدن پھولوں کے زیور میں

نکل جائے نہ روحِ ناتواں کیوں جنبشِ دم سے
سمندِ عمر کوسوں جا پڑا ہے ایک ٹھوکر میں

لپٹ جائے یوں پیارے ہاتھ لینے کو مرے جیسے
کھلے آغوشِ مادر شوقِ طفلِ نازپرور میں

بڑھیگی جب زیادہ آفتابِ حشر کی گرمی
تری رحمت پکاریگی یہی میدانِ محشر میں

چلے آؤ چلے آؤ چلے آؤ گنہگارو
ہزاروں کوس کا سایہ ہے دامانِ پیمبر میں

زباں میں تیری لکنت ہے کہ اعجازِ مسیحا ہے
دوبارہ جان آجاتی ہے ہر حرفِ مکرر میں

کہاں ہے خونِ دل کمبخت پیکاں کی تو ضیع کو
یہ کس نازک کمر کو وصل کا پیغام لکھتے ہیں

بٹھا لیتے ہیں مہماں کو بلا کر یوں کہیں گھر میں
ہوئی جاتی ہیں ساری سطریں قمچی مسطر میں

شراب ناب کا کب جیتے جی تک رنگ چھٹتا ہے
یہ وہ دھبا ہے جو شعلہ دھلے گا حوضِ کوثر میں

دل سکھا لے گا اگر جور و جفا یاد نہیں
ہم بنا لینگے اگر تم کو ستم ایجاد نہیں

نالہ کل کا سا نہیں کل سی فریاد نہیں
بلبلِ باغ کو پھر آج سبق یاد نہیں

کیا کہوں نزع میں کیوں شکوۂ بیداد نہیں
دم یہ یوں آکے بنی فرصتِ فریاد نہیں

یاس ہے اے شوقِ اسیری چمن آباد نہیں
پر نکلتے ہیں یہاں اور کہیں صیاد نہیں

کیوں دمِ حشر بھی دل شاکیِ بیداد نہیں
کچھ تری چال تو اے غیرتِ شمشاد نہیں

وہی نالے تو ہیں تازہ کوئی فریاد نہیں
اٹھ کھڑا ہو بھی فلک کچھ نئی افتاد نہیں

سلسلہ ٹوٹنا اچھا دلِ ناشاد نہیں
دم جگر سے نہ اٹھے جسمیں کہ فریاد نہیں

لوگ کہنے کو تجھے رشکِ پری کہتے ہیں
آدمیت تو یہی ہے کہ پری زاد نہیں

سیکڑوں کو نگہ ناز نے گردن مارا
ہیں نہ مانونگا کہ آنکھیں تری جلاد نہیں

بے اثر اشک سے اچھا ہے جو آنکھیں پھوٹیں
ناخلف سے تو یہ بہتر ہے کہ اولاد نہیں

اپنے پر اپنی ہی منقار سے نوچے ہیں نے
کیا کروں تابِ فراموشیِ صیاد نہیں

دل خراشی سے ہی کیا کوہکنی کو نسبت
ناخنِ غم سے فزوں تیشۂ فرہاد نہیں

بیخودی میں نہ کھلا کچھ کہ خدائی کیا ہے
دیکھکر بت کو یہ بھولے کہ خدا یاد نہیں

قتل کا حکم تو آنکھوں کے اشارے ہی ہوا
کہنے کچھ اور تو حق میں مرے ارشاد نہیں

دل نہیں مفت سے لیجئے دہن کا بوسہ
گھر میں کچھ مال نہیں غیر سے امداد نہیں

کیا اسیرانِ قفس رات کو چپکے سو ئے
آج کچھ شکوۂ بیجوائیِ صیاد نہیں

دور سے آتی ہیں فرمائشیں کیوں بہرِ سخن
شغلِ غالب نہیں کچھ ذوق سا استاد نہیں

حسرت اُس دل پر جو تیغِ ناز کا بسمل نہیں
خاک اُس خوں پر جو زیبِ دامنِ قاتل نہیں

وہ شناسا ہے ترا جو آپ سے غافل نہیں
حق تو یہ ہے دعویِ منصور بھی باطل نہیں

ہائے دل تنگی کہ کھلتی آرزوئے دل نہیں
اے صبا پیغامِ غنچہ کہنے کے قابل نہیں

آنکھ سے رونے کا ہے ڈر مرنا مجھے مشکل نہیں
آرزو کہتی ہے چپ ہیں کہنے کے قابل نہیں

رہ گئی تھک تھک کے پیچھے خاکِ قیسِ نامراد
ساربان کھٹکا ہے کیا کوئی پسِ محمل نہیں

سہل ہے آنکھوں میں رکھنا حسرتِ دیدار کا
گر امیدِ حشر بھی ہو صبر کچھ مشکل نہیں

بزم میں جو بیٹھتا ہے وہ اُٹھاتا ہے مجھے
اے پری رو آدمی ہوں تکیۂ محفل نہیں

تم کو آساں ہے مرا جینا مجھے دشوار ہے
مجھکو مشکل ہے مرا مرنا تمہیں مشکل نہیں

حضرتِ دل عینِ خلوت ہے ہنسو بولو کہیں
کچھ کہو بھی منہ سے رونے کے ہم قائل نہیں

حشر کس کا اُن کو چلنے دے خرامِ ناز سے
اُٹھ کھڑا ہونگا میں ایسا خوابِ غافل نہیں

پی گئے آنسو بھرا ہے حسرتوں کو گھونٹ گھونٹ
ابتو کچھ بھاری ہوا ایسا کہ گھٹتا دل نہیں

خاکساری نے کیے ہیں شغل کیا اتنے بلند
کونسا ذرہ زمیں کا آسماں منزل نہیں

دل کوئی دشمن نہیں کیا مجھکو پیارا دل نہیں
مفت دیدِ دل تم کو کچھ الفت کا مارا دل نہیں

ہیں بتوں میں اچھے جو پہلو میں ہمارا دل نہیں
ہے گوارا سید لی لیکن گوارا دل نہیں

چھپ گیا پہلو میں یا کوئی چھپا کر لیگیا
ابتو اشکوں سے بھی اندر آشکارا دل نہیں

یہاں میں ڈالوں کسی صورت میں رکھوں والے
کچھ جگر اخگر نہیں کوئی شرارہ دل نہیں

تھال شکر وے زیبا پر بیگارات دن
چھوٹ جائے رخ سے افشاں کا ستارا دل نہیں

اسقدر سختی سے کیوں تیغ نظر کے وار ہیں
اے بت سنگیں جگر کچھ سنگ خارا دل نہیں

چشم پوشی کر رہی ہے پھر بھی چشم نیم باز
پھر کھو گئے تم کہ ٹکڑے ٹکڑے سارا دل نہیں

ضعف سے تم آنکھ میں آنا سفر ہے دور کا
ناتوانی کچھ ابھی پایا تو سہارا دل نہیں

تم ہمارے اور آئینہ تمہارے روبرو
ہاں ہمارا دل نہیں ہے ہاں تمہارا دل نہیں

تم نکھر اٹھے یہاں دل کی کدورت ہے وہی
تم سنور بیٹھے یہاں ہم نے سنوارا دل نہیں

پھیر لیکو سیکڑوں دل بھر کے دامن لائے ہو
ان دلوں میں بندہ پرور کیا ہمارا دل نہیں

ٹھہر بھی جاؤ ابھی قرباں نہیں کی ہم نے جاں
بیٹھ بھی جاؤ ابھی صدقہ اتارا دل نہیں

چپکے آئے بزم میں اور جانے کیا کیا لے گئے
کوئی پکارا جاں نہیں کوئی پکارا دل نہیں

طبع موزوں کیا کرے جیسی طرح ویسی غزل
کچھ زمین شعر پر اپنا اجارا دل نہیں

شعلہ لاکھوں بار ڈوبا اور اچھلا لاکھ بار
پھر بھی بحر عشق سے کرتا کنارا دل نہیں

برق کہتے ہیں کسے کسکو شرر کہتے ہیں
جانتے ہو جسے عاشق کا جگر کہتے ہیں

مرحبا صل علیٰ زخم جگر کہتے ہیں
چشم بد دور اسی کو تو نظر کہتے ہیں

آنکھ بھر آتی ہے جب سوز جگر کہتے ہیں
اب بھی اس آگ میں پانی کا اثر کہتے ہیں

کچھ وہ گھبرائے سے آکر مرے گھر کہتے ہیں
کیا اسی کو ترے نالوں کا اثر کہتے ہیں

گور کچھ دور نہیں فکر مسافت کیا ہے
گھر بدل لینے کو دنیا سے سفر کہتے ہیں

بیخودی عشق کی یہ تھی کہ خبردار ہوئے
انتہا جس کی نہیں اس کی خبر کہتے ہیں

پھر دعا کیلئے لب ہائے جراحت وا ہیں
کچھ ترا حق نمک اے زخم جگر کہتے ہیں

کچھ اگر کہئے تو سننے نہیں دیتے ہیں عدو
بات کہنے نہیں دیتے وہ اگر کہتے ہیں

چھونہ طوفاں اٹھا ابر بہاری ہیں مگر
یاں تو خاک بھی کچھ دیدۂ تر کہتے ہیں

موت مانگے سے بھی پیری میں نہیں آئی تھی
پھر مقبول دعا وقت سحر کہتے ہیں

آنکھ مجھ سے بھی جو ملجائے تو میں بھی سن لوں
کچھ ترے تیر نظر دل کی خبر کہتے ہیں

ہائے پھرتی صیاد ستانے کو مرے
نوح کر کہتا ہے کیا ان کو ہی پر کہتے ہیں

دیدۂ تر میں برسے لگتے ہیں خالی آنسو
لوگ اولاد کو جب لخت جگر کہتے ہیں

خاکساری سے ہوا رنگ یہ اپنا شعلہ
زردی سے نظر میں جسے زر کہتے ہیں

تم ہو کہ ماہتاب ہی پیرہن میں کون
دیکھو قبا ہٹا کے ہی اُجلا بدن ہیں کون

دل میں اگر نہیں ہے خیال لب ملیح
بھرتا نمک ہے زخم جگر کے دہن میں کون

صیاد کا گماں تھا کہ آہٹ نسیم کی
کھٹکے یہ بلبلوں نے پکارا چمن میں کون

شوق فنا میں ہے وہ مشتاق قتل ہے
آگے چلیگا دیکھئے روح و بدن میں کون

شانہ جھٹک جھٹک کے وہ کہتے ہیں بار بار
الجھا ہوا ہے زلف شکن در شکن میں کون

باہر نکل کے پردہ سے ہے قدر حسن کی
یوسف کو جانتا ہی تھا پہلے وطن میں کون

دل ہے نہ جان ہے نہ جگر ہے نہ چارہ گر
سچ ہے شریک ہوتا ہے رنج و محن میں کون

ہاں اسطرف بھی ایک نظر دور سے سہی
بیٹھا ہے او قریب عدو انجمن میں کون

مرنا قبول جوشش جنوں میں مجھے مگر
لیٹا رہیگا مردہ کی صورت کفن میں کون

غربت میں رہتے رہتے زمانہ گذر گیا
شعلہ اگر گئے بھی ملیگا وطن میں کون

ہزار بُت ہیں مگر ایسے تند خو تو نہیں
غضب میں ڈالے دل تم ہی خوبرو تو نہیں

نہ نکلے سینہ سے باہر کچھ آرزو تو نہیں
لگا ہوا ترے پیکاں کے منہ لہو تو نہیں

صدائے نالہ میں ملتی ہے کچھ تری آواز
کھلا ہوا کہیں زخمِ رگِ گلو تو نہیں

بتوں کے عشق نے چکر دیے ہیں چار طرف
ہزار کعبہ سہی دل پر ایک سو تو نہیں

ہوا سے بچتے ہو یہ بد دماغیاں کیا ہیں
کفن کی بو میں ملی کچھ چمن کی بو تو نہیں

بگاڑ کیوں ہے مسیحا سے قم باذنی پر
تری بیالیب و میاز گفتگو تو نہیں

ہوا ایسی ہوئی آتی ہے مشک و عنبر میں
کھلی ہوئی تری زلفِ خمیدہ مو تو نہیں

کہاں چلے ہو نکلتے نکلتے نکلے گی
یہ مری جاں ہے دشمن کی آرزو تو نہیں

یہ کون حشر میں نیچے جھکائے دیتا ہے
سوارِ گردنِ قاتل مرا لہو تو نہیں

تمہاری بزم سے اٹھ اٹھ کے بیٹھنا کیسا
صدائے نالہ ہوں آوازِ خوش گلو تو نہیں

وفا گناہ اگر ہے تو کیا جفا کا ذکر
یہ سچ ہے قابلِ محشر نہیں ہیں تو تو نہیں

خیالِ سوزنِ مژگاں کو کیوں گلہ ہے مرا
زیادہ زخم سے دیکھو کہیں رفو تو نہیں

یہ سچ ہے عشق میں رونا ذلیل کرتا ہے
ہزار اشک ہو موتی پر آبرو تو نہیں

حنا لگانے سے چھپتا نہیں کسی کا خون
قبا کے دھلنے سے دھلتا مرا لہو تو نہیں

ہزار دور سہی پاس ہے مگر دل کے
وہ لاکھ گم سہی محتاجِ جستجو تو نہیں

نقاب حشر میں اٹھتا نہیں ہے کیوں رخ سے
یہاں بھی مدِ نظر خاطرِ عدو تو نہیں

نہ منہ سے بولئے کچھ ہو نہیں کیا کام
دہن کے بوسہ کے ملنے میں گفتگو تو نہیں

یہ رشکِ حسن ہے کیا خود بخود بگڑتے ہو
جھجکتے کس سے ہو آئینہ روبرو تو نہیں

پیے ہیں اوک سے شعلہ ترے تکلف کو
کہاں سے لاؤں یہاں ساغر و سبو تو نہیں

ہے شور قیامت مرے نالہ کی صدا میں
او چرخ جفا کار ہے تو کسکی ہوا میں

ہر سے ہے لہو جنبش ابرو کی ادا میں
خنجر کو ڈبو دیجیے خون شہدا میں

اللہ اثر دے کہ تغافل ہے جفا میں
کچھ تو ہی مرے واسطے دشمن کی دعا میں

رہنے دو ویرانی ہو اگر میری وفا میں
جانے دو شکایت ہی سہی شکر جفا میں

کیوں سجدہ گہہ غیر نہیں ہو مرا کوچہ
کچھ چال ہوئی ہو ترے نقش کف پا میں

کیا کان تلک جائے مرا حال پریشاں
الجھی ہوئی ہو بات تری زلف دوتا میں

ہے اور جگہ کس کی قریب رگ گردن
آواز تری ملتی ہے نالہ کی صدا میں

کیا یاد بہاری ہی سر سے داغ جنوں ہوں
یہ پھول کھلینگے کبھی جنگل کی ہوا میں

امید نہ کچھ تیری نہ کچھ اس کلبہ بسر
تو اور مری جان برابر ہیں وفا میں

کیوں روح نہ خوش ہوتی پروانہ کے اندر
دولہن سی بسی رہتی ہو پھولوں کی قبا میں

ہیں جرم ہزاروں کے گلے گھونٹ دیے ہیں
حلقے ہیں کہ پھانسی ہو تری زلف دوتا میں

چتون کا ٹھکانا ہے نہ آنکھوں کا ٹھکانا
مستی ہو تری شرم شوخی ہو حیا میں

اک شور ہے شعلہ کہ سمجھ میں نہیں آتا
کچھ لطف نہیں نالہ پیہم کی صدا میں

کیا میرا بس ہے ضبط جو سوز جگر نہو
او سرد مہر آگ مری بات پر نہو

سودا نہ ہو جنوں نہ ہو خنجر کا ڈر نہو
کتنا سبک ہو جسم جو گردن پہ سر نہو

چلئے وہ راہ جس میں غم راہبر نہو
دنیا سے یوں اٹھو کہ کسی کو خبر نہو

کہتے ہو مجھکو رات کے عذر جانے دے
یہ اس سے کہئے جس کو تمہاری خبر نہو

تمکو چھپاؤں آنکھ کے پردوں میں رات دن
گر اشک رخنہ ساز مرا پردہ در نہو

لکھتا رہوں میں حشر تلک نامۂ فراق — آزردہ گر طبیعتِ بیتاب مر نہ ہو

اے اہلِ بزمِ عشق بھرو جامِ بیخودی — ایسی پیو کسی کی کسی کو خبر نہ ہو

کیا کیا ہیں انتظام صفِ قتل گاہ میں — ہاں کا وہاں بجائے اِدھر کا اُدھر نہ ہو

تو آرزوئے دل ہے تمنائے جاں ہے تو — کیوں میرے جی کو چین تجھے دیکھکر نہ ہو

گریہ نے پھر دکھائی ہیں خانہ خرابیاں — اے سیلِ اشک دیکھنا دیوار و در نہ ہو

سنتا ہوں میں کھنچتے ہیں پھر قتلِ غیر — اے کاش یوں ہی پیچ کہو کہ اُنکے کمر نہ ہو

اڑتے پھرے جو خواب میں شب آسمان پر — تکیہ میں کوئی طائرِ سدرہ کا پر نہ ہو

شعلہ بغیر عشق تو جینا محال ہے
کس کام کا جگر ہے جو دردِ جگر نہ ہو

ماجرائے دلِ شیدا سن لو — میرے دکھ درد کا قصہ سن لو

اے بتو دل کا بھی نالہ سن لو — بانگِ ناقوس کلیسا سن لو

طشت از بام ہوئی طور کی بات — لوگ کیا کرتے ہیں چرچا سن لو

جو کہوں گا سرِ محشر اٹھ کر — پہلے تم بیٹھکے تنہا سن لو

نہ سنو غیر کی کہنے دو مجھے — نہ کہو کچھ مرا کہنا سن لو

غش ہوئے حضرتِ موسیٰ تم پر — اے لو اک اور تماشا سن لو

وعدۂ وصل عدو سے ہی سہی — کچھ ہماری بھی تمنا سن لو

ٹھہر یاد خط و لب پہ آگئی — حضرت خضر و مسیحا سن لو

ٹھہرو ٹھہرو کہ پڑا بار نگِ فغاں — راگ اک اور بھی چلتا سن لو

ٹھہرو دیش بجانِ درویش — لو مرے خون کا دعویٰ سن لو

حضرتِ ناصح بھی ہیں چیز کوئی ذکر دنیا سے نرالا سُن لو

شعلہ ہوتا ہے غزل خواں ٹھہرو
بلبلِ خلد کا نغمہ سُن لو

خیال سمجھے ہیں نقش و نگار ہونیکو دل خموش ہے تصویر یار ہونیکو
کسی کی ٹھوکریں کھائیں غبار ہونیکو اُٹھے زمیں سے ہوا پر سوار ہونیکو
قفس میں روئیے جوشِ بہار ہونیکو ہوا چمن کی نہ تھی سازگار ہونیکو
خدا کرے کہیں آ جائے ہاتھ میں دامن وہ کھیل سمجھے ہیں بے اختیار ہونیکو
مجھے قبول ندامت اگر تری رحمت کرے پسند مرے شرمسار ہونیکو
تمہاری چوٹی جو ابڑی ناگ آئی چلتے ہیں بلا کے سر پہ تھا فتنہ سوار ہونیکو
ہوئے ہیں پیری میں داغِ جگر مرے سرسبز خزاں نے بدلا ہے جوڑا بہار ہونیکو
وہ مرنیوالا ہوں اے حسرتِ ہم آغوشی زمیں نے ہاتھ پسارے مزار ہونیکو
کبھی تو وعدۂ فردا ترا وفا ہوگا قیامت ہوئیگی انجام کار ہونیکو
جگر نہیں تو جگر کی عوض سہی پیکاں کوئی تو درد رہے بیقرار ہونیکو
ہزار میں مجھے تم ایک ہو خدا کی قسم میں ایک ہوں تمہیں مجھسے ہزار ہونیکو
یہ شوق باعثِ محرومیٔ وصال نہو نہ روک دے کہیں حیرت دوچار ہونیکو

فنا سے شعلہ کھلی عمر کی وفاداری
جہاں میں آئے تھے بے اعتبار ہونیکو

نظر چلی ہے جگر میں دوسار ہونیکو چھٹا ہے تیر کلیجہ کے پار ہونیکو
ابھی سے ہو جو ہے روزِ شمار ہونیکو وہ ہو چکے بھی جو ہے ایک بار ہونیکو

نکل کے سینۂ پر درد سے چلی ہے جاں
ہوا یہ بوئے چمن سے سوار ہونیکو

الٰہی کونسے خانہ نشیں کا کشتہ ہوں
زمیں چھپتی ہے گھر کی مزار ہونیکو

اٹھایا دیدۂ تر ہائے بزم جاناں سے
لگاؤں آگ ترے اشکبار ہونیکو

جھکے گا سر ترے خنجر کے بار منت سے
کہ شوق قتل ہے گردن میں ہار ہونیکو

اٹھینگے حشر میں بھی کیا نہ کشتۂ بیداد
وہ چھوڑتے ہیں کفن سازگار ہونیکو

پڑا ہو آرزوئے وصل کا لحد نے مجھے
بغل میں کھینچ لیا ہمکنار ہونیکو

تمام عمر بسر ہوگی عشق کاکل میں
وہ طول دینگے مرے اختصار ہونیکو

بقدر جوش تڑپنے تلک نہیں دیتے
وہ جانتے ہیں کیا بیقرار ہونیکو

رہے نہ عشق میں اے شعلہ دین دنیا کے
ملے بتوں سے خدائی میں خوار ہونیکو

اڑی ہے نکہت گل لیکے پیرہن کی بو
چرائی غنچے نے چٹکے سے کچھ دہن کی بو

دماغ میں تھی بسی کسکے پیرہن کی بو
فرشتے سونگھ رہے ہیں مرے کفن کی بو

وہ بال کھولکے بیٹھے ہیں اپنے کوٹھے پر
ہوائیں لپٹی ہے گیسوئے پرشکن کی بو

یہ رنگ لائی ہے عاشق کی کیا عرق ریزی
کہ جوئے شیر میں ہے خوں کوہکن کی بو

الٰہی خیر ہو جنگل میں جی نہ لگ جائے
کہ مجھکو آئی ہے غربت میں کچھ وطن کی بو

لگا کے ہاتھوں میں مہندی جو بال دھوئے ہیں
خطا سے آنے لگی نافۂ ختن کی بو

ترے فراق میں گل خار خار وحشت ہیں
نہ کیوں دماغ پریشاں کرے چمن کی بو

چھپاؤ ہم سے تو شعلہ نہ طبع موزوں کو
تمہاری بات میں آتی ہے یاں سخن کی بو

آفریں وقتِ تصور آہ کی تاثیر کو
کر دیں لاکھوں بدلوائیں تری تصویر کو

دیکھ او ناوک فگن شوقِ دمِ نخچیر کو
حسرتِ زخمِ جگر کھا کھا گئی ہے تیر کو

سمجھو دستاویز زخمِ عاشقِ دلگیر کو
کب مٹا سکتے ہو اپنے ہاتھ کی تحریر کو

زلف کے مضموں سے ہے ہر بات میں پیچیدگی
تم ہی سلجھاؤ مری الجھی ہوئی تقریر کو

۵ عین غفلت تھی کہ مر کر بھی نہ کچھ حاصل ہوا
زندگی سمجھے ہوئے تھے خواب بے تعبیر کو

کیا نہ ہوگا خوں بہا دینے میں بھی خوفِ خدا
حشر کے دن کیا کرو گے رنگ کی تغییر کو

وہ سنگھا کر زلفِ مشکیں ہوش میں لائے مجھے
سانپ نے چوسا ہے اپنے زہر کی تاثیر کو

موت کا آنا مقدم ہے بشر کیواسطے
اور میں کچھ کہہ نہیں سکتا تری تاخیر کو

ہو کشش تھوڑی اگر پھر اوج و پستی کچھ نہیں
ذرہ نے کھینچا ہے کتنا مہر کی تنویر کو

۱۰ ہیں وہ وابستہ صحرا اگر روکے مجھے
جیب میں رکھ لوں اٹھا کر خاکِ دامنگیر کو

آپ کی ہے نیک نامی اور مری بدنامیاں
آپ کی شہرت نے کیا نسبت مری تشہیر کو

زلف کے پھندوں کو کھولو پھر دمِ شعلہ رکا
کیوں گلے میں گھونٹتے ہو جانِ بے تقصیر کو

روکتے ہیں ضبط سے کیا نالۂ شبگیر کو
راہ سے الٹا ہٹا لیتے ہیں چلتے تیر کو

ہاتھ میں بیکار گھس کر ناخنِ تدبیر کو
اور مشکل کر دیا ہے عقدۂ تقدیر کو

۱۵ آزماتے ہیں اگر جذبِ دلِ دلگیر کو
صفحۂ کاغذ سے کرتے ہیں الگ تصویر کو

ہو امیدِ خوں بہا ایسے سے کیا سمجھے ہے تو
عکسِ رنگِ رخ مرے خونِ گریباں گیر کو

دل میں یوں بیٹھا ہے حکم تیری ابرو کا خیال
جس طرح سانچے میں کوئی ڈھال دے شمشیر کو

بت پرستی میں طوافِ کعبہ کی تدبیر کیا
پھوڑتے سنگِ درِ بتخانہ پر تقدیر کو

لیلےٰ مجنوں نے تصویر بھیجو مری داغِ جنوں
کیا کھرے داموں پہ بیچا نجد کی جاگیر کو

کشتۂ نازِ بتاں وہ ہوں کہ سر بر ہمن
لے چلا مٹی مری بتخانہ کی تعمیر کو

عقدۂ تقدیر مشکل اور فلک سینہ سیاہ
بدر کی صورت بڑھاؤں ناخنِ تدبیر کو

شعلہ یاد آتا ہے جب تیری فصاحت کا بیاں
بھول جاتے ہیں خدا جانے کلامِ میر کو

لب و ابرو کا اشارہ دیکھو
جیتے مرنے کا تماشا دیکھو

۵

پھر مری آنکھ میں کچھ آتا ہے
غیر نے پھر تمھیں دیکھا دیکھو

کوئے قاتل ہے یہ اے حضرتِ خضر
جاؤ اپنا کہیں رستہ دیکھو

زندگی تم پہ فدا ہوتی ہے
اٹھ کے بچائے تمہیں پروا دیکھو

ہے بری سستیٔ پیماں ہر روز
اس کے کیا معنی کہ اچھا دیکھو

شانہ ہاتھوں میں کھلاتا ہے وہ زلف
اس مداری کا بھی لٹکا دیکھو

۱۰

وہ ہمیں ہیں کہ جفا سہتے ہیں
غیر پر تو ذرا اُلجھا دیکھو

اس پہ مرتے ہیں کہ ہم جیتے ہیں
بے حیائی کا یہ جینا دیکھو

غیر کے خط میں لکھا مجھکو سلام
میری تقدیر کا لکھا دیکھو

کیا دکھائے گا قیامت شعلہ
یار کا وعدۂ فردا دیکھو

حسن بےمثل ہے پھر حسن کا دعوا کیا ہو
تم سے جب تم ہی نہیں پھر کوئی تمنا کیا ہو

۱۵

آنکھیں پتھرائی ہیں آنسو کی تمنا کیا ہو
ہائے جس قطرہ میں پانی نہ ہو دریا کیا ہو

چپکے چپکے ہی رہے ظلم تو رسوا کیا ہو
دل ہی میں چٹکیاں لیلو تو پھر افشا کیا ہو

ضبط نے تھام لیا رونے کا چرچا کیا ہو | صبر نے روک دیا پھر ترا شکوا کیا ہو
قہر مجھ پر ہو تو غیروں سے اشارا کیا ہو | ظلم کرنے نہیں آتے ستم آرا کیا ہو
یاں قیامت سے ہو پہلے ہی قیامت برپا | آج موت آئے تو کل وعدۂ فردا کیا ہو
تمہیں دل ہو تمہیں جاں ہو تمہیں جینے کی امید | تم ہی جب غیر کے ٹھہرو تو ہمارا کیا ہو
وعدۂ روز جزا بھی ہیں منظور مگر | دیکھتے ہیں کہ عدو سے ترا وعدا کیا ہو ۵
روح ہو تم سے زیادہ ہو محبت کس کی | جان ہو تم سے زیادہ مجھے پیارا کیا ہو
لوٹ کر دل میں سما جائے وہ آنسو کیسا | لب تلک آکے جو رہ جائے وہ نالا کیا ہو
بات سچی ہو تو محشر ہی کی امید کریں | جھوٹے وعدے ہوں تو مرنے کی تمنا کیا ہو
آنکھ فتنہ ہے بلا زلف ہے آفت قد ہے | جس کا ہر عضو قیامت ہو سراپا کیا ہو
اس نہیں چاہنے پر چاہوں تو ہمیں کہہ لوں | تم اگر چاہو مجھے تو مرا اچھا کیا ہو ۱۰
کون عاشق ہو تمہارا جو نہ معشوق ہو | جب تلک تم نہ ہو رسوا کوئی رسوا کیا ہو
بیدلی مانگنے کیا بوسہ کا کل ان سے | گانٹھ میں مال نہیں مفت میں سودا کیا ہو
زندگی جنبش دامن کی ہوا تک ٹھہری | ہوں چراغ سر راہ میرا بھروسا کیا ہو
مرنے والوں کا شب ہجر کے ہے وصل علاج | میں اگر وصل میں مر جاؤں تو بھلا کیا ہو
کچے کانوں کے ہو ہر ایک کی سن لیتے ہو | غیر غماز ہیں پیچھے مرا کہنا کیا ہو ۱۵
تاکتے رہتے ہیں ابرو کو اشارہ کے لئے | آنکھ کو دیکھتے رہتے ہیں کہ ایما کیا ہو
نیم بسمل کا کوئی دم تو تڑپنا دیکھو | بھاگتے ڈر کے ہو پھر کہئے تماشا کیا ہو
مشفق اہل سخن ہوں تو جمے بزم سخن | جب طبیعت ہی مخالف ہوں تو چرچا کیا ہو
بیٹھتے ہی مرے پہلو میں وہ شعلہ شب وصل | بن گئے آگ کلیجہ مرا ٹھنڈا کیا ہو

سو سو قیامت اٹھتی ہیں اک قلم کے ساتھ ۔ محشر نکل چلا ترے انداز رم کے ساتھ

اب غم ہی ساتھ ڈھلکے نہ دل ہی ہی غم کے ساتھ ۔ جھگڑے تمام ہوگئے سب ایکدم کے ساتھ

لپٹی ہمری روح ترے دست جور سے ۔ الجھا ہی میرا دم ترے خنجر کے دم کے ساتھ

گلشن میں رنگ ہو ہی فقط اپنے داغ سے ۔ بلبل کے پیچھے ہیں فقط اپنے دم کے ساتھ

ہم دم دیا کئے پہ نہ دم بازیاں گئیں ۔ ۵ ۔ سو سو لئے ہیں آپنے دم ایکدم کے ساتھ

اک دم ہزار دم ہیں مگر ہوگئی بیاں ۔ قطع ہزار دم کی امید ایکدم کے ساتھ

دم دیکے مجکو ساتھ رقیبوں کے چلدیئے ۔ اچھے نہیں ہیں روز نئے دمبدم کے ساتھ

کیا دیکھتے ہی دیکھتے اہل وطن گئے ۔ چھوٹے ہیں کیسے کیسے الٰہی عدم کے ساتھ

وہ زخم ہیں کہ خندۂ گل بے نمک کروں ۔ وہ داغ ہیں کہ مفت نہ بدلوں درم کے ساتھ

ہے اپنا آہ و نالہ دم نزع پیشوا ۔ ۱۰ ۔ لشکر چلا ہے روح کا طبل و علم کے ساتھ

کبتک دکھائے جایئے زخم جگر انھیں ۔ کبتک بنا ہے جایئے اہل ستم کے ساتھ

انکار مجھسے غیروں کے قدموں پہ رکھکے ہاتھ ۔ اقرار ان سے اور مرے سر کی قسم کے ساتھ

کب رنج دوں میں نعمت کونین کے عوض ۔ کب عیش جاوداں کو بدلتا ہوں غم کے ساتھ

گر نقد دل لیا ہے تو لو نقد جان بھی ۔ اک اور بھی بڑی ہی رقم اس رقم کے ساتھ

خط لکھتے لکھتے ہجر کا محشر بپا ہوا ۔ ۱۵ ۔ لپٹی صدائے صور صریر قلم کے ساتھ

زخموں کو میرے نشتر غم سے ہی ارتباط ۔ حرفوں کو ربط ہوتا ہی جیسے قلم کے ساتھ

واں شکوۂ ستم پہ ستم اور بھی فزوں ۔ یاں لب پہ شکر شکوۂ جور و ستم کے ساتھ

مضمون اشک اور بھی پانی چڑھائینگے ۔ دریا کو باندھتے ہیں مری چشم نم کے ساتھ

شانہ سنبھالئے کہ کمر پا ہیں آ گئی ۔ زلفوں کو یوں نہ کھینچئے دل پیچ و خم کیساتھ

قابو میں دل رہے تو ہی عشق بتاں کا لطف
گویا طواف کعبہ ہو بیت الصنم کے ساتھ

بالیں پہ کس نے آپ کو عیسےٰ نفس کہا
جینے کا غم ہوا مرا مرنے کے غم کے ساتھ

شعلہ کسی مژہ کا جھپکنا وہ بار بار
کانٹے چبھو گیا خلش دمبدم کے ساتھ

کیا بناوٹ نے نکالے نئے تلوار کے ہاتھ
خون برساتے ہیں مہندی بھری سرکار کے ہاتھ

گھونٹتے دم ہیں کسی طفل طرحدار کے ہاتھ
۵ او مسیحا نہ لگانا دل بیمار کے ہاتھ

موت لکھی تھی مگر ابروئے خمدار کے ہاتھ
میرا پیغام اجل آتا ہے تلوار کے ہاتھ

کبھی ہے تیر کی چٹکی کبھی تلوار کے ہاتھ
نچلے رہتے ہی نہیں شوخ ستمگار کے ہاتھ

تیری بخشش ہے تو کیا گرمی محشر سے خطر
گوشۂ دامن رحمت ہے گنہ گار کے ہاتھ

کھینچتا ہے کوئی دل میں سے تصور تیرا
اُٹھتے سینہ سے نہیں کیوں ترے بیمار کے ہاتھ

میں وہ ہوں جنس کہ ہوتا نہیں سودا میرا
۱۰ بیچئے مفت بھی گر مجھکو خریدار کے ہاتھ

بیت ابرو پہ نئے تل میں یہ مضموں ہے اور
چڑھ گئے رات کسی شاعر میخوار کے ہاتھ

کشمکش بعد فنا بھی نہ گئی دنیا کی
ایک کے ہاتھ سے چھوٹے تو پڑے چار کے ہاتھ

بوالہوس چپ ہی جو آنچل کو تمہارے چھوکر
بات کچھ تہ کی پڑی محرم اسرار کے ہاتھ

شانہ کی دست درازی ہے ستم کا باعث
روز کٹ جاتے ہیں ناحق یونہیں دوچار کے ہاتھ

نہ بچا سیل فنا سے یہ مکان خاکی
۱۵ اک زمانے نے لگائے در و دیوار کے ہاتھ

نہ تو دیندار سے مطلب ہے نہ کافر سے غرض
کب ہیں پابند یہاں سبحہ و زنار کے ہاتھ

اک زلیخا سے بھلا قیمت یوسف کیا ہو
بھاؤ بڑھتا ہے مگر گرمی بازار کے ہاتھ

کہدیا عاشق ابرو کو مسلماں کس نے
وہ لگانے نہیں دیتے مجھے زنار کے ہاتھ

اب گلے لگتے ہیں بیساختہ اُن کے شعلہ
یا لگانے نہیں پاتے تھے کبھی ہار کے ہاتھ

لوٹ جاتی ہے سروں پر سے قیامت آئی
نہیں رُکتی نہیں رُکتی یہ طبیعت آئی

جس قدر زخم کو چھیڑا ہمیں راحت آئی
زخم جتنا کہ کُریدا کئے لذت آئی

شمع گُل ہوگئی کیا بزم میں آفت آئی
بے تکلف ترے اُٹھتے ہی قیامت آئی

۵
ابتدائے عشق میں یادِ قد و قامت آئی
میں ابھی مر چکا تھا کہ قیامت آئی

شب تنہائی مرقد میں جو رقت آئی
بیکسی دور سے چلائی کہ حضرت آئی

طول کیوں کرتے ہو یوں قصۂ قامت چلکر
مختصر کیوں نہیں کہتے کہ قیامت آئی

کھا چکے تیر مگر ہاتھ کا بوسہ لیں گے
لب تلک جان اگر بچکے سلامت آئی

تو وہ غفار ہے لینے کو گنہگاروں کے
عرصۂ حشر سے باہر تری رحمت آئی

۱۰
جانکنی خبر بھی ایک نہیں ہوتی معلوم
مجھ سے پھر کچھ دلِ دشمن کو محبت آئی

سامنے پھر گئی آنکھوں کے گزلت دراز
کچھ ترا روپ بنا کر شبِ فرقت آئی

دیکھ لو پہلے دہن بوسہ کا وعدہ تو کیا
بات بگڑے گی اگر بیچ میں حجت آئی

عرصۂ حشر کو خالی کرو شعلہ آیا
اہل محشر کو ہٹا دو مری نوبت آئی

بھولکر کچھ تذکرے دل کے زباں پر آگئے
ہم تو اتنی بات کے سنتے ہی میں گھبرا گئے

۱۵
رنج کیا ہے گر گلِ داغِ جگر کملا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے

ہم تو کچھ تیرِ نگاہِ ناز پر اترا گئے
دیکھ لو پہلو ہی میں کیا دلکو بھی ہم کھا گئے

میں سلامت ہوں تو آئینہ کا نہیں اکدم قرار
بیقراری کہہ رہی ہے آپ کیوں گھبرا گئے

اور تازہ زخم پیدا کر کوئی جوش جنوں — ناخن غم داغ دل کو بھی کھرچ کر کھا گئے

کاش خاموشی احباب سر بالیں بھی جائے — کوئی گھبرا کر یہ کہہ اٹھے کہ لو وہ آ گئے

بوسے لینگے مگر نا جاتے ہیں آپ کا — وہ وہیں بھی ڈھونڈھ لینگے بات جو پا گئے

ایسا کیا روتا ہے شعلہ آگ برسانے لگے
اشک سے آتے ہی حضرت تم تو کچھ گھبرا گئے

نشان بھی تیرے کشتوں کا یار باقی ہے — ۵ — کسی کا ڈھیر کسی کا مزار باقی ہے

بتاؤں گا جو دل بیقرار باقی ہے — ابھی تو حشر کی فریاد یار باقی ہے

مٹے ہیں داغ مگر جسم زار باقی ہے — ہزار پھول ہیں یہ ایک خار باقی ہے

ہوا ہوں تنگی آغوش سے زمانہ کے — لحد رکھے ہے ابھی میرا پیار باقی ہے

شراب خون جگر آج ہو چکی کل کو — ذرا سی اور بقدر خمار باقی ہے

ہماری گور بھی قدموں میں ہے عدو کی بھی — ۱۰ — اب آ گئے آپ کو بس اختیار باقی ہے

نہ کھائے روک کے ناقہ کو ساربان ہو کا — ابھی تو کچھ پس محمل غبار باقی ہے

نہ بعد مرگ بھی دل کی گئی پریشانی — ابھی لپیٹ تری زلف یار باقی ہے

سمانے گیا ہی نظر وہ گلشن جنت — ابھی تو آنکھوں میں تیری بہار باقی ہے

جگر کو کیا جو بھری دل میں حسرت مردہ — کسی کو بیچ کہ اور ایک مزار باقی ہے

سحر لحد نہ جیسی رہا کوئی — ۱۵ — اور ایک خشک چراغ مزار باقی ہے

نکل کے وصل میں کہتا تھا غم کہ کیا غم ہے — وہی ہیں جن میں اک دن جو یار باقی ہے

گئے گئے دل و جان و جگر تو سینہ سے — بس ایک حسرت بے اختیار باقی ہے

شراب پیتے ہیں اے شعلہ جیتے کیا ہیں — تمام شہر میں تو دیندار باقی ہے

کچھ آپ کو ہے اپنی نزاکت کی خبر بھی ‎ زلفوں کو سنبھالو نہیں جاتی ہے کمر بھی

گر حشر ادھر ہے تو قیامت ہے ادھر بھی ‎ رفتار یہ کہتی ہے کہ چھوڑو دل کی کدھر بھی

ہیں دفن مرے ساتھ مرے داغ جگر بھی ‎ کہتی ہے مری خاک کہ مٹی بھی ہوں زر بھی

پیدا ہوں کہیں نخل جوانی کے ثمر بھی ‎ حسرت وہ خدا دے جو ادھر بھی ہو ادھر بھی

ناداں کہیں کٹتا ہے ٹھہرنے سے سفر بھی ‎ چلتا ہے تو اس منزل ہستی سے گذر بھی ‎ ۵

لیتا نہیں کشتوں کی کوئی آکے خبر بھی ‎ او فتنۂ محشر کہیں کروٹ لے ادھر بھی

مانا کہ خطا ہے دل بیتاب کی لیکن ‎ نکلی نہیں رہتی تری آنکھوں میں نظر بھی

او ساقی بدمست یہ کیسا ہے تغافل ‎ ہم بھی ہیں ترے بزم میں تھوڑی سی ادھر بھی

تم اڑنے لگے حسن یہ معلوم نہیں تھا ‎ ہوتے ہیں پری زاد کی صورت کے بشر بھی

وہ سبزۂ خوابیدہ ہے تربت پہ ہماری ‎ آتی ہے دبے پانو جہاں باد سحر بھی ‎ ۱۰

نظارہ الجھتا سا ہے گیسو کی شکن میں ‎ پابند قفس ہوتا ہے اب مرغ نظر بھی

ہر روز قدم رنجہ مسیحا کو مبارک ‎ کہتی ہے بحد مجھ سے کہ آئے وہ ادھر بھی

اے جان حزیں ٹھہر تغافل پہ بجا نا ‎ خود رفتگی دیتی ہے کچھ آنے کی خبر بھی

توشہ کی عوض گور میں رکھ نیک عمل کو ‎ لازم ہے مسافر کو کچھ اسباب سفر بھی

یوں پھیر لے وہ جذبۂ مجنوں رخ محمل ‎ پہونچے نہ تم گردن ناقہ پہ نظر بھی ‎ ۱۵

خالی نہیں گردن کا ڈھلکنا دم آخر ‎ اک بوجھ سا پڑ جاتا ہے کچھ سر پہ سفر بھی

اے شعلہ چھیدی رہتی ہیں برچھی سی ہزاروں
دیکھا نہ کہیں ہوگا ہمارا سا جگر بھی

ہے شہرۂ تمکیداں تازہ مضموں وہ سمجھ کہتا ہے ‎ سلام زخم بسمل خنجر قاتل سے کہتا ہے

سوال بوسہ کیا مشکل دہن کو تل سے کہنا ہے
معما کھل گیا بس ایک نکتہ و بسی کہنا ہے

یہ کیوں ہوتی ہے مقتل میں گلے مل ملکے سرگوشی
نہیں کھلتا ترے خنجر کو کیا بسمل سے کہنا ہے

ذرا او ساربان بہرِ خدا آہستہ آہستہ
غبارِ قیس کو کچھ صاحبِ محمل سے کہنا ہے

نشانِ خون بسمل آپ ڈھونڈھو لینگے محشر میں
پیامِ دیدۂ تر دامنِ قاتل سے کہنا ہے

مری حسرت ستم گلگیر کا سوزِ دروں اپنا
۵
فسانہ رات بھر کا شمع کو محفل سے کہنا ہے

نہیں بعدِ فنا بھی کیوں ہماری خاک گردش میں
ہمیں اندازِ گردول دامنِ قاتل سے کہنا ہے

صبا جاتی ہے یوں اُڑتی ہوئی سوئے فلک شعلہ
پیامِ خاکِ عاشق آسماں منزل سے کہنا ہے

نگاہِ ناز یہ سینہ سپر دل و جگر میں چلی
الٰہی خیر کہ تلوار گھر کی گھر میں چلی

لڑا کے ساغر و مینا کو چور کر دوں گا
شراب آج نہ ساقی جو ابرِ تر میں چلی

منگا دو شانہ نہیں پیچ و تاب کھاؤ گے
۱۰
تمہاری زلف اُلجھنے کو پھر کمر میں چلی

جگر کو تھام لیا جب کہ تیرا ذکر آیا
چلا ہیں آپ سے جب تیری بات گھر میں چلی

کہاں ہے نام محبت کا آجکل شعلہ
میں دیکھتا ہوں کچھ اب تو بشر بشر میں چلی

لبوں پہ جان مسیحا کی انتظار میں ہے
نہ دل ہے پہلو میں مُردہ کوئی مزار میں ہے

وہ سبزہ بالے کا پوشیدہ زلفِ یار میں ہے
عجیب یہ ہے کہ زہرِ دہانِ مار میں ہے

اُڑا یا کوئے محمل نشیں نے ٹھوکر سے
۱۵
غبارِ قیس بھی شامل مرے غبار میں ہے

اِدھر تو جان چلی اور وہ اُدھر کھسکا
نہیں میں یہ ہے نہ وہ اپنے اختیار میں ہے

تمہارے کشتے نے تربت ہلا ہلا ڈالی
نہیں ہے مُردہ یہ بجلی کوئی مزار میں ہے

اٹھا دو بیچ کو سینہ سے دیکھ لیں تو ذرا — یہ کیا چھپا ہوا تیرے گلوں کے ہار میں ہے
زمانہ تا قدِ لیلیٰ نے کر دیا پامال — ہزاروں پھرتے ہیں یاں قیس کس قطار میں ہے

عدو تو کیا ہے فلک کا پتہ نہیں چلتا
یہ آگ شعلہ مری آہ شعلہ بار میں ہے

مشقِ خرامِ ناز سے پامال ہم سہی — چلنا تو دیکھ لیں ترا وہ ہی قدم سہی
مہر و وفا کے بدلے ستم ہی ستم سہی — دل میں خوشی نہیں نہ سہی غم ہی غم سہی ۵
خنجر بکف جو پھرتے ہو یاں بھی کرم سہی — آئی کسی کی کیوں نہ ہو اپنا کیے ہم سہی
لیجائیے بٹھا رہنے کو تھوڑی جگہ کہیں — کعبہ اگر نہیں ہے تو بیت الصنم سہی
مرنے بھی دے مجھے کہیں اے انتظارِ یار — آتی نہیں ہے نیند تو خوابِ عدم سہی
سمجھے نہیں ترا نیشِ مژگاں کا وہ اثر — اپنے ذرا کچھ اور بھی اے چشمِ نم سہی
آخر تو انکسار و ندامت میں فرق ہے — میری طرح سے غیر کی گردن بھی خم سہی ۱۰
دل اور ایک بوسہ کو انصاف کیجئے — اس پر بھی یہ گراں ہے تو کچھ اور کم سہی
تم دل کی آرزو ہو تو کیا دل سے دور ہو — آرام جان ہو لاکھ طبیعت میں رم سہی
صاحب ادھر سے کیجئے رخ خانۂ عدو — کہلاتے کیوں ہیں آپ بھی پر کرم سہی
سنتے نہیں ہو کیوں مرے گریہ کی بات چیت — لگتی ہے یہ بھی زہر تو رونا قسم سہی
باقی کوئی ستم ہے جو ہیں بدگماں نہاں — شکوہ یہی یقین ہے تو کچھ بھی نہیں وہم سہی ۱۵
دل کی عوض جگر عوض جان کی عوض — اک بوسہ دیجئے مفت ہے کوئی رقم سہی
تیغِ علی کی مار ہو اشپیر جو پھیرے منہ — میری طرف سے گو تری ابرو میں خم سہی
موجود قتل گاہ میں ہے عاشقوں کی فوج — چہرہ جو کاٹتے ہیں تو سب اک قلم سہی

شعلہ کی قبر تربت دشمن کے پاس ہے
محشر خرام اور بھی اک دو قدم سہی

کچھ تمنا ہی نرالی ہو تو کیونکر نکلے | آرزو کہتی ہے پہلے دل مضطر نکلے
ایک حسرت نہیں جو سینہ سے باہر نکلے | آرزو کوٹ کے بھر دی ہو تو کیونکر نکلے
ہوگی موسیٰ کو اگر تاب تجلی ہوگی | ہیں تو مر جاؤں جو تو پردے سے باہر نکلے
فصل گل آئی وہی طوق سلاسل آئے | ۵ | پھر برس روز کے رکھے ہوئے تیور نکلے
چاک سینہ سے دل تنگ کو رستہ نکلا | جیسے دیوار کے ٹوٹے سے نیا در نکلے
بخت برگشتہ سے کیا شکوۂ واژونی ہو | گر مقدر کا الٹنا ہی مقدر نکلے
ہو کے پابند قفس طاقت پرواز بڑھی | پھر جو توڑے مرے صیاد نے شہپر نکلے
چارہ گر دشت نوردی سے عذر کیا منظور | سر پھرانے سے اگر پاؤں کا چکر نکلے
تو تکلف سے رقیبوں کو ہٹانے اٹھا | ۱۰ | ہم یہ سمجھے کہ تری بزم سے باہر نکلے

کیوں الجھتے ہو کوئی راہ نکالو شعلہ
دل نہ نکلے تو خم زلف معنبر نکلے

کب میں نے کہا آپ کی بیداد غضب ہے | ہر روز نئے جور کا ایجاد غضب ہے
پہلو سے چلا پھر دل ناشاد غضب ہے | برباد ہوا خانۂ آباد غضب ہے
سیدھی بھی قیامت ہے یہ بڑھی بھی قیامت | کیا چال چلا غیرت شمشاد غضب ہے
ادھر کی طلبگار ذرا پاس نزاکت | ۱۵ | اے شوخی چال اس پہ عجلت جلاد غضب ہے
جب میں نے کہا آئیے ملیں تو وہ بولے | شیشہ میں اتر آئیں پریزاد غضب ہے
اک شب نہ رہے پاس مرے ہائے ستم ہے | اک دن نہ کیا گھر مرا آباد غضب ہے

اڑتے ہیں شرر آتشِ گل سے جو چمن میں
بلبل کی مگر گرمیٔ فریاد غضب ہے

سب ملتے ہوں پر ترکِ صنم سخت گنہ ہے
اے حضرتِ ناصح یہی ارشاد غضب ہے

بھوں پیڑھ پہ مرتی ہے شرہ نوک کی لے ہو
شاگرد جو آفت ہے تو اُستاد غضب ہے

پھر بچھتے ہیں مرغانِ چمن دام چمن میں
پھر کھلتے ہیں اب گیسوئے صیاد غضب ہے

۵ بھولے ہوئے شکوے جو زباں پر مرے آئے
کس ناز سے کہتے ہیں تری یاد غضب ہے

زانو پہ دھرے رہتے ہیں سر تختِ جگر کو
کیا پھر پدر ماتمِ اولاد غضب ہے

پھر جوشِ جنوں کا ہے خلش ہر رگ و پے میں
پھر ٹوٹتا ہے نشترِ فصاد غضب ہے

جینے کی کسے فکر ہے مرنیکا کسے غم
کچھ دل میں تمہی رنج کی بنیاد غضب ہے

اے شعلہ کسے شوق ہے ناوک فگنی کا
مرغانِ قفس ہوتے ہیں آزاد غضب ہے

۱۰ جی اٹھوں جو فرماؤ مگر پاس ادب ہے
قربان تبسم کے یہ کیا خندۂ لب ہے

واں غیر بغلگیر ہیں اور عیش و طرب ہے
ہم عید کو یوں پوچھتے پھرتے ہیں کہ کب ہے

مجھ پر ہی ستم کرنیسے فرصت نہیں کب سے
اغیار پہ بھی ظلم مگر میرے سبب ہے

دولت جو نہیں پاس تو کیا رنج و تعب ہے
مولیٰ کا بھروسا ہے فقیروں کا بھی رب ہے

ہر وار پہ ہے صلِ علیٰ جائے ادب ہے
اور زخم نمک ریز پہ کیا خندۂ لب ہے

۱۵ وہ کیا نہیں کرتے ابھی غیروں کی خوشامد
جو بات ہو حضرتِ دل تم سے عجب ہے

ہر وار پہ خنجر کے ہے ابرو کا اشارہ
ظالم نے نکالا نئے چورنگ کا ڈھب ہے

پھر دیکھ لوں میں آپ کی شوخی و شرارت
تنہائی میں آجاؤ کہیں لطف تو جب ہے

کیا لیکے کریں بے سر و پا نعمتِ دنیا
یاں دستِ ہوس ہے نہ یہاں پائے طلب ہے

ہر روز بدلتا ہے زمانہ نئی رنگت — ہجراں کا کہیں دن ہے کہیں وصل کی شب ہے

شعلہ جو ہیں بت ہیں یہی آپ کا ایمان
پھر قابل بخشش رہو امید یہ کب ہے

اب کیا ہی جوش گریہ ہیں دل کو بھی کھو چکے — ہم تو بُرے کی جان کو پہلے ہی رو چکے
جو کچھ خرام ناز سے ہونا ہو ہو چکے — محشر بپا بھی ہو کہیں جھگڑا چلو چکے
۵ منہ تک رہی ہے حسرت دیدار قبر میں — کہتی ہے بیکسی کہیں اُٹھو بھی سو چکے
بیٹھے رہو بھی چشم تصور میں ایک دم — نچلے نہیں رہو گے تو تصویر ہو چکے
حسرت اگر یہی ہے تو رونے کی کیا امید — رونا اگر یہی ہے تو ہم ہاتھ دھو چکے
اب خونبہا کے رونے کی امید ہے عبث — دامن کو وہ نچوڑ چکے ہاتھ دھو چکے
رونے میں تھا تصور گیسوئے تابدار — ہم تیرے بال بال میں موتی پرو چکے
۱۰ چلئے کہیں چمن سے کہ گل زرد ہو گئے — بلبل کے دل میں سیکڑوں کانٹے چبھو چکے
دل بیچتے ہیں لیجئے ایسا گراں نہیں — بوسہ پہ کیا مدار ہے قیمت ہی جو چکے

شعلہ کو زندہ سن کے وہ کہتے ہیں خیر ہے
ہم نے تو آج ہی یہ سنا تھا کہ ہو چکے

دیر و حرم میں جلوۂ جانانہ ایک ہے — پردہ اُٹھے تو کعبہ و بتخانہ ایک ہے
گھر ہو کہ طور جلوۂ جانانہ ایک ہے — کہنے کی بات سو ہیں پر افسانہ ایک ہے
۱۵ ارمان دل میں خاک اڑاتے ہیں سیکڑوں — مجنوں ہزاروں پھرتے ہیں ویرانہ ایک ہے
ہیں آپ پر فدا ہوں فدا آپ غیر پر — میرا اور آپ کا تو کچھ افسانہ ایک سا ہے
دل ایک اور خون کے پیاسے ہزار ہا — سو رند بادہ نوش ہیں پیمانہ ایک ہے

عاشق مزاج ہونے کو کچھ سوز چاہیے — کافی ہزاروں شمع کو پروانہ ایک ہے
دل آپ کا ہی درد و غم و رنج ہیں مرے — اس سارے گھر کی بزم میں بیگانہ ایک ہے

کس ناز سے وہ کہتے ہیں وحشت کے ذکر پر
شعلہ بھی اپنے ڈھنگ کا دیوانہ ایک ہے

جانکنی کا درد ہے حسرت کا مجمع دل میں ہے — اضطراب نبض تار ساز اس محفل میں ہے
کھلے بسم اللہ کر لیجیے ستم جو دل میں ہے — ہاں تو اب اللہ ہی باقی اک دم بسمل میں ہے ۵
پا بہ ابرو ہیں تری خود رفتگی سے دل میں ہے — طاقت پرواز اب بھی طائر بسمل میں ہے
کیا غرض اہل جہاں سے چاہیے کچھ سوز دل — خلوت فانوس بہر شمع ہر محفل میں ہے
کیا ہجوم یاس و حسرت ہیں انکا ناروح کا — اک گرفتار تعلق سیکڑوں مشکل میں ہے
کیوں نگاہ تیز ہی جان و جگر پاں کچھ نہیں — برق کو کیا فائدہ اس سعی بیحاصل میں ہے
ہیں کوئی مجنوں نہیں عاشق ہوں پڑھ کس سے ہو — خاک ڈالیں نہ پہ لیلی کے اگر محمل میں ہے ۱۰
گور نے کھینچا ادھر آنسو بہا لائے ادھر — دیکھتے جاؤ کہ جھگڑا میری آب و گل میں ہے
کوئی جی اٹھا کوئی بسمل کوئی کشتہ ہوا — قدرت حق کا تماشا کوچۂ قاتل میں ہے
تیرا ہی جلوہ ہے کعبہ میں ترا ہی دیر میں — کچھ نہیں کھلتا معما کیا حق و باطل میں ہے
دل جو بھر آیا تو سینہ میں اٹھا طوفان اشک — موج بیتابی دریا و اہن ساحل میں ہے
توسن عمر رواں جاتا ہے پر کھوئے ہوئے — طرز پرواز پری اس رہرو راحل میں ہے ۱۵
کھینچ خنجر سے رگ گردن کہ بیڑا پار ہو — فرق اک دو ہاتھ ہی کا کشتی و ساحل میں ہے
جانب پہلو لگائے کان ہے جان حزیں — تیر ابیکاں ہے کہ کوئی حرف تسکیں دل میں ہے
شمع نظارہ بجھے ہے اور تم بجھتے نہیں — پھر وہی ہاتھوں کی شوخی پردۂ حائل میں ہے

ساربان بہر خدا ناقہ ذرا روکے ہوئے
جسم زار قیس بھی خاک پس محمل میں ہے

عمر گذری ایک جا ہوتے نہیں پاتے حواس
کچھ عجب صورت کا نغمہ زیر و بم آب و گل میں ہے

چھوڑو اسباب تعلق طے کرو راہ فنا
مال والو چور کا کھٹکا اسی منزل میں ہے

شعلہ نادم کر رہی ہے مجھکو کیوں مشق گناہ
رحم کرنے کی تو عادت داور عادل میں ہے

۵ چاہے ایسا ہی جانا گر تمہارے دل میں ہے
پھر کہیں سنگے آپ سے جو کچھ ہمارے دل میں ہے

کیا ہو ظاہر میں کوئی بات سیدھی ہو گئی
کج ادائی تیرے اے دشمن کے پیارے دل میں ہے

پھپھولے سینہ سے آنکھوں کے قریں لخت جگر
ڈالدوں انکو بھی دریا کے کنارے دل میں ہے

کیوں پریشاں ہے طبیعت خود بخود ہے کیوں بگاڑ
کوئی تو بیٹھا ہوا گیسو سنوارے دل میں ہے

جاں ہے تیرے پاس لیکن تو ہماری جان ہے
دل ہے تیرے پاس لیکن تو ہمارے دل میں ہے

۱۰ اس نگاہ تیز پر آنکھیں جھپکنا بار بار
توڑ کر خنجر کے ٹکڑوں کو اتارے دل میں ہے

بوسہ پہلے تم سے لے لیتے تو کیوں ہوتے خفا
سچ تو یہ ہے مفت کا جھگڑا او ہمارے دل میں ہے

کیا رہا سینہ میں باقی پی چکا سارا لہو
اے خدنگ یار اب کسکے سہارے دل میں ہے

کہیے کیا آپ آتے ہیں وہ درماں کے لئے
درد کتنا ہے کہو اب کیا تمہارے دل میں ہے

کھپ گیا چھپکے سے کیا تیر نگاہ شرمگیں
زخم ہے تھوڑی جگہ اور بس سارے دل میں ہے

۱۵ لب پہ آئی ہے اجازت کیوں خدنگ یار کی
جاں اتر جائے کہ پھر کوئی پکارے دل میں ہے

شعلہ خلوت میں خموشی ہے تو پھر میں کیا کروں
منہ سے کہہ جو کچھ تری آفت کے مارے دل میں ہے

سمند ناز پہ آسکے مجھے مٹا کے چلے
ذرا سی خاک کو کیوں تم اڑا کے چلے

ذرا جو ہاتھ کسی بندۂ خدا کے چلے
قیامت آئیگی دامن کہاں اُٹھا کے چلے

چرا لی آنکھ تو جان و جگر چرا کے چلے
بچی نظر تو نگاہوں میں تم سما کے چلے

جو میری جان نہیں کیوں چلے ہو پہلو سے
جو میری روح نہیں کیوں ہوا بنا کے چلے

رہیگا قرب خدا قافلہ شہیدوں کا
ذرا بہشت میں ٹھیرینگے کربلا کے چلے

یہ کیا ہوا آتے ہی میرا سمجھ گئے مطلب
اُٹھے کھڑے ہوئے منہ پھیر امسکرا کے چلے ۵

بنا نہ نقش تمنا تمہارے کوچہ میں
نشان سجدہ سر پا تو سے مٹا کے چلے

عدم کی آمد و شد میں بھی رنج و راحت ہے
پیادہ آئے تھے کاندھوں پہ اقربا کے چلے

ہماری خاک امانت ہے ان کی ٹھوکر کی
صبا سے کہدو کہ تربت ذرا بچا کے چلے

ہمیں وہ شوق شہادت تھا عہد طفلی میں
زمیں سے پاؤں اُٹھے تو کہ سر جھکا کے چلے

کسکی آمد و شد کا ہے بیخودی میں بیان
جو اس جا گئے جو آئے تو ہوش آ کے چلے ۱۰

قدم اٹھاتے ہی شعلہ ہے منزل مقصود
کہاں قیام کریں کوچۂ فنا کے چلے

وہی تعلق ہے وہی دل کا انتشار بھی ہے
جو درد تھا سر بستر تو مزار بھی ہے

ہزار درد ہیں کچھ ان کا چارہ کار بھی ہے
ہزار غم ہیں مگر کوئی غمگسار بھی ہے

ستائیے کیوں نہ ہمیں نامرادی وحشت
جنوں سہی یہ گریباں میں کوئی تار بھی ہے

امید عفو سمجھے اس کو رحم کی عادت
وہ بخشدیگا اگر تو گناہگار بھی ہے ۱۵

لیوں یہ جان بھی ٹھیری تو کس بھروسہ پر
جو وعدہ آنے کا ہو لطف انتظار بھی ہے

کہے [illegible] چشم فسوں ساز کی کیفیت
خمار سے بھی ہو کچھ [illegible] خمار بھی ہے

اُٹھا رکھا تو ہے بوسہ کے واسطے اے دل
مگر خیال تجھ زلف تابدار بھی ہے

میں جان لوں جو وفا وعدہ عدو بھی ہو
ہمیں مان لوں یہ کہیں قول کو قرار بھی ہے

قسم لو شکوۂ جور و جفا کی روز جزا
کسی کی بات کا آخر کچھ اعتبار بھی ہے

بلاؤ ساقی کو شعلہ کدورتیں نکلیں
ہوا ہے ابر ہے آندھی بھی ہے غبار بھی ہے

مٹی ہزار تمنا اک آرزو کے لئے
ملا ہوں خاک میں دنیا کی آبرو کے لئے

ہزار چاہئیں دل ایک آرزو کے لئے
۵ دماغ لاؤں کہاں سے تمہاری بو کے لئے

تمہارے دیکھنے والے کھڑے ہیں چار طرف
کدھر کو پھیروگے منہ خاطر عدو کے لئے

اٹھائی جاتی ہیں قاتل کے تیغ ہاتھوں میں
چٹائے جاتے ہیں خنجر مرے گلو کے لئے

خمار ہستی ناپائدار دیکھ چکا
چلا ہوں جوش میں پھر ساغر و سبو کے لئے

وہ ہاتھ کیا ہے جو پابند جیب و داماں ہو
وہ پانو کیا جو نہ ہو تیری جستجو کے لئے

کھلی نہ زلف پہ کچھ بھی مری پریشانی
۱۰ بنا ہزار زباں عرض مو بمو کے لئے

ملا ہے نطق زباں کو کہ تیرا ذکر کرے
زباں دہن کو ملی تیری گفتگو کے لئے

بنا رہی ہے نسیم بہار مرہم زخم
شگفتہ رہتے ہیں رنگ گل مرے رفو کے لئے

بنا گیا ہمیں دیوانہ اک بت وحشی
جنوں ہے شعلہ کسی شوخ تند خو کے لئے

نہ جفا تم کو نہ مجھ کو ہی وفا آتی ہے
دیکھئے شرم کسے روز جزا آتی ہے

پھر سرگوشی بیداد بلا آتی ہے
۱۵ کان کے پاس تری زلف دوتا آتی ہے

بیکسی باعث شرمندگی مرگ ہوئی
گور کو بھی مرے لینے میں حیا آتی ہے

کھینچے ہے ناقۂ لیلیٰ کو سوئے نجد کوئی
ساربان نالۂ مجنوں کی صدا آتی ہے

سرد مہری سے تری داغ جگر سبز ہوئے
روزن سینہ سے کچھ ٹھنڈی ہوا آتی ہے

ہائے وہ گریہ خاموش سے بھی گرم ہوئے
اشک غماز کو کیا آگ لگا آتی ہے

جس کے تلووں نے تصور میں ملی تھیں آنکھیں
اشک خونبار سے کچھ بوئے حنا آتی ہے

ہاتھ جیب سینہ کے ناسور سے اپنا سر کا
دل بیمار پکارا کہ ہوا آتی ہے

۵
شعلہ ہے الفت دنیا تو فقط یاد مرگ
زندگی یاد کسے بعد فنا آتی ہے

بیگانہ گر ہو کوئی تو اپنا بنائیے
کافر سے کیا بگاڑیئے اور کیا بنائیے

ملتے ہیں مفت حضرت دل بوسہ ہائے زلف
جاں پر نظر نہ کیجئے سودا بنائیے

پھر خدا نہ دو سر بازار گالیاں
عاشق کو راہ راہ سے بندہ بنائیے

جھٹکے نہ دیجئے کہ پھنسے ہیں ہزار دل
بیساختہ نہ زلف چلیپا بنائیے

کہتا ہے کون یہ کہ وہاں دل نہیں
سارے جہان کو تو نہ اندھا بنائیے ۱۰

محشر بپا نہ کیجئے یوں راہ چلتوں پر
دالان کے لئے کوئی پردہ بنائیے

شعلہ نے کیا بگاڑ کیا تم کو دل دیا
غیروں کے سامنے تو نہ اتنا بنائیے

شکر کو شکوہ جفا سمجھے
کیا کہا میں نے آپ کیا سمجھے

ہم تری بات ناصحا سمجھے
کوئی سمجھے ہوئے کو کیا سمجھے

مرض الموت کو شفا سمجھے
درد کو جان کی دوا سمجھے ۱۵

اس تڑپنے کا مدعا سمجھے
دل بد خو تجھے خدا سمجھے

ہائے نادانی سرشک نہ پوچھ
گریہ کو طرز التجا سمجھے

کوئی اک جہاں کے بت خود بیں
اے سکندر تجھے خدا سمجھے

درد انگیز صور کی آواز
دل شکستہ کی ہم صدا سمجھے

اور بگڑے مری شکایت سے
کچھ بھی موقع نہ بات کا سمجھے

شکوۂ جور پر اٹھائی تیغ
وہ مجھے جان سے خفا سمجھے

۵ کون کرتا ہے آنے کا وعدہ
ہم تری بندشیں حنا سمجھے

حیف نادانی و تغافل دل
کیا تجھے آپ سے جدا سمجھے

غیر بھیجے ہے اسکو خط وصال
کاش میرا لکھا ہوا سمجھے

روح کے سینکڑوں لباس ہیں
کس کو اتری ہوئی قبا سمجھے

دل کی ناکامیوں سے جان گئی
کس نکمے کو کام کا سمجھے

۱۰ شعلۂ گل ہی تو میکدہ میں تھے
آج ہم کس کو پارسا سمجھے

لطف صیاد سے ہم صحن چمن بھول گئے
ابکے غربت وہ خوش آئی کہ وطن بھول گئے

کیا سراپا تھا ترا ہوش ربا روز ازل
حضرت صانع بنانے میں دہن بھول گئے

کسکے آنے کی خوشی میں یہ اڑے سب کے حواس
ڈالنا اہل عزا مجھ پہ کفن بھول گئے

پانو کیوں ناقۂ لیلی کے ہٹے جاتے ہیں
قافلہ والے مگر نجد کا بن بھول گئے

۱۵ یاد وحشت میں جو وہ چشم فسونگر آئے
چوکڑی میرے بیاباں میں ہرن بھول گئے

یاد اک دن نہ کیا ہائے عدم والوں نے
وائے غربت مجھے یاران وطن بھول گئے

وصل کی آس پہ نالوں نے جو ہمت توڑی
کیا تری گردشیں او چرخ کہن بھول گئے

یاد آیا کسے تابوت پہ میرے آنا
لوگ کیوں رکھ کے مجھے زیر کفن بھول گئے

کوچۂ زلف میں جاتے ہی پڑی رخ پہ نظر
چل دئے سوئے حلب راہ ختن بھول گئے

سرو مہر ہی بتاں پر ہے طبیعت مائل
چار ہی دن میں مگر دل کی جلن بھول گئے

شوق نظارہ رہا بعد فنا بھی کیا کیا
وہ رفو کرنا مرا چاک کفن بھول گئے

گور میں سمجھے ہیں آرام سے کیا کیا پس مرگ
وصل میں ہجر کے سب رنج و محن بھول گئے

شوق نظارۂ سنبل کی لٹک ہی پھر بھی
۵ حضرت دل ترے گیسو کے شکن بھول گئے

یہ طبیعت میں مزا ہے نہ زباں میں کچھ لطف
شعلہ مدت ہوئی ہم طرز سخن بھول گئے

کب ہی نہ بہر ستم سے بت ناداں خالی
نہیں حکمت سے مرے درد کا درماں خالی

تھی نہ یوسف کیلئے گردش دوراں خالی
تیری شہرت نے کرا ہی لیا کنعاں خالی

پھر بھی مقتل سے چلے لیکے وہ داماں خالی
کر دئے سینکڑوں گردن سے گریباں خالی

ہو ذرا اشک سے دشمن کا نہ داماں خالی
۱۰ دل بھر آیا جو ہوئے دیدۂ گریاں خالی

لذت زخم سے تھا شوق تپیدن کیا کیا
کر دئیے ہیں نے قیامت کے نمکداں خالی

چھونے دو مصحف رخ دیکھ تو لوں قسمت وصل
کفر ہے تم نہ کہو فال سے قرآں خالی

زاہدوں کو ہی مبارک رہے یہ فاقہ کشی
ساقیا دیکھ نہ جائے مہ رمضاں خالی

دل تو کہتا ہی کہ سینہ میں کسی کا ہی مقام
ہاتھ کہتا ہی کہ کیا پھاڑوں گریباں خالی

رخنہ ہو جائیں سر مہ کے تل بنتے ہیں
۱۵ گھات سے اپنے نہیں دشمن ایماں خالی

کون آیا تھا یہاں کس نے دکھایا جلوہ
کر گئے دیر و حرم گبر و مسلماں خالی

آپ آتے تو ہیں پر تیغ بھی لیتے آئیں
کون لے سر پہ کسی کا کوئی احساں خالی

جنبش لب ہو جو منظور تو کھا لیجئے پان
بات کی بات میں ہوتا ہے بدخشاں خالی

گھر میں چھپ بیٹھو کے جب سینہ پہ اٹھینگی چھپیں
اب تو لگ جاؤ گلے سے کہ ہے میداں خالی

چھوڑوں دامن کو ترے اپنے گلے کو کاٹوں
وہ نکما ہے جو ہو کام سے انساں خالی

مصحفِ رخ کی ہے تفسیر کتابِ دل میں
نہیں آیا تری صورت سے تو قرآں خالی

تھا کبھی قیس کبھی میں تھا کبھی تھا فرہاد
نہ رہا ایک بھی دن کوچۂ جاناں خالی

۵ عمر گذری کہ دلِ تنگ میں ہے تیرا خیال
نہیں رہتا کبھی یوسف سے یہ زنداں خالی

ہے مگر مائل پرواز میرا طائرِ روح
کہیں کر دے نہ قفس مرغِ خوش الحاں خالی

اٹھ گیا نغمہ سرا اوستادِ جہاں سے شعلہ
کر گیا بلبلِ خوش لہجہ گلستاں خالی

غیر سے آپ مگر مائل گفتار ہوئے
لوگ کیوں بزم میں چپ صورتِ دیوار ہوئے

آپ کے قد کو کہا سرو گنہگار ہوئے
ہم بھی سولی پہ چڑھائیے سزاوار ہوئے

۱۰ رشک سے مر گئے ہیں آپ طرحدار ہوئے
غیر کی خاک کے تختے بھی گلزار ہوئے

ہم چمن میں فقط آپکے گنہگار ہوئے
آشیاں تک نہ بنا تھا کہ گرفتار ہوئے

روز وعدہ ہوئے سو سو ترے اقرار ہوئے
ہم قیامت کے مقر ہو کے گنہگار ہوئے

سرخ آنکھیں ہوئیں کیا نشہ کی رنگت آئی
پھول لالہ کے مگر نرگسِ بیمار ہوئے

ہمنے کب ہو کے پس پشت لڑائیں آنکھیں
آپ آئینہ سے بیوجہ جو بیزار ہوئے

۱۵ ہم بھی دریائے محبت میں تھے شمشیر کے گھاٹ
ایک ہی ہاتھ میں اس پار سے اس پار ہوئے

دیر و کعبہ میں پہنچے شیخ و برہمن آ کر
وا ہم تیز و بیز مگر سبحہ و زنار ہوئے

رقص بسمل بھی قیامت کا نمونہ ہے کوئی
حشر کر لینے کو پیدا ہم تری رفتار ہوئے

جان لے لینے کو ابروئے اشارے سیکھے
دل پھنسا لینے کو گیسوئے ترے طرار ہوئے

زندگی اور اجل میں کبھی جھگڑا ہوگا
آپ اگر گرم سخن ہی دم رفتار ہوئے

شعلہ کس فکر میں خاموش ہو دو دیکھو لئے
زندگی چیز ہے کیا جس سے کہ بیزار ہوئے

بعد فنا بھی داغ تپ غم بغل میں ہے
جنت میں بھی گیا پہ جہنم بغل میں ہے

کیا کیا شب وصال وہ برہم بغل میں ہے
کچھ جی ہی جانتا ہے جو عالم بغل میں ہے

5
نظارہ کر رہے ہیں ترا سر سے پانوں تک
دل ہے کہ آئینہ قد آدم بغل میں ہے

ہم مرکے بھی چھٹے نہ رقیبوں کے رشک سے
دیکھا جو گور کو تو اک عالم بغل میں ہے

پالا ہے سانپ آپنے آغوش ناز میں
کہتا ہے کون گیسوئے خوش خم بغل میں ہے

ناطاقتی سے ہوتی ہیں ور آزمائیاں
پہلو میں دل ہی یا کوئی رستم بغل میں ہے

اب کیا رہا ہے جسکے بھروسے پہ زندگی
اک دل ہی سو بھی لائق ماتم بغل میں ہے

10
پھر کیوں بغل میں دوسری دشمن کو دوں جگہ
اپنا ہی دل ہی ایک سو کیا کم بغل میں ہے

اوراق دل پہ وصف خط یار ہے رقم
یعنی کتاب عشق کی ہر دم بغل میں ہے

پیرو ہیلے ہاتھوں کی کچھ دل پہ چوٹ ہے
اے شعلہ کوئی تو ہی جو برہم بغل میں ہے

دل سے وحشت کی آرزو نہ گئی
زلف خود سر کی سر سے بو نہ گئی

تلخی مرگ کا مزہ مت پوچھ
زہر کی گھونٹ تا گلو نہ گئی

15
اپنے دل پر بھی رشک آتا ہے
نہ گئی کاوش عدو نہ گئی

تاب کیا عکس روئے زیبا کی
آرسی رخ کے روبرو نہ گئی

اس گل چست پیرہن پہ مرے
جس کا دامن نسیم چھو نہ گئی

سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں — حسرتِ دید ایک تو نہ گئی
رات آہی گئے تھے کچھ آنسو — شکر کیجے کہ آبرو نہ گئی
حشر میں بھی وہی ہیں ہم بازی — بت بدخو کی ایک خو نہ گئی
اور حسرت بڑھی وصال کے بعد — دل سے بھی تیری جستجو نہ گئی

۵ ہو چکا حشر کا بھی ہنگامہ
شعلہ پر تیری ہائے ہو نہ گئی

خدا کیواسطے ہاتھوں میں تیغ خونفشاں لیجے — جھکا پڑتا ہے سر کہتا ہے میرا امتحاں لیجے
اگر حق میں یہی ہے آئے تیر و سناں لیجے — نہ یوں گال دکھا کر دل ہی دل میں چٹکیاں لیجے
پھٹا پڑتا ہے جوبن اب خدا حافظ ہے محرم کا — خمارِ جوشِ مستی سے نہ یوں انگڑائیاں لیجے
سمندر کیا ہے یہاں طوفاں بھری بیٹھی ہیں آنکھیں — اک آنسو گر ٹپکنے دیجئے دریا رواں لیجے
میں وہ وحشی ہوں لیلیٰ کہہ رہی ہے پھر نہ آئیں — لو حضرت مر گیا مجنوں یہ اپنی بیڑیاں لیجے ۱۰
خموشی بھی ہے کیا پروانگی گرمی صحبت کو — تکلم کہہ رہا ہے شمع کی منہ میں زباں لیجے
دکھاؤں سینہ پر زخم اپنا طفل خوشنواں کو — مخمسی ہے مجلی ہے یہ خوشخط بوستاں لیجے

جو لکھکر اک غزل شعلہ نے دیواں کا صلہ چاہا
زمیں شعر بول اٹھی کہ ساتوں آسماں لیجے

گر نمک پاش پر زخم ملاحت ہوتی — پھر سے ناخن کیلئے اور بھی لذت ہوتی
سخت جانی کے لئے اور بھی ہمت ہوتی — گر اجل میں بھی تمہاری ہی سی عادت ہوتی ۱۵
جھوٹ سچ وعدہ فردا کا تو ہوتا معلوم — اے شبِ ہجر تو ہی کاش قیامت ہوتی
خونبہا لینے کو کیا حشر میں دھوکے ہوتے — گر قیامت بھی تمہارے قد و قامت ہوتی

نہ بنایا جو دہن صانع نے اچھا ہی ہوا
یہ وہ عقدہ تھا کہ کھلنے میں بھی دقت ہوتی

حسرتِ دید میں مرتے ہیں نہ کوچے سے اٹھا
مردمِ چشم کی آنکھوں میں ہی تربت ہوتی

ق

نوجوانی میں خدا موت کسی کو نہ دکھائے
یہ وہ ہی وقت کہ دشمن کو بھی رقت ہوتی

دوست احباب ہوئے جمع یگانے آئے
اُن کو آنے میں یہاں کس سے خجالت ہوتی

۵

شعلۂ خستہ کے لاشہ کا تو اک نام ہی تھا
لائے تشریف تو سب ہی یہ عنایت ہوتی

بولے اک دوست کہ پانو کی نہ مہندی گھستی
عاشقی تو یہ نہیں تھی جو ندامت ہوتی

دوستی کا تھا یہی فرض سو ہم کہہ گذرے
اور نہ کہتے بھی تو کیا ہم سے شکایت ہوتی

ایک بولے کہ وہ ہرگز نہیں آنکلے یہاں
مفت بیفائدہ آپ ہیں ہی حجت ہوتی

منتظر کس کے ہو اٹھو بھی اٹھاؤ تابوت
آپ آتے وہ اگر ان کو محبت ہوتی

۱۰

وہ چھوڑاتے بھلا گوشۂ دامن شعلہ
ہاتھ کو چاک گریباں سے جو فرصت ہوتی

عمر نے روز بے وفائی کی
موت صورت بنی خدائی کی

ہاتھ نے جیب تک رسائی کی
ضعف نے طاقت آزمائی کی

اے خدا کیوں دعا نہیں مقبول
بات جاتی ہے جبہ سائی کی

ہائے بے وجہ وہ مکدر ہیں
کوئی صورت نہیں صفائی کی

۱۵

دل وہ آئینہ ہے کہ گھر بیٹھے
سیر کر لیجئے خدائی کی

آپ آئیں وگرنہ بہرِ وصال
روح مشتاق ہے جدائی کی

آبلہ اور خار دشتِ جنوں
ہائے لذت برہنہ پائی کی

مصحفِ رخ سے ہوگئیں ظاہر / صورتیں شانِ کبریائی کی

نہ سہی آپ اچھے ہم ہی سہی / تمہیں اچھا کہا برائی کی

مژہ لیتے ہیں نوک کی کیا کیا / بھویں کتنی ہیں کیا صفائی کی

شعلہ یہ میکشی و صحبتِ بت / اے تری وضع پارسائی کی

روشنی کافور ہے ظلمت کدہ ویرانہ ہے / گویا خالِ چہرہ زنگی چراغ خانہ ہے (۵)

بلبلِ دل اپنا اس گلزار پر دیوانہ ہے / گلشنِ ہستی جہاں کا سبزۂ بیگانہ ہے

خفتگانِ خاک کیسے ہائے ہو کر تے اٹھے / صور اسرافیل بھی کیا نعرۂ مستانہ ہے

اس دہانِ تنگ میں دانتو نکلے ہو جیسے کھلا / سر بمہر شیشی تقدیر دانہ دانہ ہے

جو نہ چونکے حشر تک وہ بخت خفتہ ہے مرا / جس کو سنکر نیند آئے وہ مرا افسانہ ہے

وہ عدو کو بھر کے دیگا یا الٰہی خیر ہو / دستِ ساقی میں ہماری عمر کا پیمانہ ہے (۱۰)

وحشیوں کو کیا سگِ کوئے صنم سے نسبتیں / کہا گیا ہی گمانس آہوئے حرم دیوانہ ہے

کیوں نہوں ہنگامۂ محشر مری بیداریاں / دفترِ روزِ قیامت میرا اک افسانہ ہے

ہجر میں یہ بیقراری وصل میں یہ اضطراب / دل کی ہر ایک بات میں اک طرز بے تابانہ ہے

اُن پہ جلکر خاک ہونے کو ہیں شعلہ سیکڑوں / شمع کے گھر میں فقط پروانہ ہی پروانہ ہے

حیرت نما تجلی ہے کیا روئے یار کی / صورت بنی ہے آئینہ آئینہ دار کی (۱۵)

بیصرفہ جستجو ہے مرے جسمِ زار کی / منکر نکیر چھان لیں مٹی مزار کی

ہے نوک چوک شعر میں ابروئے یار کی / خامہ سے لڑ رہی ہے زباں ذوالفقار کی

لِلّٰہ کس کے تیغ کا ڈورا نہ باندھئے
امید قطع ہوتی ہے امیدوار کی

ہاتھوں کو ہے نقاب سے منظور کشمکش
جالی بنا دی میرے گریباں کے تار کی

مجھ پر ہی کیوں خفا ہو کہ تیری نظر لگی
بس کیا ہوں تم پہ پڑتی ہیں آنکھیں ہزار کی

تم نے سنا نہ بیٹھ کے کچھ حال چشم تر
اوپر ہی بات اوڑ گئی ابر بہار کی

آئے دو روز حشر دکھا دونگا بعد مرگ
تم خود کروگے آکے زیارت مزار کی

اپنا ہی ایک غم ہے سو کیا کم ہے ہمنشیں
دل میں کہاں جگہ ہے غم روزگار کی

دل سینکڑوں نکال کے سینہ سے جیب کو
حسرت مگر نہیں ہے مرے اختیار کی

بیدل ہوں شعلہ رہوں میں اسکی رکاب میں
ملتی نہیں ہے گرد بھی جس شہسوار کی

داغ جل جل کے جلاتے ہیں مجھے
زخم ہنس ہنس کے رلاتے ہیں مجھے

لاغری لطف فنا دیتی ہے
لوگ پہروں نہیں پاتے ہیں مجھے

بزم کیونکر نہ وہ بالا نہ کروں
بیٹھ کر غیر اٹھاتے ہیں مجھے

مہربانی میں بھی ہے طرز ستم
ٹھوکروں سے وہ جلاتے ہیں مجھے

سب سمجھتا ہوں رقیبوں کے بگاڑ
آپ ناحق کو بناتے ہیں مجھے

کبھی ہاتھوں سے کبھی پاؤں سے
کھیلتے ہیں کہ مٹاتے ہیں مجھے

حال دل کہئے تو کس سے کہئے
سُن کے لاکھوں وہ سناتے ہیں مجھے

کیوں ابھی آپ نہیں گرم خرام
اہل محشر تو جگاتے ہیں مجھے

غیر کے ہاتھ سے لیتے ہیں وہ جام
زہر بھر بھر کے پلاتے ہیں مجھے

دل یہ کہتا ہے کہ جب دے ہی چکے
آپ پھر کس سے چھپاتے ہیں مجھے

شعلہ کر سکتے ہیں کیا دیدۂ تر
دل لگی ہے جو بجھاتے ہیں مجھے

یہ وجہ کیا ہے زمانہ جو انقلاب میں ہے
ضرور زیر زمیں کوئی اضطراب میں ہے

خیال کچھ دلِ سوزاں میں ہو ملیحوں کا
نمک نہیں ہے تو پھر کیا مزا کباب میں ہے

چھپا ہوا سا ہے طرز حجاب شوخی میں
کھلی کھلی ہوئی شوخی ترے حجاب میں ہے

ابھی تو کھلتی ہے بدخواہ کی تنک ظرفی
بھری ہوئی کوئی دم کی ہوا حباب میں ہے ۵

یہ کون بال کھلے آرہا ہے تربت پر
دھواں چراغ لحد کا جو پیچ و تاب میں ہے

وہ پڑھ کے خط کو مکدر ہوئے ہیں کچھ ایسے
جواب صاف مرے نامہ کے جواب میں ہے

گناہ گنتے ہی گنتے قیامت ہو بھی چکی
ہنوز میرا فرشتہ مرے حساب میں ہے

کہاں کا حشر قیامت کدہر اٹھو نہ کبھی
شہید عارض تاباں ابھی نقاب میں ہے

شب فراق کی بیداریوں میں جان گئی
ہنوز آنکھ کھلی آرزوئے خواب میں ہے ۱۰

ہوا کچھ ایسا ہجوم نگاہ عارض پر
گمان ہے سب کو کہ چہرہ ترا نقاب میں ہے

سبک مزاج تو زینت سے آشنا ہی نہیں
دکھا و سرمہ کہاں دیدۂ حباب میں ہے

الہی خیر ہو فتنہ کہیں نہ چونک اٹھے
میں بوسہ لیتا ہوں آنکھوں کا وہ خواب میں ہے

غضب کا جوش ہے بے طرح جوش ابھری ہے
بلا کا زور ترے عالم شباب میں ہے

ہمیشہ سر پر سفر ہے سوار اے شعلہ
جو ایک پاؤں زمیں پر تو اک رکاب میں ہے ۱۵

توڑ دی عذر جفا کار نے ہمت میری
کوٹ کر دل میں بھری ہے مری حسرت بھری

لے دم قتل خبر کانِ ملاحت میری
زخم بے سود کئے دیتے ہیں لذت میری

زلف لیلےٰ کی پریشانی ہی وحشت میری — رنگ ہی قیس کی تصویر کا حیرت میری

ذرہ ہوں مہر نے چمکائی ہی قسمت میری — تیری وحدت سے نمودار ہی کثرت میری

اہل محشر سے الگ کیوں رہی حالت میری — کسکی ٹھوکر پہ بھی موقوف قیامت میری

آئینہ خانہ ہوئی عشق میں حیرت میری — تیری صورت میں نظر آتی ہی صورت میری

رشک بلبل نہیں سرگوشی گل سے مطلب — مثل تصویر خموشی ہے فصاحت میری ۵

سجدہ پائے صنم سے تو خدا بھی خوش ہے — ناز کرتی ہے گناہوں پہ اطاعت میری

اٹھ تو سکتے نہ تھے پھر گور تک آنا کیسا — ضعف کہتا ہی کہ اب دیکھ لو طاقت میری

طلب بوسہ کے اقرار پہ ہے عذر وہیں — جسقدر سہل ہوئی بڑھ گئی وقعت میری

چشم تر خوب پلاتی ہی مے ناب مجھے — لخت دل روز کیا کرتے ہیں دعوت میری

دست وحشت نے کچھ ڈالے ہیں سب داغ جنوں — ہاتھوں ہاتھوں میں لٹی جاتی ہی دولت میری ۱۰

وہ ہیں آوارہ ہوں اے قیس کہ لیلیٰ کی طرح — ڈھونڈتی مجکو رہی دشت میں وحشت میری

جسم سے روح بہ ہنگام پسیں کہتی ہے — اسی دم تک تھی فقط تجھسے رفاقت میری

پھر وہی آپ وہی موسم گل کے ایام — پھر وہی گل ہی وہی میں وہی وحشت میری

سخت جانی تو ابھی اور سہارا دیتی — وعدۂ غیر نے پھر توڑ دی ہمت میری

صاف ہونے ہو رقیبوں سے مکدر مجھ سے — آئینہ روز بناتی ہے کدورت میری ۱۵

ہستی و نیستی منزل ہے بڑی دور دراز — اے دم مرگ زیادہ نہیں فرصت میری

کیا کروں شعلہ حسینوں کا نظارہ ہی غضب
کب سنبھلتی ہے سنبھالے سے طبیعت میری

بزم میں ہل چل پڑی وہ بے نقاب آنیکو ہی — حشر ہوگا قد آدم آفتاب آنیکو ہے

اشک کے بدلے مژہ پر خون ناب آنکو ہے
خیر ہو اجزائے دل میں انقلاب آنکو ہے

زلف و رخ کھولے ہوئے وہ بے نقاب آنکو ہے
کچھ نہ کچھ شام و سحر میں انقلاب آنکو ہے

پھر کے پہلو میں دل پر اضطراب آنکو ہے
مژدہ باد اے مرگ جاں پر پھر عذاب آنکو ہے

شکر کی جا ہے اثر کر آفتاب آنکو ہے
زاہدو سجدہ کرو جام شراب آنکو ہے

بند آنکھیں ہیں خیال ابروئے خمدار میں
خیر ہو تلوار کے سایہ میں خواب آنکو ہے ٥

حسرت و امید میں خوں ہے سوال آرزو
دیکھیے کیا ہو ترے لب پر جواب آنکو ہے

شہسوار حسن ٹھکرا چل سمند ناز کو
موج بحر خون بسمل تا رکاب آنکو ہے

دیکھو عکس رخ سے بگڑو گے کہ رشک حسن سے
آئینہ سرکا و چہرہ پر عتاب آنکو ہے

چھوڑ دو تھوڑی جگہ او سونے والو گور کے
اٹھکے بیٹھو اور اک خانہ خراب آنکو ہے

گریہ کچھ پایاب دریا تو نہیں جو چل دئے
پائچے اونچے کرو طوفان آب آنکو ہے ١٠

دور ہٹ بحر فنا سے گر بقا منظور ہے
کیوں ہوا میں بھر کے پاں مثل حباب آنکو ہے

کوئی کہہ بھی دے کہ آتے ہیں وہ تھوڑی دیر میں
روح الٹی جسم میں کیسی شتاب آنکو ہے

مرگ کیوں ہیں ناپسند طبع پردہ دار ہوں
زندگی کیوں پھیری صورت سے حجاب آنکو ہے

شعلہ ہم بھی آہ بھر سکتے ہیں چمکتی ہے جو برق
رونے ہم بھی بیٹھتے ہیں گر سحاب آنکو ہے

گوشۂ دل میں خیال بے نقاب آنکو ہے
ذرہ کی خلوت سرا میں آفتاب آنکو ہے ١٥

گور میں کون عاشق پر اضطراب آنکو ہے
اس نئی بستی میں بھی کچھ انقلاب آنکو ہے

عین ہنگام سحر منہ پے نقاب آنکو ہے
وہ ہوئے پہلے مرے گھر آفتاب آنکو ہے

بیخودی چھائی ہے ساقی سے حجاب آنکو ہے
نشہ کے بدلے مری آنکھوں میں خواب آنکو ہے

حشر کسکا وہاں تو پھر رخ پر نقاب آنکو ہے ۔ سو رہو کشتو اگر آنکھوں میں خواب آنکو ہے

دور ہے ساقی مگر جام شراب آنکو ہے ۔ اپنے ہاتھوں ہاتھ ہم تک آفتاب آنکو ہے

رخنہ بندی ہو رہی ہیں سینہ صد چاک کی ۔ دلمیں در پردہ وہ شوخ بے حجاب آنکو ہے

چھا گئی ہے کیوں عروسانِ چمن پر بیخودی ۔ چپکے بلبل دیدۂ نرگس میں خواب آنکو ہے

سوچ رکھو تم بھی اپنے دلمیں عذر خونبہا ۔ زخم گنتے وہ مجھے روز حساب آنکو ہے ٥

نالہ سینہ سے نکل آیا درِ دل توڑ کر ۔ آج پہلو سے نوید فتحیاب آنکو ہے

خود بخود ہوتے ہیں میرے دیدۂ بیدار بند ۔ کچھ تمہاری وضع سے آنکھوں میں خواب آنکو ہے

ساقی بدمست آتا ہے لئے جام سبو
شعلہ اٹھ بیٹھو کہ محفل میں شراب آنکو ہے

رہو گے پردۂ رخ کب تلک چھپائے ہوئے ۔ بہت زمانہ ہوا طور کو جلائے ہوئے

پھری گی بادِ صبا پھر کسے اڑائے ہوئے ۔ کہ خاک بھی نہیں ہوتی تری جلائے ہوئے ١٠

خودی ہیں آؤ کہ عاشق پہ بیخودی چھائی ۔ چلے ہو ہاتھ سے دامن کہاں چھڑائے ہوئے

کمر تو توڑ ہی دی تھی مری گناہوں نے ۔ ترا کرم ہے مگر آسرا بندھائے ہوئے

نگاہ کی طرح چپکے سے نکلے جاتے ہو ۔ تمہیں تو چین نہیں آنکھ میں سمائے ہوئے

پھر ان کو حشر کا کیا ڈر جو ہیں ترے مانے ہیں ۔ تمہاری طاقت دیدار آزمائے ہوئے

تمہاری یاد دہن نے دیئے ہیں لاکھوں داغ ۔ اس ایک غنچہ کے کیا کیا ہیں گل کھلائے ہوئے ١٥

عدو کے آتے ہی کیا یاس آ جی میں بیٹھ گئی ۔ اٹھائے جاتے ہیں جو بزم سے بٹھائے ہوئے

تمہیں کہو کہ ستم کا نہیں سلیقہ تھا ۔ یہ ناز و غمزہ ہیں کسکے کہو سکھائے ہوئے

تمہاری جنبشِ دامن نہ جب تلک ہوگی ۔ اٹھینگے حشر میں کیا خاک کے ملائے ہوئے

جگر کو دیکھ لوں سینہ میں دل کو پہلو میں
وہ نیچی نظروں سے جاتے ہیں کچھ چرائے ہوئے

جما ہوا ہے زمانہ میں رنگ پامالی
ہزار نقش ہیں اک پانو کے مٹائے ہوئے

نہ گور چھیڑ کے نکلے کسی شہید کا ہاتھ
خدا کے واسطے دامن ذرا اٹھائے ہوئے

شب فراق سے محشر کو کونسی نسبت
ستائے جائینگے پھر کیا ترے ستائے ہوئے

بگاڑ مجھ سے عدو سے بناؤ کی باتیں
لڑائی مجھ سے نظر غیر سے ملائے ہوئے ۵

ہٹا لیا ہی گریباں کو چاک سینہ سے
کھڑے ہیں دیر سے پردہ ذرا اٹھائے ہوئے

نہ ضبط گریہ سے کیا کیا کھلینگے اسکے گل
ہنسینگے زخم کی صورت ترے رلائے ہوئے

پری ہو حور ہو غلماں ہو مہر ہو مہ ہو
بنائیں کیا انھیں تم ہو بنے بنائے ہوئے

ہمارا عجز ہے اے شعلہ نقش بند خیال
قلم کی چال ہی چلتے ہیں سر جھکائے ہوئے

قلم کا طرز جو رنگینی سخن میں رہے
چھپی ہوئی مری فریاد پیرہن میں رہے ۱۰

گلوں کا چاک گریباں نہ کیوں چمن میں رہے
مزا یہی ہے کہ خود رفتگی وطن میں رہے

الٰہی فرق نہ داغ تو دکن میں رہے
چمن کا پھول اتر کر بھی اس چمن میں رہے

اٹھو اٹھو کی صدا جب ہر ایک سخن میں ہو
تو کیوں نہ حشر کا ہنگامہ انجمن میں رہے

فنا کے واسطے آرائش بدن میں رہے
حباب کسطرح کیا خاک پیرہن میں رہے

دل اسیر ترے گیسوؤں سے کیا سلجھے
جو بال بال ہیں الجھے شکن شکن میں رہے ۱۵

زمیں اٹھائیگی سر پر مری گرانجانی
یہ بوجھ وہ ہی کہ ہماری ہزار من میں رہے

عدو کی بزم میں ہو جائیں گرمیاں معلوم
اثر ذرا بھی اگر آہ شعلہ زن میں رہے

نگاہ ناز پہ دنبالہ یوں ہے سرمہ کا
کہ جیسے تیغ کوئی دست تیغ زن میں رہے

جھکے کسی کی طرف اور کسی سے آنکھ لڑی — نئے نئے ترے انداز بانکپن میں رہے

پڑی ہی گور میں وحشت تو پاؤں پھیلائے — جنوں بھی ہاتھ پسارے ہوئے کفن میں رہے

اسیرِ دامِ محبت کا تفرقہ ہے ستم — قفس میں ہم رہے اور بال و پر چمن میں رہے

کچھ اور شورشِ مضموں کے شعر لکھ شعلہ
مزا نمک کا بھی شیرینیٔ سخن میں رہے

نگاہ چہرہ پہ دل زلف پر شکن میں رہے — ۵ — قفس کا رستہ بھی نکلا ہوا چمن میں رہے

گلوں کی ایک سی رنگت مری چمن میں رہے — مٹا دوں فرق جو داغِ نو و کہن میں رہے

وہ ذکرِ وحدتِ حق ہے کہ ہر سخن میں رہے — مثال رشتۂ تسبیح سو دہن میں رہے

برائے نام نہ لاشہ و سر اک کفن میں رہے — غمِ فراق ذرا بوجھ تو بدن میں رہے

دکھاؤں سامنے بٹھلا کے طرزِ پروانہ — جلاؤں شمع کو خلوت جو انجمن میں رہے

علی سے بعد فنا حسرتِ وصال کہاں — ۱۰ — گلے سے کوئی تو لپٹا ہوا کفن میں رہے

خیال رشتۂ صنم میں دل سے ہے پہلو میں — کہ جیسے بیت کوئی آغوشِ برہمن میں رہے

تم اپنی آنکھ کو آئینہ میں دکھاؤ آنکھ — ذرا تو دیر لڑائی ہرن ہرن میں رہے

نکلتے ہیں آغوشِ وصل ہو شبِ وصل — یہ چاند وہ نہیں جو رات بھر گہن میں رہے

نہ یاد تھا کہ بگڑنا بھی بنکے آتا ہے — ستم کو بھول کے ہم تیرے سادہ پن میں رہے

تم ایسے دل میں رہو جیسے دل ہو پہلو میں — ۱۵ — تم ایسے جان میں رہو جیسے جان بدن میں رہے

انھی کے نام کا اے شعلہ ورد ہو جب تک
زباں میں نطق رہے اور زباں دہن میں رہے

میرے ماتم میں جو وہ کاکل کھول کر بیٹھ گئے — ۱ — گور پہ سوئے صبا سنبل کھول کر بیٹھ گئے

تم دم گلگشت گر اک بوسۂ رخسار دو
چونچ سے بلبل چمن میں گل کتر کر پھینکدے

ایسے صیاد ستمگر سے ہو کیا امید رحم
چور رنگ گل سے پر بلبل کتر کر پھینکدے

سر کٹا یوں جنبش ابرو سے بزم یار میں
شمع کا گلگیر جیسے گل کتر کر پھینکدے

ماہ کامل سے تراشا چرخ جیسا ماہ نو
ایسا اک نعل سُمِ دلدل کتر کر پھینکدے

اے ہلال آسماں کرتے ہیں ہم ٹھنڈی شراب
ابر کا اک ٹکڑا بہر گل کتر کر پھینکدے ٥

صورت ناقوس ہونگا روز محشر نعرہ زن
تو اگر میری زباں بالکل کتر کر پھینکدے

کیا دم تقریر چلتی ہے زباں مقراض سی
شوخی گفتار لاکھوں گل کتر کر پھینکدے

ساقی بزم تصور ہے وہ خاموشی پسند
گردن مینا دم قلقل کتر کر پھینکدے

وہ اسیر بند الفت چلد یا آشفتہ سر
اتنوا او ظالم کہیں کاکل کتر کر پھینکدے

رخ کے چھو لینے پہ یوں گلرو نے کاٹی میری ہاتھ
جس طرح کوئی پر بلبل کتر کر پھینکدے ١٠

منتظر ہیں سینکڑوں گلچیں نئے مضمون کے
شعلہ پھر بزم سخن میں گل کتر کر پھینکدے

کر کے پامال کہاں جاتا ہے جانیوالے
او مری خاک سے ہاں اُن کے بچانیوالے

ایک دل جسکے ہزاروں ہیں ستانیوالے
ایک ہیں لاکھ مری جان کے کھانیوالے

او مرے واسطے دربان بٹھانیوالے
نہیں رکتے ہیں فرشتوں سے بھی آنیوالے

آگئے اپنو جنازہ کے اُٹھانیوالے
دیکھتا جا مجھے منہ پھیر کے جانیوالے ١٥

کیا ہی سامان ہیں اک عمر دو روزہ کے لئے
کچھ مرے جاتے ہیں جینے پہ بنانیوالے

پاگئے ہم بھی نہ شرماؤ ملاؤ آنکھیں
نہ سہی آپ مرے دل کے چرانیوالے

پھر نے نالوں سے کیا عجز نے برہم اُن کو
سچ ہے ہوتے ہیں بُرے آگ لگانیوالے

دست رنگیں میرے سینہ پہ مرا رہنے دیجے — اوٹھی آگ کے ہاتھوں سے بجھانیوالے
دو اجازت مجھے رونیکی تو طوفاں آئے — دیدہ تر ہیں سمندر کے بہانے والے
حال دل سنکے وہ کہتے ہیں بگڑ کر مجھ سے — یہیں آجاتے ہیں باتو ںکے بنانیوالے

لیچلا یار گنہ سر پہ کہاں کا شعلہ
دیکھے جاتے ہیں جنازہ کے اٹھانیوالے

۵ ادہر تو پہلو میں دل نہیں ہے اودہر جو دیکھو جگر نہیں ہے — اک آہ سینہ میں رکگئی ہے سو آہیں بھی کچھ اثر نہیں ہے
نگاہ اٹھائی تو قہر آیا جدہر کو دیکھا صفیں الٹ دیں — قضا کی شمشیر کھیلتی ہے تمہاری ترچھی نظر نہیں ہے
نہیں ہے کچھ کھیل عشق ابرو سنبھل کے اے دل یہاں نکلنا — یہ گھاٹ وہ ہے جو پانو رکھا تو دیکھ لینا کہ سر نہیں ہے
ابھی تو باقی ہے رات صاحب کہاں سے سیکھے ہو اضطرابی — یہ رشتۂ زیبا کی روشنی ہے یقین مانو سحر نہیں ہے
جو تیری رفتار کے ہیں کشتہ انہوں نے کروٹ تلک بدلی — کہاں کا محشر ہے صور کسکا یہاں کسیکو خبر نہیں ہے
۱۰ تونے پردۂ ستم پہ باندی جو کچھ بھی ہوتی تو دیکھتے یہ — بڑی الٰہی یہ خیر گذری کہ ان کے تیغ کمر نہیں ہے

نہیں ہے اے شعلہ بات خالی کہیں لیجاتا ہے یہ نکلکر
جو دل کو پہلو میں ڈھونڈھتا ہوں تو پاتا وہ وہ جگر نہیں ہے

جان دیتا ہے چھیڑ دل لگی کی — رونا اک بات ہے ہنسی کی
دیکھیں نکلے گی کس کے جی کی — پھر اُن کو تلاش ہے چھری کی
محشر میں بھی آکے بات کھولی — سنتا نہیں یہاں کوئی کسی کی
۱۵ زخموں تاہے وہ نمکداں — دیکھو کہیں بات ہو نہ پھیکی
دوزخ واعظ کو ہمکو جنت — اللہ نے خوب منصفی کی
اس کا کوئی مدعا بتاؤ — ہے خط پہ جو مہر مدعی کی

گر محفلِ میکشاں میں آئیں ۔۔۔ شیخی نکلے گی شیخ جی کی

شعلہ جب تک کھلے نہ جوہر
ہوتی نہیں قدر آدمی کی

کہا تھا کیا جو ہوئے تم خفا سنو تو سہی ۔۔۔ تو آؤ جانے دو بیٹھو ذرا سنو تو سہی
یہ اختیار ہے مانو نہ مانو پر کچھ تو ۔۔۔ ہمارے دل کا ذرا مدعا سنو تو سہی
عدو سے کہتے تھے کیا بات پھر کہو تو سہی ۔۔۔ ۵ ۔۔۔ نکالی آپ نے یہ کیا حیا سنو تو سہی
وصال میں ترے انداز کیا کہوں تجھسے ۔۔۔ وہ کس طرح سے کہ ٹھیرو ذرا سنو تو سہی
یہ بات جانے دو کسنے بھرے تمہارے کان ۔۔۔ کہو ہماری بھی پھر خدا سنو تو سہی
سنی کسی نے کہا اور کسی نے دیوانہ ۔۔۔ تمہارے واسطے کیا کیا سنا سنو تو سہی
خدا کیواسطے دامن نہ ہاتھ سے جھٹکو ۔۔۔ یہ کس سے وعدہ ہے جلدی ہے کیا سنو تو سہی

۱۰ جو آئیں حضرت ناصح تو آنے دو شعلہ
بھلا یہ دیکھیں وہ کہتے ہیں کیا سنو تو سہی

حسرتِ زخم سے پھر بھی نہ ہوا دل خالی ۔۔۔ کر چکا لاکھ نمکداں ترا پسلی خالی
کرکے پہلو کو چلا شوخ شمائل خالی ۔۔۔ کیوں نہ حسرت میں کروں کس طرح دل خالی
جسم سے رخصتِ جاں ہے کہیں جلدی آؤ ۔۔۔ لیلیٰ روح کئے دیتی ہے محمل خالی
بوسۂ خال کے وعدے پہ لیا تھا تم نے ۔۔۔ بہانہ میں جو نکہ دو کیا لیکے کروں دل خالی
تیری درگاہ سے محروم نہیں ہے کوئی ۔۔۔ ۱۵ ۔۔۔ تیرے دروازہ سے پھرتا نہیں سائل خالی
اسکی جلوت ہی جو منظور تو دل ور سے پھر ۔۔۔ کب ہوا شیشۂ مے بزم میں داخل خالی
صدقے قرباں تمہارے نگہ بد سے کے لئے ۔۔۔ چاند سے رخ پہ لگا لیجئے اک تل خالی

آرزوؤں کا بُرا ہو کہ کبھی جی نہ بھرا
مر گیا پر نہ تمنا سے ہوا دل خالی

کاندھا دینے کوئی آیا ہے جنازہ کے قریب
ہوتے جاتے ہیں جو تابوت کے حامل خالی

ہر نفس آمد و شد لب پہ ترے ذکر میں ہے
صورتِ دانۂ تسبیح ہوا دل خالی

اُس کو کیا روؤں کہ آنا نہیں آسان اُن کا
دل کیا تھا یہاں رو رو کے بمشکل خالی

یاد تیری ہے ترا ذکر تصور تیرا
مشغلے سے کبھی رہتے نہیں غافل خالی ۵

ہر نفس رفعِ کدورت ہے گھڑی بھر ٹھہرو
کرنے دو شیشۂ ساعت کی طرح دل خالی

جسم سے فرقتِ جاں کوئی نئی بات نہیں
ایسے لاکھوں کئے اس لیلیٰ نے محمل خالی

پھوٹ کر ہستیٔ کم ظرف پہ کیا کیا رویا
نظر آتا جو حبابِ لبِ ساحل خالی

شاہدِ حسن ہوا عینِ تغافل میرا
تیرے جلوہ سے نہیں پردۂ حائل خالی

ہائے اندھیر پہ تغیّر جلانے کو مرے
حکم ہوتے ہیں کہ ہو شمع سے محفل خالی ۱۰

تپشِ دل نے تہِ تیغ تڑپنے نہ دیا
مجھ پہ سو بار پڑا خنجرِ قاتل خالی

کام کیا آئیں گے پیوستہ زباں لے شعلہ
کیا کیا کرتا ہے بیٹھا ہوا غافل خالی

جنوں کا سلسلہ زیرِ پردہ نکلا حسنِ پنہاں سے
حجابِ یار رسوا ہے مرے چاکِ گریباں سے

چلے ہیں پانو باہر دورۂ گردونِ گرداں سے
ترے وحشی کا جی گھبرا گیا تنگیٔ میداں سے

دل و جان و جگر گل کے ٹپکے چشمِ گریاں سے
یہاں تو خانماں کے خانماں ڈوبے ہیں طوفاں سے ۱۵

نچوڑا ابھی خونِ کشتگانِ تازہ داماں سے
چلو دیکھیں وہ باہر آ گئے محشر کے میداں سے

سحر اُٹھتے ہی اُن کے ہو گئی چاکِ گریباں سے
مرا داغِ جگر ہم خواب تھا خورشیدِ تاباں سے

جلا سارا بدن لے شعر و بیاں سوزشِ جاں سے
لگی ہے آگ اس گھر میں چراغِ زیرِ داماں سے

سیہ خانہ ہو کب روشن طلوع مہر تاباں سے — سحر ہو وہ ہی دست و گریباں شام ہجراں سے
جنوں نے بے سر و ساماں نہ رکھا تا دم آخر — کفن کے کام آیا جو بچا ٹکڑا گریباں سے
نظر کا ٹھہرنا آساں نہیں رخ پہ کوئی پوچھے — ترے نظارہ کی دشواریوں کو چشم حیراں سے
عدم والوں کو بھی دکھلا نہ دینگے جینے کی کیفیت — بچا کر کوئی دن کی زندگی گر لیگئے یاں سے
نظر نیچی کرو بہر خدا اب خط نکل آیا — کسی شے کو کبھی اونچا نہیں کہتے قرآں سے ۵
رہا عیش وصال یار یاں حسرت ہی حسرت میں — ملا ہے مجکو لطف زندگی مرنیکے ارماں سے
تصور پر وہ پائے چشم پر تصویر کھینچے ہے — بنائی ہے عجب کلک مصور موئے مژگاں سے
نہیں کھلتا ہوا کیا دست وحشت تیری غیرت کو — گلا گھٹنے لگا عاشق کا تنگی گریباں سے
غلط ہے یہ کہ خوف خونبہا سے گھر میں چھپ بیٹھے — مگر ہاں پاک دامن بنگئے خون شہیداں سے
سوار حسن آتا ہے کوئی او دیدہ مجنوں — ہٹا دے نقش پائے ناقہ لیلیٰ بیاباں سے ۱۰
مثال بوئے گل چھوٹی نہ ہم سے الفت گلشن — ہوا پر آشیاں باندھا اگر اٹھے گلستاں سے
جراحت زا تری شیریں کلامی تھی دم بسمل — ہوئے ہیں زخم کیسے ہیرہ شور نمکداں سے
دم تحریر خط کیا کیا خجالت نامہ بر سے ہے — ورق سادہ ہی رہجاتا ہے دھلکر چشم گریاں سے
خدا کیواسطے اب چاک سینہ کی اجازت دو — دل وحشت زدہ گھبرا گیا تنگی میداں سے
اٹھا لے دست رحمت سے نظر اپنی بخشش کی — دبا جاتا ہوں میں زندہ ہیں پر بار عصیاں سے ۱۵
وہ خنجر لیکے آئے اور یہاں میں اٹھ نہیں سکتا — نقاہت کچھ زیادہ تر گراں ہے سختی جاں سے
عزیز و جذبہ یعقوب کی تاثیر الٹی ہے — محبت ہو گئی گھر کیطرح یوسف کو زنداں سے
نکالو آرزو کی لاش رکھکر دوش ارماں پر — کفن دو حسرت مردہ کو عاشق کے گریباں سے
تغافل اسقدر کیا کوئی شان دلربائی ہے — نہیں کچھ فائدہ بھی ہے مری بیتابی جاں سے

کھلا جاتا ہے راز عشق کیا کرتے ہو اے شعلہ
ادھر دیکھو تو رونے کی قسم لو چشم گریاں سے

غیر پر چشم عنایت کیسی — یہ اشارت یہ کنایت کیسی
خوب کہہ لیجئے ہم بھی چپ ہیں — شکر کی جا ہے شکایت کیسی
تیر و خنجر سے ذرا کام تو لو — چشم و ابرو کی حمایت کیسی
طور پر تم ہی تو تھے جلوہ فگن — ۵ — بات سچ ہو تو روایت کیسی
جو نکلتا ہے قیامت قد ہے — ان بتوں کی ہے ولایت کیسی
قتل ناحق کا تو فتوے مجھ پر — غیر کے حق میں رعایت کیسی
جور ہوتے ہیں کرم کے بدلے — پھر گئی چشم عنایت کیسی
سن تو لو میری شب ہجر کی بات — قصہ کیسا ہے حکایت کیسی
اشک آتا ہی نہیں آنکھوں میں — ۱۰ — کر گیا دل میں سرایت کیسی
مصحف رخ پہ نکل آیا خط — پڑھ گئی اور یہ آیت کیسی
کچھ کھلی چاہئیں آنکھیں آخر — حسرت مرگ نہایت کیسی
حضرت ناصح یونہیں رہنے دو — دل نہ دینے کی ہدایت کیسی
نہ کہوں میں تو تمہارا کیا زور — نہ سنو تم تو شکایت کیسی
وعدہ اک وقت کا کر جائیگا — ۱۵ — ابتدا اور نہایت کیسی

شعلہ کیوں کرتے ہو ٹکڑے ٹکڑے
دل کے دینے میں کفایت کیسی

بیٹھتے اٹھتے خیال نوک مژگاں چاہئے — کروٹیں لیتے کو ہر پہلو میں پیکاں چاہئے

دلکو پہلو میں بھی کچھ وحشت کا ساماں چاہئے
سینہ کے اندر ہی چھوٹا سا بیاباں چاہئے

وصفِ دست و پا میں ذکرِ قدِ جاناں چاہئے
مصرعِ موزوں کا ہر ایک لفظ پیچاں چاہئے

عاشقوں کو کیا خیالِ کفر و ایماں چاہئے
بت بنانیکے لئے خاکِ مسلماں چاہئے

سختجانی کیلئے کیا تیغِ براں چاہئے
عمر کا کٹنا بہ مشکل ہے کہ آساں چاہئے

۵
تم کو پہلو میں بٹھاؤں بیٹھنے سے پیشتر
درد کا اٹھنے سے پہلے کوئی درماں چاہئے

خود پھروگے دیکھ لینا تم تو مجکو ڈھونڈتے
حشر میں ملنے کا کس کو عہد و پیماں چاہئے

گر یہی دیدار بازی ہے عدو سے بے حجاب
آنکھ میں کوئی نگاہوں کا نگہباں چاہئے

باعثِ آسودگی ہے خانہ ویرانی مری
در ہی جب گھر کے نہیں ہے کسکو درباں چاہئے

ہر نفس چلتا پڑا ہے کارواں روح کا
ہر گھڑی مثلِ جرس یاں لب پہ افغاں چاہئے

۱۰
بت پرستی جب تلک ہو تب تلک ہو زندگی
صورتِ زنار گردن میں رگِ جاں چاہئے

پُر جلوہ پردہ پردہ آئینہ خانہ سے
دیدۂ بینا تری صورت پہ حیراں چاہئے

چرخ کیسا گریہ کس کا نوح کی کشتی کہاں
اک نہ اک ہر روز میرے سر پہ طوفاں چاہئے

بوسۂ لب کیوں نہ وقتِ قتل ہو لذت فزا
پُر نمکیں زخم سے پہلے نمکداں چاہئے

تا سخن سمجھی میں بھی مشغلہ رہیں مضمونِ گرم
کچھ لگی ہو ہونٹوں سے اور آہ سوزاں چاہئے

۱۵
اس نقاہت پر جنوں طوفِ بیاباں چاہئے
ہاتھ میں رومال کے بدلے گریباں چاہئے

آنکھ لگتے ہی خیالِ زلفِ پیچاں چاہئے
نیند سے پہلے مجھے خوابِ پریشاں چاہئے

خط بھی زیبِ مصحفِ رخسارِ جاناں چاہئے
کچھ نہ کچھ ملتا ہوا صورت سے قرآں چاہئے

چٹکیاں لیتا ہوا سینہ میں پیکاں چاہئے
کوئی تو حالِ دلِ مضطر کا پرساں چاہئے

رنگ لایا صورتِ لالہ مرا عشقِ جنوں
داغ ہم آغوشئ چاکِ گریباں چاہئے

آپ ناحق کیوں بناتے ہیں سرِ ابرو پہ تل
کون کہتا ہے درِ کعبہ پہ درباں چاہئے

حسرتِ نظارہ مژگاں کی تراوش کیلئے
آنکھ میں دل چاہئے اور دل میں ارماں چاہئے

تو ہی آتا ہی یہاں تک ورنہ آتی ہی اجل
بیوفا کوئی تو وعدہ سے پشیماں چاہئے

پھر مضمونِ قیامت وصفِ قامت ہی ضرور ۵
ایک مصرعہ دوسرے مصرعہ سی چسپاں چاہئے

کہتے پھرتے ہیں وہ مقتل میں ضیافت کیطرح
زخم کس کو چاہئے کس کو نمکداں چاہئے

ہاتھ خالی چلدئے کیا طے کریں راہِ عدم
ہر سفر میں ایک دو منزل کا ساماں چاہئے

قتل سے کیا غم جنوں کو سر نہیں سودا تو ہی
دستِ وحشت کے لئے خالی گریباں چاہئے

شعلہ کچھ تم ہی پڑھو بزمِ سخن سنسان ہی
اس چمن میں کوئی تو بلبل خوش الحاں چاہئے

سر جو قدموں سے پڑا آگے ہے ۱۰
کس کا نقشِ کفِ پا آگے ہے

عشق بت حد ہی مجازی کے لئے
اس سے بس اور خدا آگے ہے

جاکے دل کوچۂ گیسو میں پھنسا
یہ نہ سوجھا کہ قضا آگے ہے

دمِ رفتار پکارا فتنہ
ہاں مزارِ شہدا آگے ہے

گو رہے ملک عدم کا رستہ
منزلِ روح فزا آگے ہے

دل کہاں خط سی چلا سوئے ذقن ۱۵
دیکھتا بھی ہے کہ کیا آگے ہے

قصۂ سوزشِ دل سب سن لو
اس کہانی میں مزا آگے ہے

ہائے واماندگئ عشق نہ پوچھ
خاکِ مجنوں سے ہوا آگے ہے

جوششِ شوق نے پابوس کیا
کہ اثر سے بھی دعا آگے ہے

تیر کیا ڈھونڈتے ہو پہلو میں — اور بھی اس سے ذرا آگے ہے
روچکے خوں مگر آنکھوں سے — پھر وہی رنگ حنا آگے ہے
یہاں یہ لب پر ہو وہاں پر ہاتھ — گویا نالہ سے صدا آگے ہے
تیرے دربار میں کچھ فرق نہیں — بادشاہوں سے گدا آگے ہے
حسرتیں ہیں پسِ تابوت رواں — بیکسی اہلِ عزا آگے ہے ۵
اور کیا پیشکش وحشت ہو — اے جنوں جیب و قبا آگے ہے

بیخودی میں ہی رہا اے شعلہ
بے خبر دارِ فنا آگے ہے

تمہارے بسمل بیتاب جانے کیا کرتے — نمک جو زخم میں ہوتا تو ہاں مزہ کرتے
بتوں کا عشق نہ کرتے تو کیا برا کرتے — جو ایک کونے میں بیٹھے خدا خدا کرتے
یہ شکوہ کا ہیکو یہ گلا کرتے — تجھے بھلا جو نہ کہتے تو کیا برا کرتے ۱۰
لیے تھے دل کی عوض بوسہ غیر سے کیا ذکر — حساب دل کا تھا دل میں سمجھ لیا کرتے
یہی تھی خیر کہ ہم تھے نہ قابلِ بخشش — وگرنہ حشر میں کیا جانے جانے کیا کرتے
کوئی جگہ نہیں دیتا بغل میں دشمن کو — جو دل ہی کام کا ہوتا تو کیوں جدا کرتے

بگاڑی حضرتِ شعلہ نے آپ کی عادت
سکھاتے طرزِ وفا اور نہ بے وفا کرتے

دل کی اک حرف و حکایت ہو یہ بھی نہ سہی — گر میری بات میں کچھ بات ہو یہ بھی نہ سہی ۱۵
عید کو بھی وہ نہیں ملتے ہیں مجھ سے نہ ملیں — اک برس دن کی ملاقات ہو یہ بھی نہ سہی
دل میں جو کچھ تمہارے نہیں پنہاں مجھ سے — ظاہری لطف و مدارات ہو یہ بھی نہ سہی

زندگی ہجر میں بھی یونہیں گذر جائیگی
وصل کی ایک ہی تو رات ہے یہ بھی نہ سہی

میری تربت پہ لگائے نہیں ٹھوکر نہ لگاؤ
یہی بس اُن کی کرامات ہے یہ بھی نہ سہی

کاٹ سکتے ہیں گلا خود بھی نہ کیجے ہمیں قتل
آپ کے ہاتھ میں اک بات ہے یہ بھی نہ سہی

عوضِ خونِ جگر بادۂ گلرنگ تو ہو
اور یہاں یہ بھی مساوات ہے یہ بھی نہ سہی

۵ قتل قاصد پہ کمر باندھی ہے شعلہ اُس نے
خط کتابت کی ملاقات ہے یہ بھی نہ سہی

کہاں ہے حشر جو پرسش ہو مدعا کے لئے
خموش رہنے دے ہے لئے ہمنفس خدا کے لئے

مریضِ عشق کو کیوں فکر ہو شفا کے لئے
یہ درد وہ ہے جو ملتا نہیں دوا کے لئے

تڑپ لئے جاؤں میں دمِ نالۂ رسا کے لئے
کسی کا ڈر نہ ہو گر عمر ہے وفا کے لئے

خدا سے مانگ رہا تھا تمہیں جفا کے لئے
قدم اٹھے اُٹھ کر مری دعا کے لئے

۱۰ نشانِ خاک نشینی ہے بے نشاں ہونا
کہ سر بلندی ہے مٹنا ہی نقشِ پا کے لئے

یہ خبر تھی کہ جو پردہ میں بھی کلیم سے بات
کسے تھی تاب نظر حسن پر ملا کے لئے

جو چھیڑا نالہ چلا شور رسا ز حسن ہوا
وہ آئے پردہ سے باہر مری صدا کے لئے

جدھر کو چاہے نکل جائے روح قالب سے
بہت سے رستے ہیں اک کوچۂ فنا کے لئے

اگر نہیں نہ سہی میں وفا شعار مگر
بھلا نہیں تو بُرا بھی نہیں جفا کے لئے

۱۵ کہاں کہ کعبہ نہ آجائے آستاں کے قریب
سمٹ رہی ہے زمیں تیری جبہ سا کے لئے

زمانہ کہتا ہے اک دن قیامت آئے گی
تمہارے وعدے تو ہوتے نہیں وفا کے لئے

اُسی کو فکر ہماری بھی منعم ہو گی
جو روز بھیجتا ہے کاسہ گدا کے لئے

چلے ہیں جان و جگر لب پہ رہ گیا نالہ
رکا نہ قافلۂ اہلِ دل درا کے لئے

رہے نہ حشر میں دعووں کی تا خصوصیت
رواج جور کرو عذر خوں بہا کے لئے

نہیں ہے سینہ میں دل ہاں مگر قفس میں گڑی
گرہ پڑی ہے تمہارے تیر دلکشا کے لئے

نظر میں نور ہو دل میں سرور جسم میں جان
جو منہ کھلے بھی تو سو پردہ میں حیا کے لئے

الٰہی خیر ہو امید مرگ بھی نہ رہی
کہ مشورے ہیں عدو سے مری سزا کے لئے

ذرا تو چھیڑ کے دیکھو مری سخن سنجی
میں ساز نغمہ ہوں طوطی خوش نوا کے لئے ۵

رہے نہ دل میں اگر شعلہ سرکشی و خودی
تو شمع سے ہے حرم خاص کبریا کے لئے

یہاں وہ ہاتھ نہیں جو اٹھیں دعا کے لئے
لب خموش کھلے کس کی التجا کے لئے

نہیں ہے دم کے بھی لینے کی ہمنفس فرصت
حباب ابھرا ہے دریا میں کس ہوا کے لئے

جنوں میں جوڑ رہے ہیں ورق ورق دل کا
یہ برگ گل نئے نکلے تری قبا کے لئے

بلند رتبہ ہیں کیا کیا تمہارے کشتوں کے
زمین عرش سے اتری ہے کربلا کے لئے ۱۰

بڑھے نہ گرمی گفتار حضرت موسیٰ
چراغ طور کو ٹھنڈا کرو خدا کے لئے

ہزار فتنے سمائے ہیں فتنہ گر اس میں
جگہ کہاں ہے تری آنکھ میں حیا کے لئے

دل مریض اجازت دے چاک سینہ کی
جو دم گھٹے ہے تو در کھول دوں ہوا کے لئے

بتوں کی گھات بری ہے کہاں ہو حضرت دل
بچائے رہیے گا ایمان کو خدا کے لئے

بنو نہ تم مرے دشمن عدو کے دوست سہی
لگا تو رہنے دو کچھ سلسلہ جفا کے لئے ۱۵

گرا ہوں چشم بتاں سے تمہاری الفت میں
اجل کی طرح اٹھا لو تمہیں خدا کے لئے

مجھے چھپاتے ہیں کس پردہ داری سے احباب
یہ کون آیا کہ پردے تنے قضا کے لئے

دم سوال جو حیرت سی چھا گئی مجھ پر
تمہارے بوسے تمہیں آئینہ دکھا کے لئے

ہمارا چاک گریباں تو تا بدامن ہے
اب ہاتھ کانپتے ہی ہیں تری قبا کے لئے

میں آؤں بزم میں کیونکر تمہارے حکم بغیر
کہ دستِ شمع میں پروانہ ہے صبا کے لئے

وفا نہ ہو نہ سہی لطفِ انتظار تو ہے
ابھی سے مرتے ہیں ہم وعدۂ جزا کے لئے

وہ نغمہ سنج ہوں منقار سے نکل آئی
زبانِ بلبلِ سدرہ کی مرحبا کے لئے

کسی کی تیغ کے اقبال نے اڑایا سر
۵
یہاں جگہ ہی نہیں سایۂ ہما کے لئے

قلم کو صاف لکھا ہے نشان دمِ تحریر
دہن کو چھوڑ دیا غیب کی ندا کے لئے

تری نظر میں نہیں شیخ و برہمن میں فرق
ہے ایک جلوہ ترا غیر و آشنا کے لئے

پیو بھی شوق سے شعلہ کہاں کا تقوی ہے
شراب رنگ ہے ناموس پارسا کے لئے

دشت میں رونے سے گر میرے تری ہو جائے
شاخِ آہو جسے کہتے ہیں ہری ہو جائے

نجد میں جا کے جو روؤں تو تری ہو جائے
۱۰
بیدِ مجنوں کی ہر اک شاخ ہری ہو جائے

اڑ چلی رخ پہ ترے زلف پریشاں تیری
اک تماشا ہے یہ ناگن جو پری ہو جائے

ڈھانپ کر منہ جو کفن میں ترا کشتہ رو دے
نخلِ تابوت کی ہر شاخ ہری ہو جائے

ہوش اڑ جائینگے مضمون لکھوں میں خط میں
رفتہ رفتہ نہ کبوتر بھی پری ہو جائے

سرد مہری بتاں کا جو اثر ہو شعلہ
کوہِ طور ایک برس کوہِ مری ہو جائے

شامت میں پھنسے ہائے نہ تقدیر کسی کی
۱۵
اللہ نہ ہو زلف گلوگیر کسی کی

آیا کوئی دامن کو ہلانے سوئے تربت
تعویذِ لحد کرتا ہے تصویر کسی کی

کیوں طور کی باتوں پہ عبث ناز ہو موسیٰ
ہم بھی تمہیں سنوائیں گے تقریر کسی کی

اے چرخ جفاکار کو بھی میری قسم ہے
مت بانیو اے نالہ شبگیر کیسکی

شعلہ کی دم ذبح بھی آنکھیں نہوئیں بند
تکتا رہا صورت دم تکبیر کیسکی

تم دل کو جلاکے اور رُلا کے
جاتے ہو کہاں لگا بجھا کے

گور شہد ابچا بچا کے
دامن کو چلو ذرا اُٹھا کے

انسان کو بھی پری بنا یا
صدقے اس شان کبریا کے ٥

تھی الفت جسم خاک آخر
لو روح چلی ہوا بتا کے

گیسو نہ بنا بگاڑو
پچتاؤگے ان کو سر چڑھا کے

محشر میں بھی سرمہ در گلو ہیں
کشتہ تری چشم سرمہ سا کے

ساغر سے ملا کے لب بگاڑا
کمظرف کو تم نے منہ لگا کے

مرنا ہو جائے اک تماشا
تم بھی ساتھ آؤ گر قضا کے ١٠

پایا تجھے کھو کے ساری ہستی
ہم کھوئے گئے ہیں تجھکو پا کے

اے بار گناہ کر سبکدوش
رکھدینگے جنازہ یار اٹھا کے

ان سبزہ خطوں کو دل نہ دیجے
شعلہ سو رہئے زہر کھا کے

ہو کلائی کے لچکنے کا تمہارے ڈر مجھے
ہیں گلا خود کاٹ لونگا لائیے خنجر مجھے

کیا خیال رونے تمکیں نے رکھا مضطر مجھے
دیکھئے زخم تیغ رلایا خوب ہنس ہنس کر مجھے ١٥

داغ کھانے پر رکھا ہی عشق نے نوکر مجھے
میرے آقا نے دیا ہے خلعت پُرزر مجھے

تھا اگر عشق بتاں میرے مقدر کا لکھا
دیکھئے بدلے بھی ملا ہوتا کوئی پتھر مجھے

ساقیا طرزِ تکلف دو گستاخی معاف | ایک سے ہوتا ہی کیا دو چار دے ساغر مجھے

اس قدر شعلہ بندی شوق پریروی ہوا
لے اڑا تخت سلیماں کی طرح بستر مجھے

جو ذبح کرنے پہ آمادہ مرے تو ہو جائے | ہر ایک عضو سمٹ کر رگ گلو ہو جائے
دکھاؤں گلشن فردوس کی بہار ہمیں | جو داغ سینۂ سوزاں میں رنگ و بو ہو جائے
اگر ہو گرم فغاں میرے ڈھنگ سے بلبل | ۵ | چمن ہو خشک نسیم بہار لو ہو جائے
نکل کے اشک جو آجائے آنکھ سے باہر | دُرِ یتیم کی کوڑی کی آبرو ہو جائے

یہ عشق ایسی بلا ہے کہ جس سے دا سے شعلہ
جگر کے ٹکڑے ہوں پہلو میں دل لہو ہو جائے

کون بیتاب جسے جلوۂ رخسار کی ہے | دھوم میں ہی دھوم فقط حشر میں دیدار کی ہے
مجھ سے پوچھ کشش ابرِ مژۂ خونبار کی ہے | دل پہ کچھ چوٹ اچٹتی ہوئی تلوار کی ہے
اور کس دل میں جگہ زلف سیہ کار کی ہے | ۱۰ | میرے گھر میں ہی گر قدرِ شبِ تار کی ہے
خواہشِ مرگ بجا مرگ طلب گار کی ہے | وہی اچھا ہے جو مرضی ترے بیمار کی ہے
کیا اٹھیں حشر میں ہم منزلِ ہستی کے تھکے | وہ چلے جائینگے طاقت جنہیں رفتار کی ہے
دلِ پُر داغ میں ہے کوچۂ جاناں کا خیال | یاں دمِ سرد ہوا خلد کے گلزار کی ہے
نغمہ سنجی چمن دام میں کام آہی گئی | قدر صیاد کو مرغانِ گرفتار کی ہے
دلِ ناداں بت عیار سے امید وصال | ۱۵ | ایک بوسہ پہ تو نوبت وہاں تکرار کی ہے
بھر لیا دامن نظارہ کو جا جا حسن سے | لوٹ سی لوٹ تری دولتِ دیدار کی ہے
داغ کو بھی ہے یہاں مرتبۂ حسن کمال | دل پہ تصویر ترے چاند سے رخسار کی ہے

شغل کیا فکر گنا ہوں کی تجھے روز جزا
اُس کی رحمت ہو کہ مشتاق گنہگاری ہو

غزلیات ناتمام

گلشنِ حمد میں گلبانگ ہو مضموں میرا		بلبلِ خلد سُنے نالۂ موزوں میرا
	ولہ	
ہم ہیں فقیر ہمکو تکلف سے کیا غرض		دو ہاتھ جب ملا لئے اک جام ہو گیا
	ولہ	
نقش دیوار میں ہوا در کا		اشک نقشہ مٹائیں گے گھر کا
پاس ہے دامنِ ستمگر کا	۵	ورنہ کیا انتظار محشر کا
تیر میں باندھتے ہو میرا خط		کیا کبوتر بناؤ گے پر کا
	ولہ	
سخت جانی کو ہے شکوہ خنجرِ بیداد کا		جب میں تڑپا ہاتھ کانپا تمہارے جلاد کا
کیا خرام ناز آفت ہے ستم ایجاد کا		روند ڈالا پاؤں میں طرّہ سرِ شمشاد کا
کھو یا جانا اک جہاں ہے تیرا پا لینا یہ ہے		بھول جانا آپ کو آنا ہے تیری یاد کا
تھے اگر جنت میں آدم ہم بھی جائینگے وہیں	۱۰	باپ کے ترکہ پہ کیونکر حق نہ ہو اولاد کا
	ولہ	
تو ہے وہ خورشید رو غش تجھ پہ موسیٰ ہو گیا		ایک ہی ٹھوکر میں کوہِ طور سرما ہو گیا
پردہ داری میں تمہاری کتنے خنجر پڑ گئے		پردۂ کمخواب جالی کا دوپٹا ہو گیا

بعد مردن لاش پر آکر وہ بت کہنے لگا
نامرادوں کو مرے خدا کیا ہو گیا

ولہ

ہے الفتِ ابرو میں جو کاہیدہ تن اپنا
سایہ کسی تلوار کا ہوگا کفن اپنا
اُس منہ کی کریں بات ذرا منہ کو تو تولیں
غنچوں سے کہو صاف تو کر لیں دہن اپنا

ولہ

مژدہ اے جانِ حزیں لے ستم ایجاد آیا
ہاں مبارک سرِ شوریدہ وہ جلاد آیا
پہونچے جب شہرِ خموشاں میں وطن کی سوجھی
دیکھا جب گورِ غریباں کو تو گھر یاد آیا ۵
حیف اے عمر کہ آخر ہوئی امید ہی میں
خوش نہ تیرا وعدہ کہ اب تک نہ تجھے یاد آیا

ولہ

ابروؤں پر قطعِ ربطِ جسم و جاں ہو جائیگا
فیصلہ ہوگا جو خنجر درمیاں ہو جائیگا
قافلہ روحِ رواں کا جب رواں ہو جائیگا
جسم بھی اک دن غبارِ کارواں ہو جائیگا
آبرو جاتی رہے گی رحم کر بارِ گناہ
یار رکھدیں گے اگر لاشہ گراں ہو جائیگا
ظلم ہے پیرِ فلک کا اب جوانوں کی طرح
آسماں کیا ہوگا جسدن نوجواں ہو جائیگا ۱۰

ولہ

کب موسمِ گل میں مجھے خفقاں نہیں ہوتا
کب دستِ جنوں میں یہ گریباں نہیں ہوتا
دل آپ کے دیوانوں کا کاہیکو لگیگا
سنتے ہیں کہ جنت میں بیاباں نہیں ہوتا
کیا زیست دوروزہ کے لئے آئے عدم سے
اس جینے میں مرنے کا بھی ساماں نہیں ہوتا

کیا دیکھتے ہو میری طرف حضرتِ شعلہ
کچھ دل کا لگانا بھی تو آساں نہیں ہوتا

ولہ

قدر دیکھو سرو سے رشکِ منور آفتاب
آ گیا ہے کیا سوا تیرے کے اوپر آفتاب

روبرو آیا ترے آئینہ بنکر آفتاب
ہے مقرر اپنے طالع کا سکندر آفتاب

حسن روز افزوں سے ہے ہر ایک دلبر آفتاب
آسماں پر ایک ہے اور یاں ہے گھر گھر آفتاب

کوں سے مہ نے کیا آپکا وعدہ شام کو
جھاڑتا پھرتا ہے صبح سے مرا گھر آفتاب

ولہ

کیا بلا آئی ہے کسکے واسطے ساماں ہے آج
ایڑی تک چوٹی لٹک کاکل پیچاں ہے آج

۵ کل ہی بوسہ دینا کہا تو مصحفِ رخ کی قسم
درمیاں گویا ہمارے آپکے قرآں ہے آج

ولہ

میں اور نہ تم اور نہ دونوں کا خدا اور
تم ہو وہی بیجا وگے کیا روز جزا اور

کافر یہ ستم ہم بھی تو بندہ ہیں کسی کے
اے دشمنِ دیں سمجھا ہے کیا اپنا خدا اور

ولہ

اشکوں میں آیا سینۂ پرداغ سے لہو
آنکھوں نے سب نچوڑ لیا اس چمن کا رنگ

۱۰ اس رشکِ گل کے رخ سے مشابہ خدا کی شان
کیا ہے بہار کیا ہے چمن کیا چمن کا رنگ

اے روح چھوڑ الفتِ تن ورنہ بہت ہوئے
بگڑے ہی بگڑے وہ دہر و دہر نہ رہا ہے کفن کا رنگ

آجائے ہاتھ آپکا دامن تو دیکھنا
کیا گل کھلائیگا مرے دیوانہ پن کا رنگ

ولہ

رات بھر یوہیں رہا گر غمِ پنہاں مجھکو
صبح تک جینے نہ دیگی شبِ ہجراں مجھکو

ولہ

نہ دیکھو دیکھو مجھے دیکھ بھال لینے دو — تو ٹھہر جاؤ ذرا دل سنبھال لینے دو
نکالوں حسرتیں دل کی بلائیں لے لیکر — جو مجھکو ہاتھ میں زلفوں کے بال لینے دو
ابھی اٹھا دینگے ٹھوکر سے فتنۂ محشر — پر اُن کو ہاتھوں میں دامن سنبھال لینے دو
وہ کہتے ہیں مجھے چھیڑو نہ راہ میں شعلہ — اِدھر اُدھر تو ذرا دیکھ بھال لینے دو

ولہ

زبانِ خار وحشت پہ حدیث قیس و لیلا ہو — ۵ — جنوں فصلِ بہار آئی گریباں نذر صحرا ہو
جو آئے اشک مژگاں پر نہ کیونکر راز افشا ہو — یہ وہ قطرہ ہے جو آنکھوں سے گرتے گرتے دریا ہو

ولہ

حالت ہے پیش مرگ ہی دل کے جلن کی — ہے شمع کا فانوس کہ چادر ہے کفن کی

ولہ

تم چھپو شوق سے نظارہ میں رکھا کیا ہے — دل میں جب آ گئے پھر آنکھ کا پردا کیا ہے

ولہ

کرے ہے پہلو کو دل اور تن کو جاں خالی — یہ کون آیا کہ ہونے لگے مکاں خالی
ہیں مردمک سے مری چشم دُر فشاں خالی — ۱۰ — جو مال بیچ چلے کر گئے دوکاں خالی
لئے کسی نے تو انگیا کے پان کے بوسے — ہوئے ہیں کسکے تواضع میں خاصداں خالی

ولہ

اجازت دو دل جو نالوں کو مکانِ لامکاں پہنچے — اٹھا دل گر زمیں سر پر تو کاخ آسماں پہنچے
عذابِ جان ہوتا ہے لحد کا تنگ ہو جانا — بھلا مردہ کہاں لیٹے کہاں اٹھے کہاں پہنچے

ولہ

مجھکو پیٹے جو گلے سے مرے خنجر اُٹھے | خوں پیئے میرا اگر سینہ سے پیکاں نکلے
کیسے زاہد ہو کہ مرتے ہو بتوں پر شعلہ | تم تو واللہ عجب مرد مسلماں نکلے

ولہ

چشم تر نے جھڑی لگائی ہے | اب کے برسات خوب آئی ہے
دل میں آگ آہ نے لگائی ہے | دیدۂ تر تری دہائی ہے

ولہ

جب اشک سوئے چرخ چہارم نکل گئے | ۵ | تھا قہقہہ کہ حضرت عیسےٰ اچھل گئے
دیکھی تمہاری گیسوئے پیچاں کی جب لٹیں | سنبل کے پیچ ڈھیلے ہوئے بل نکل گئے

ولہ

اُن کا ناشاد بھلا جوروں سے کیا شاد رہو | جا کے جنت سے الگ کشتۂ بیداد رہے
قفس جسم کی پابند نہیں روح رواں | یہ وہ بلبل ہے کہ جو دام میں آزاد رہے
کون ہمسایہ میں بکھیرا تھا کہ شب بھر شعلہ | ہاتھ رکھے ہوئے منہ پر دم فریاد رہے

ولہ

ہم حشر میں بھی دل داغدار لیکے چلے | ۱۰ | تری سند ترے امیدوار لیکے چلے
ہماری آمد و شد مثل گل ہے دنیا میں | بہار لائے تھے بتلاؤ بہار لیکے چلے

رباعیات

کب رنگ قبول یہاں دعا نے چاہا | مرنا بھی مرا نہ بے وفا نے چاہا
کیا جور بتاں کی ہو شکایت شعلہ | ہوتا ہے وہی جو کچھ خدا نے چاہا

ولہ

ہر درد میں پائی جاں نوازی تیری
ہر زخم میں دیکھی چارہ سازی تیری
رحمت نے گناہوں کی بڑھائی ہمت
نازاں ہوں میں سن کے بے نیازی تیری

ولہ

میں لے تو چلوں تیری نگاہوں کو وہاں
پہونچے گا نہ کوئی پر گواہوں کو وہاں
محشر میں نہیں ہے جب حساب رحمت
پھر کون گنے گا گناہوں کو وہاں

ولہ

خالی کبھی فکر و کم و بیش سے نہ ہوئے
ہم کبھی سیر تیرے کرم سے نہ ہوئے ۵
وہ کون سے رحم تھے جو تو نے نہ کئے
وہ کون گناہ تھے جو ہم سے نہ ہوئے

ولہ

بیداد و جفا شعاری کب تک
بے جرم و گناہ کی روبکاری کب تک
آنکھوں کی بہت دنوں نظارت دیکھی
او زلف تری سر رشتہ داری کب تک

ولہ

اے شعلہ نہ غم نہ شادمانی ہوگی
پیری ہوگی نہ نوجوانی ہوگی
کیا آج ہے اور کے فسانے سنتا
کل تیری ہی زندگی کہانی ہوگی ۱۰

ولہ

اے شعلہ سرور عیش و مستی کب تک
تو کیا ہے بھلا یہ تیری ہستی کب تک
پیری میں شباب کیسی حسرت افسوس
اے مرد خدا یہ بت پرستی کب تک

ولہ

یوں مے کو چھپا چھپا کے پیو ہے حصول
اس زہد و ریا میں مرنے سے حصول

او توبہ شکن وہ آیا ابر رحمت ۔ ناحق توبہ کے روز کرنے سے حصول

ولہ

تخم غم و رنج آپ بو یا شعلہ ۔ اس دیدۂ تر نے پھر ڈبویا شعلہ
دل دیکھ ہی دلبر تو نے ملنے کی امید ۔ جو پاس تھا وہ بھی تم نے کھویا شعلہ

ولہ

بے جرم نہیں اگرچہ ہیں خوار و ذلیل ۔ ضامن ہے مرا نبی جو ہے امت کا کفیل
کیا فکر ہے پھر سزائے عصیاں کی مجھے ۔ ۵ ۔ رحمت ہے تری مرے گناہوں کی دلیل

ولہ

جب جلوہ خدا کا ہی ہمیں پیش نگاہ ۔ کعبہ کے لئے شیخ ہے ناحق گمراہ
وہ نور ہے آنکھ میں کہ دیکھا نہ کبھی ۔ وہ بت ہے نگاہ میں کہ سبحان اللہ

ولہ

بخشش کی امید ہے سیہ کاروں کو ۔ وہاں ملتا ہے بے طلب طلبگاروں کو
حقدار نہیں ہیں بے گنہ رحمت کے ۔ حصہ رحمت کا ہے گنہگاروں کو

ولہ

نے شمع کی فکر نے عصا کے پابند ۔ ۱۰ ۔ احباب و عزیز کا سہارا تا چند
آنکھیں سکئے بند کیا چلے جاتے ہیں ۔ سیدھا ہے رہ عدم نہیں پست و بلند

ولہ

ہستی کا نشاں مٹا چکا ہے کب کا ۔ دنیا سے قدم اٹھا چکا ہے کب کا
کاندھوں پہ جو ہر کسے لیے چلتے ہو تابوت ۔ او میاں دولہا سوار جا چکا ہی کب کا

وله

زحمت ہوگی توکل پہ زحمت ہوگی | رحمت ہوگی توکل پہ رحمت ہوگی
جو اوروں کو بخشیگا بخشے کا مجھے | کیا سب سے الگ مری قیامت ہوگی

وله

یہ ذلت و خستگی و خواری کب تک | ناموس کی ہائے پرداری کب تک
دل خون ہوا ہے فکر عقبے کے لئے | اے شعلہ تری شراب خواری کب تک

وله

کیا خلد میں ہوگی بت پرستی ایسی | ۵ | ہر روز سرور روز مستی ایسی
ہر چند بھرا ہے حوض کوثر لیکن | جنت میں کہاں شراب مستی ایسی

وله

اے شعلہ بنا ہی خوب دنیا اب تک | کیا غم ہے نہیں جو فکر عقبے اب تک
دیگا وہی ہے طلب جو دنیا ہے مدام | بخشے گا وہی کہ جس نے بخشا اب تک

وله

پروانہ کی رات بھر حکایات کہی | جل بجھنے کو عشق کی کرامات کہی
اے شعلہ جلا ہوں میں بھی برسوں شب و روز | ۱۰ | مجھ سے تو کہے شمع یہ کیا بات کہی

وله

غفار ہے بھول مت کرامت اپنی | مت چھوڑ مرے لئے تو عادت اپنی
میں کیا ہوں دکھاؤں منہ جو محشر میں تجھے | مت دیکھ مجھے تو دیکھ رحمت اپنی

وله

غفلت ہے یہ ہی تو کیا ہے بخشش کی دلیل
ناکامی دو جہاں ہے دل کی خواہش
ہر بات میں دیر ہے ہر اک کام میں ڈھیل
لے شعلہ ہوئے ہوس نکمے کے وکیل

ولہ

یارب غم دل مٹانے والا تو ہے
کیا فکر گناہ گر ہے بخشش تیری
بگڑی کو مری بنانے والا تو ہے
کیا غم ہے اگر بچانے والا تو ہے

مخمس بر غزل حکیم مومن خاں صاحب مومن دہلوی

آنکھیں لڑا کے اک بت رشک پری سے ہم
بیزار یاں تلک تو ہوئے عاشقی سے ہم
۵ منہ ڈھانپ ڈھانپ چھپتے ہیں کس بیکسی سے ہم
ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہو گئے لاچار جی سے ہم

غیروں میں کیا ہے جن سے کہ ہے اسقدر وفا
صاحب تو کوئی قصور ہمارا کوئی خطا
اور ہم میں کیا برائی ہے کیوں ہم سے ہو خفا
ہم سے نہ بولو تم اسے کیا کہتے ہیں بھلا
۱۰ انصاف کیجے پوچھتے ہیں آپ ہی سے ہم

سینہ میں دل الجھتا ہے کچھ دل ہے ناصبور
لائیگا رنگ ایکبھی دیوانہ پن ضرور
ٹکڑے ہوئے ہیں جیب کے وحشت کا ہے فتور
کیا گل کھلیگا دیکھئے ہے فصل گل تو دور
اور سوئے دشت بھاگتے ہیں کچھ ابھی سے ہم

آیا تھا کون یاں جو کلیجہ بٹھا گیا
پہلو میں آج اور ہی کچھ سے سما ملا
جان حزیں پکار رہی ہے خدا خدا
۱۵ کیا دل کو لے گیا کوئی بیگانہ آشنا
کیوں اپنے جی کو لگتے ہیں کچھ اجنبی سے ہم

تھا کونسا وہ روز جو ہم پر کرم ہوا
ہم کو تو خاک ہی میں ملاتا رہا سدا
اور کب ہمارے واسطے کی غیر پر جفا
منہ دیکھنے سے پہلے ہی کس دن صفا نہ تھا
بیوجہ کیوں غبار رکھیں آرسی سے ہم

کیا جان ایسے لوگوں پہ ہم خستہ حال دیں
ان آتشیں رخوں پہ نہ کیوں خاک ڈال دیں
اے شعلہ جو عدو کے لئے گھر سے ٹال دیں
لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دیں ۵
مومن نہیں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم

مخمس بر غزل رند لکھنوی

ہے لطف جب کہ سینہ ہو ماتم سرائے دل
پھر ہے مزہ جو ہجر کے صدمے اٹھائے دل
اور ہو رہی ہو پہلوؤں میں کچھ ہائے ہائے دل
آئے نہ میری جان کسی پر جو آئے دل
کچھ مشغلہ ضرور ہے آخر برائے دل

کھٹکا لگا ہوا تھا کسی کا تھا انتظار
بیٹھا کبھی اٹھا کبھی تڑپا میں بار بار
سنبھلا نہ دل سنبھالے سے تدبیر کی ہزار ۱۰
آیا کسی طرح سے نہ فرقت میں جب قرار
لپٹا رہا میں ہاتھ کے نیچے دبائے دل

تیرے ہی واسطے تو ہیں دنیا سے بے خبر
تیرا ہی دل ہے تیری ہی جاں تیرا ہی جگر
تیرے لئے ہی رنج اٹھائے ہیں عمر بھر
تیرے بغیر کس کی تمنا کرے بشر
تو آرزوئے جاں ہے تو مدعائے دل ۱۵

کلیوں کا کچھ خطر ہے نہ کچھ خوف باغباں
نالے وہ کھینچئے کہ چمن سے اٹھے دھواں
جی کھول کھول روئے خالی ہے گلستاں
آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں

تو ہائے گل پکاریں چلاؤں ہائے دل

شعلے نے تم سے پہلے ہی دیکھو کہا نہ تھا
تم ہی کہو کہ اس کے سوا اور کیا ہوا

حضرت یہ خوں رولائیگا دل دینے کا مزہ
اشکوں کے ساتھ یہ بھی لہو ہو کے بہہ گیا

اے رند دیکھ لو یہ ہوئی انتہائے دل

قطعات

چلتے پھرتے نہ آتے جاتے کہیں
پاؤں اٹھتے نہیں نزاکت سے

۵

گھر میں بیٹھے کمال کر دیتے
کیا یونہیں پائمال کر دیتے

دیگر

مضمون وہ نہیں جو کسی مضمون سے بنا ہو
اعجاز سخن جب ہی پڑے جان سخن میں

یوں لطف سخن قبلہ حاجات نہیں ہے
قالب کا بدل دینا کرامات نہیں ہے

مرقع تازہ سراپائے شوخ طناز

مشاطۂ عروس چمن ہوشیار ہو
او بوئے یاسمین و سمن ہوشیار ہو

آئینہ لیکے صحن چمن ہوشیار ہو
او حسن تازگی ہمہ تن ہوشیار ہو

۱۰

او گل چمن سے بزم سخن میں مہک کے آ
او عندلیب شاخ قلم پر چہک کے آ

او کلک فکر ہاں رگ ابر بہار بن
او آب و رنگ لفظ رخ گلعذار بن

او طبع روئے معنی کی آئینہ دار بن
او صورت خیال سراپا نگار بن

نظارہ سوز شاہد مضموں شتاب آ
پردہ سے او عروس سخن بے نقاب آ

او فتنۂ قیامت برپا سنور کے اٹھ
او شاہد خیال سراپا نکھر کے اٹھ
او شور حشر سر پہ مرے ہاتھ دھر کے اٹھ
او چشم شوق دامن نظارہ بھر کے اٹھ

گلچیں تو بیٹھ بیٹھ کے چن لو چمن کے پھول
بلبل کے منہ سے جھڑتے ہیں شاخ سخن کے پھول

منظور ہے کسی کا سراپا رقم کروں
خجلت سے حور خلد کی گردن کو خم کروں
۵
مد کے کمال حسن میں کچھ بیتیں کم کروں
افسوں پری کا تخت سلیماں پہ دم کروں

جلوے دکھاؤں عکس بت بے مثال کے
اک قد آدم آئینہ رکھدوں نکال کے

قامت ہے وہ کہ جس پہ قیامت ہیں نثار
طوبائے خلد بھی دم گلگشت ہے نثار
لیتا ہے حشر جس کے قدم جھک کے بار بار
پیادہ جلو میں سرو ہے شمشاد چوبدار

۱۰
اس قد کی ہیں اٹھان پہ صدقہ اتار کے
قمری کو بیچ کیجئے سر پر سے وار کے

بالوں کے بیچ میں رہ ظلمات مانگ ہے
کیوں مانگ کو نہ کہئے یہ دن رات مانگ ہے
یا شب میں کہکشاں کی کرامات مانگ ہے
بن ٹھنکے روز بگڑی ہے کیا بات مانگ ہے

افشاں بھرا جو مانگ میں پر نور ہو گئی
دو ٹکڑے بیچ سے شب دیجور ہو گئی

کہتا ہے خامہ وصف ہوں چوٹی کے کیا رقم
مجھ سے نکل سکینگے نہ کالے کے پیچ و خم

جوڑا گوندھا ہوا ہی کہ گھٹتا ہے ہر دم
لپٹا ہوا ہے سانپ کا جوڑا مگر بہم

صورت بلا کی ہے تو نشانی ہے قہر کی
ظالم کی گانٹھ گانٹھ میں پڑیا ہے زہر کی

زلفِ خمیدہ سنبلِ تر سے جبال ہیں
کیا کیا پھڑک ہو طائرِ مضموں کے جال ہیں
سو سو طرح کے پیچ ہیں ایک ایک بال میں
کھنچی ہو طبع واں و پاکس و بال ہیں

سیدھا سا راستہ اور کوئی دیکھ بھال لو
اس پیچ سے نکال سکو تو نکال لو

۵

سیدھی تو بات یہ ہی کہ گیسو ہیں تابدار
سنبل کو ہمسری کا ہی دعوی خدا کی مار
بو باس کی لپیٹ ہے کھلی نافۂ تتار
پرکالہ ہیں بلا کے سیہ مست روزگار

وہ آپ اپنے زلف کا دیوانہ ہو گیا
آئینہ خانہ گویا پری خانہ ہو گیا

رخسارے ہیں کہ چاند کے ٹکڑے نقاب ہیں
دیکھے کسی چمن نے نہ یہ پھول خواب ہیں
یا آفتاب حشر ہیں وواک سحاب ہیں
جلوے ہیں نورِ حق کے زہے آفتاب ہیں

۱۰

بلبل کرے نظارہ تو گل سے بگاڑ ہو
موسیٰ جو دیکھے طور کا جانا پہاڑ ہو

گیسو کھلے جو رخ پہ تو حیراں نظر ہوئی
مشاطہ خیال کی صورت دگر ہوئی
اس وہم میں نہ دن کی نہ شب کی خبر ہوئی
شانہ نے زلف کو جو ہٹایا سحر ہوئی

آئینہ مارے شرم کے بے تاب ہو گیا
پانی میں ڈوب ڈوب کے سیماب ہو گیا

آنکھیں وہ فتنہ زا ہیں غضب سحر سامری
ابرو ہیں دونوں آنکھوں پہ شمشیر حیدری
مستی میں چور چور نشے میں بھری بھری
اک چال کی ہے تیز تو اک شوخی کی کرکری
یا معرکہ میں یا وہ گلگوں پیئے ہوئے
دو مست لڑتے آئے ہیں خنجر لئے ہوئے

مژگاں نے کر دیا تہ و بالا جہان کو
یا خاک میں ملا دیا نشتر کی شان کو
رخنے کئے ہیں دل میں تو چھیدا ہے جان کو
۵ سرمہ نے اور تیز کیا آن بان کو
دنبالہ کش ہیں آنکھیں اُس خوشجمال کے
پتا ہے سبز گھاس کا منہ میں غزال کے

وہ ناک جس نے غنچوں کا دم ناک میں کیا
کون و مکاں میں کس کو ہو امکان صحت کا
وہ کان سیپ کے کان ملاحت جسے کہا
وہ نازکی وہ تازگی چھوٹے سے خوشنما
گر برگ گل کے پوچھنے ہی گل سکے توڑی کان
گلشن میں واں صبا نے گلوں کے مروڑے کان

یا خود وہ لب ہیں نازک و ہمشکل بے نظیر
شیرینی سخن سے ہیں دونو مگر شہیر
۱۰ یا برگ گل پہ کھینچی ہے شنجرف کی لکیر
عیسیٰ کے قم باذنی کہے ہیں پیمبر سے حقیر
جھلکا ہے رنگ وہ جو شفق میں بسا ہے
پتی گری ہے پھول کی وہ جو چمن میں ہو

آتا نہیں ہے وصف دہن کچھ خیال میں
اور طبع تر ہے کیوں عرق انفعال میں
شہباز فکر پھنس گیا عنقا کے جال میں
آئے نہ حرف دیکھنا طرز کمال میں
۱۵ مضموں دہانِ تنگ کا دقت پسند ہو

ساری کتاب ایک اسی نقطے میں بند ہے

اُسکے دہن پہ پھینکدوں غنچوں کو وار وار — گلشن میں آپ سر بگریباں ہیں شرمسار
رہ رہ گئے ہیں اپنا سا منہ غنچے لاکھ بار — دعویٰ دہان تنگ سو اسکے خدا کی مار

غنچوں سے کہدو اپنے دہن کو رفو کریں
اس جھوٹھ بولنے سے کہیں منہ نہ بو کریں

دانتوں کے آب و تاب سے لعل یمن ہے دنگ — ۵ — یہ دُر بے بہا ہیں تو وہ ریزہ ہائے سنگ
ہیرے ہیں یہ چمک میں موتی ہیں آب و رنگ — جیسی جڑی ہوئی ہیں میان دہان تنگ

حیرت ہے یہ میری خندہ بیجا کا جوش ہے
آئینہ اک وہ کان جواہر فروش ہے

سیب ذقن بہشت کا میوہ ہے پُر بہار — خوش ذائقہ لذیذ تر و تازہ خوشگوار
اور دل گرے ہیں چاہ زنخداں میں بیشمار — اُچھلا تو ایک بھی نہیں ڈوبے مگر ہزار

کیا ڈھونڈتے ہو یوسف مصری کو راہ میں
گم کارواں کے کارواں ہیں اک چاہ میں — ۱۰

سانچے میں وہ ڈھلی ہوئی گردن ہے نور کی — اندھیر تو نہیں جو کہوں شمع طور کی
مے سے بھری ہوئی ہے صراحی بلور کی — پیتی چمک ہے خون دل ناصبور کی

خنجر پہ رہ گیا کوئی دامن پہ رہ گیا
ہیرا لہو ہے یہ کہ جو گردن پہ رہ گیا

شانوں کی شان وہ کہ دکھائیں خدا کی شان — بازو وہ گورے گورے کہ نکلا ہے جن پہ جان
نازک ہے وہ کلائی کہ ممکن نہیں بیان — ۱۵ — دکھنے لگے جو عاشق شیدا کو آئے [illegible]

پنجہ ہے آفتاب تو ناخن ہلال ہے
دونوں ہیں ایک ہاتھ میں کیا کمال ہے

ابھرے ہیں بحر حسن میں دو نور کے حباب
اٹھا سمٹ کے سارے بدن کا یہاں شباب
یا مست نے الٹ کے دھرے ساغر شراب
اک ایک کا جواب ہے دونوں لاجواب

نازک بدن کو جالی کی محرم پسند ہیں
سونے کی چڑیا چاندی کے پنجرے میں بند ہیں

اس صاف و پیٹ کے اوصاف کیجئے کیا
مخمل سے نرم نرم تو قاقم سے گدگدا
کہیے جو اس کو تختۂ الماس ہے بجا
چکنا ہے برگ گل سے تو آئینہ سے صفا

۵

کب تاب ٹھہرنے کی وہاں لاتی ہے نظر
ہیں کیا ہوئے یاں ڈولی کی پھسل جاتی ہے نظر

موئے میاں پہ کیجئے کیا موشگافیاں
اثبات ہے نفی کا نہ ہے وہم کا گماں
چلتی نہیں ہیں فکر کی باریکیاں یہاں
مفہوم کا ہے نام نہ معدوم کا نشاں

یا تو کسی نے میری نظر کو چھپا لیا
یا قد ناز میں سے کمر کو چھپا لیا

۱۰

کچھ کچھ نزاکتیں مجھے دکھلاتی ہے کمر
مضمون ناف آپ ہی بتلاتی ہے کمر
تار نظر کے بوجھ سے بل کھاتی ہے کمر
پڑ جاتی ہے گرہ تو لچک جاتی ہے کمر

باریک بات آئی تو اپنے خیال میں
موتی پرو دیا صانع قدرت نے بال میں

اے فکر اب تو آ ہی گیا عین مدعا
ہے شرم کی جگہ جو ہو مضمون کھلا کھلا

کیوں ہو گیا سخن کا یہاں تنگ قافیہ
گر کچھ نہیں ہے وہ تو چھپا ہوا ہے کیا

بھو جہ کیوں بدن کو چرائے ہوئے سے ہیں
دامن کو نیچے کچھ تو چھپائے ہوئے سے ہیں

وہ گوری گوری ران ہیں کیا نرم نرم سی
وہ چکنی چکنی ساق کہ دیکھی نہ اور سنی
وہ پیارے پیارے زانو کہ کلیاں ہیں جن پہ چڑھی
وہ چھوٹے چھوٹے پاؤں نشانی ہیں حشر کی

اس پر رچی ہوئی وہ کف پا حنا میں ہے
۵ شوخی ہزار رنگ کی اک نقش پا میں ہے

انداز ناز غمزے کرشمے بلا کے ہیں
وہ ناز حیلہ ساز نئے انتہا کے ہیں
طرز جفا کے دوست ہیں دشمن وفا کے ہیں
جتنے چلن ہیں بگڑے ہوئے ابتدا کے ہیں

پامال اک زمانہ ہے طرز خرام میں
ناکام آئے سینکڑوں ظالم کے کام میں

اے شعلہ جب بہار صفا میں لٹا چکے
پوری شبیہ سر سے قدم تک بنا چکے
آئینہ خیال میں نقشہ جما چکے
۱۰ اور پھر سے رنگ کلک مصور اٹھا چکے

کہنے کو تھی نگاہ کہ اب بھی جھکی ہوں میں
تصویر بول اٹھی کہ بس کھنچ چکی ہوں میں

فقط

نوحہ جانگداز خورشید ماہ طلعت نواز

دنیا سے نوجوان یہ کون اٹھ گیا ہے آج ۔۔۔ پیر فلک کھڑا ہوا سر پیٹتا ہے آج
پیک اجل بھی شامل اہل عزا ہے آج ۔۔۔ میدان کربلا بھی ماتم سرا ہے آج

اک نازنیں کی لاش پہ غم کا ہجوم ہے
محشر کا شور نالۂ پیہم کی دھوم ہے

گل بزم شمع ہو گئی اندھیر ہو گیا ۔۔۔ آنسو پیو شراب سے جی سیر ہو گیا
دست خزاں سے باغ میں ہیت پھیر ہو گیا ۔۵۔ تختۂ چمن کا خاک کا اک ڈھیر ہو گیا

کیسی چھری سی گردن بلبل پہ چل گئی
نکہت گلوں کی جھاڑ کے دامن نکل گئی

کیا جلد چل دیا بت گل پیرہن دریغ ۔۔۔ باد خزاں نے لوٹ لیا سب چمن دریغ
پوشاک جسکی روز تھی زیب بدن دریغ ۔۔۔ پہنا رہے ہیں آج اسی کو کفن دریغ

پردہ اٹھا دیا بت عصمت مآب نے
دھوکا دیا جوانی خانہ خراب نے

کیا عمر تھی ابھی تو یہ مرنے کے دن نہ تھے ۔۱۰۔ اے یار ابھی زمیں پہ اترنے کے دن نہ تھے
گھونگر الے بال رخ پہ بکھرنے کے دن نہ تھے ۔۔۔ میرے بگاڑنے کو سنورنے کے دن نہ تھے

کس گل کا حسن آخری آیا ہے جوش پر
نکہت اٹھائے آئی ہے تابوت دوش پر

کیوں خم کھلے یہ زلف معنبر کو کیا ہوا ۔۔۔ کیوں مند گئی یہ چشم فسونگر کو کیا ہوا
کیوں زرد ہے یہ روئے گل تر کو کیا ہوا ۔۔۔ کیوں سرد ہے یہ جسم سمن بر کو کیا ہوا

اعجازِ لب کہاں گیا کیا قہر ہو گیا
آبِ حیات چاہِ ذقن زہر ہو گیا

بے حس ہے جسم ناز کی حرکت کہاں گئی
ہے آنکھ تو وہی یہ مروت کہاں گئی
شوخی کہاں گئی وہ شرارت کہاں گئی
منہ تو وہی ہے ہنسنے کی عادت کہاں گئی

گردن تو ہے جھکی ہوئی اب بھی حجاب سہی
منہ ڈھکنا کیسے بھول گئے پر نقاب سہی

آئینے سر کو پھوڑ رہا ہے وہ رخ دکھاؤ
خوں ہو رہا ہے رنگِ حنا پاؤں میں لگاؤ
۵
سر پیٹتا ہے شانہ پڑا زلف کو بناؤ
سرمہ ملا ہے خاک میں دیکھو نظر اٹھاؤ

بگڑے ہو میرے شکوۂ بیجا سے کس لئے
دامن اٹھائے جاتے ہو دنیا سے کس لئے

دیکھو تو اک نظر مجھے کیوں ہو گئے خفا
جھنجھلانا بات بات پہ میری کہاں گیا
بولو تو مجھ سے ایسی بھی یہ خامشی ہے کیا
ایسا مزاج بگڑا ہے اکدم سے واہ وا

چپ ایسے ہو رہے ہو کہ کچھ جانتے نہیں
آنکھیں کھلی ہیں اور مجھے پہچانتے نہیں ۱۰

جنبش اگر زباں کو ہو پیارے جواب دو
اے چشمِ اشتیاق کے تارے جواب دو
سمجھا نہیں ہیں لب کے اشارے جواب دو
او شاہراہِ ہستی کے ہارے جواب دو

اکبار تو اٹھا کے نظر دیکھ لو مجھے
آنکھوں سے اپنے خاک بسر دیکھ لو مجھے

کیوں کھل رہا ہے طرۂ طرار ہائے ہائے
وہ بو کہاں ہے رشکِ سمن زار ہائے ہائے

کیا رنگ اڑ گیا رخ گلنار ہائے ہائے — کیا ہو گئی وہ حشر کی رفتار ہائے ہائے

یہ تو کہو کس کے مٹانے کا قصد ہے
رخصت تو ہو لو مجھ سے جو جانیکا قصد ہے

کیوں جامہ زیب جامۂ ہستی قبا کیا — کیوں بے وفا یہ عمر کا وعدہ وفا کیا
او حیلہ ساز شور قیامت یہ کیا کیا — خلوت سرا کو کلبۂ ماتم سرا کیا

مٹی کا عطر زلف کی بگڑی شکن میں ہے
۵ بوئے قبائے یوسف کنعاں کفن میں ہے

جاتے ہو ہائے چھوڑ کے تنہا کہاں مجھے — بھولے ہو کس کی یاد میں لے مہرباں مجھے
جینے نہ دیگا ایک بھی دم آسماں مجھے — کرتے ہو اپنے ہاتھوں سے کیوں رائگاں مجھے

مرنے سے پہلے میرا جنازہ اٹھا کے جاؤ
جانے سے پہلے مجکو ٹھکانے لگا کے جاؤ

موت آئی تم کو آئی نہ میری قضا مجھے — اے زندگی جواب دے بہر خدا مجھے
اے مرگ دستگیر خدارا اٹھا مجھے — ۱۰ — اے شوق نزع پھر وہی صورت دکھا مجھے

ہاں صبر اس قدر کہ جہاں تک میں کر سکوں
محشر کا انتظار کہاں تک میں کر سکوں

یا وہ تھے آپ جن کا سراپا رقم ہوا — یا پھر توجہ صور صریر قلم ہوا
مونس تمام عمر کا رنج و الم ہوا — خوش فکر جسکے دم سے تھی اسکا ہی غم ہوا

راحت کدہ تھا دل کہ جو غم آشنا ہوا
خلوت کا جو مکاں تھا وہ ماتم سرا ہوا

کیا کیا چمن کھلے ہوئے وکھلائے آگ ہیں
شعلے رخ نگار نے بھڑکائے آگ ہیں

انگارے میرے نالوں نے برسائے آگ ہیں
کندن سا جسم ڈالدیا ہائے آگ ہیں

گلچیں چمن کے خاک ہیں مشغول ہوگئے
نازک بدن کے جسم کے سب پھول ہوگئے

اک نوجواں کے مرگ میں ماتم نشیں ہوئیں
پامال درد و یاس و غم نازنیں ہوں ہیں

۵

ایسا ہوں اب جہاں کہ گویا نہیں ہوئیں
یا محو انتظار دم واپسیں ہوں ہیں

اے مرگ انتظار کہاں تک شتاب آ
اے موت انتشار کہاں تک شتاب آ

اے شعلہ مر مٹو گے سر غم کہاں تلک
جور اجل سے نالہ پیہم کہاں تلک

یہ ہائے ہائے ہونٹوں پہ ہر دم کہاں تلک
بیوقت مرنیوالے کا ماتم کہاں تلک

کیا ایک دن بے جان کے کھونیکے واسطے
باقی تمام عمر ہے رونے کے واسطے

نوحہ دلخراش ماتم جانگداز وفات شریمتی گوپی اہلیہ مصنف واقع ۱۲ - نومبر ۱۹۰۹ء روز جمعہ وقت ۱۲ بجے شب من تصنیف خاکبسر منشی بنواری لال شعلہ

۱۰

داماں قیامت مرے ہاتھوں میں لپٹ جا
اے جان حزیں جسم سے آنکھوں میں سمٹ جا

او چرخ ستمگر مرے نالوں سے الٹ جا
اے عمر اگر باقی ہے کچھ بیچ سے کٹ جا

اک تیغ کا تو تو ہے جو سینہ میں دہرا ہو
کس کا دم آخر مری آنکھوں میں بھرا ہو

اٹھنے کو ہے پردا سا کچھ اب راز نہاں کا
دل کو تو بہت رُئے تھے اب رونا ہے جاں کا
جب ضبط کی طاقت نہیں پھر صبر کہاں کا
یہ حشر دوبارہ ہے مری عشق فغاں کا

پھر دم پہ بنی آ کے کہ دمساز کا غم ہے
سب بھید کھلا جاتا ہے ہمراز کا غم ہے

۵
وہ حشر دو بالا وہ قیامت ہمہ تن ناز
غمخوار و وفادار وہ ہمدرد وہ ہمراز
وہ دلبر و دلدادہ وہ دلسوز وہ دمساز
ہیں عاشق دلریش تو وہ عاشق جانباز

معشوق تھے پر عشق کے کچھ ڈھنگ جدا تھے
ہیں اُن پہ جو قربان تھا وہ مجھ پہ فدا تھے

بیتاب تھے کیا عشق و محبت کی ہوس میں
اک دن نہ ہوا تفرقہ اٹھارہ برس میں
قابو میں اگر میں تھا تو وہ بھی مرے بس میں
مدت سے یہ دو بلبلیں تھیں ایک قفس میں

۱۰
آباد کیا گلشن فردوس کو کس نے
میر سے لئے چھوڑا مرے افسوس کو کس نے

اے چرخ جفا جو تری پرواز ہے کیسی
دل کی طرح بیٹھی ہوئی آواز ہے کیسی
اک شوخ طبیعت ہے کہ ناساز ہے کیسی
بدلی ہوئی مجھ سے نگہ ناز ہے کیسی

یہ ضعف ہے یا کوئی نزاکت ہے بدن میں
چھالے ہیں زباں پر کہ یہ موتی ہیں دہن میں

تسکیں مجھے دیتے رہے بیمار تھے جب سے
باتوں سے اشاروں سے کبھی جنبش لب سے

بگڑی ہوئی صورت تو ہی کچھ ایک ہی شب سے — جو آنکھ تھی میری طرف اب پھرتی ہے سب سے

سرمہ کی جگہ اشک اب آنکھوں میں بھرے ہیں
جو ہاتھ تھے گردن میں وہ چھاتی پہ دھرے ہیں

تاثیر دوا میں نہ دعاؤں میں اثر ہے — سرکا ہوا زانو سے مرے کسلئے سر ہے
کیا سچ ہے کہ سر تکی نہیں اپنے خبر ہے — کیوں میری طرف دیکھ کے حسرت کی نظر ہے

کیا جی پہ بنی آ کے جو دم توڑ رہے ہو
۵ کیا میں نے کہا ہاتھ یہ کیوں جوڑ رہے ہو

رفتار تھی جنکی کہ قیامت کو ابھارے — افسوس وہ اب اٹھتے ہیں ہاتھوں کے سہارے
نقاش اجل نے جو خط و خال سنوارے — ٹھنڈے ہوئے ساکت ہوئے شوخی کے نظارے

خاموش دم نزع ہو حیرت ہے جبیں پر
تصویر ہے تم تو اترنے کو زمیں پر

کرلے دل بیتاب نظارہ کوئی دم ہے — یہ بھی ہے ادا گردن نازک میں جو خم ہے
مرجاؤں میں کیا بھولی سی صورت پہ ستم ہے — ۱۰ لو آؤ زمیں پر جو تمنائے عدم ہے

اب طائر جاں اڑنے کو پر کھول رہا ہے
یہ قلقل مینا ہے کہ کٹ بول رہا ہے

آنسو نکل آتے ہیں جدائی یہ کسی کی — خاموش ہوں کس کے لئے کچھ تو کہو جی کی
تسکین مجھے دیتے تھے یہ بات ابھی کی — اب چہرہ پر نور کی تنویر ہے پھیکی

کیوں مائل پرواز ہوا رنگ بدل کے
نازک ہے بدن پیک اجل دیکھ سنبھل کے

خود اُٹھکے وہ تسکین مری حسرت کی تلافی — وہ جوڑکے ہاتھوں کو قصوروں کی معافی
تھا پاک فرشتوں کی طرح سے دل صافی — اک شانتی کا لفظ تھا بیکنٹھ کو کافی

سرپیٹ لیا میں نے دمِ بازپسیں پر
ہاتھوں سے چلے تکیہ پہ تکیہ سے زمیں پہ

اے تیرا دمِ نزع وہ خود اُٹھ کے سنبھلنا — وہ دیکھ کے میری طرف اشکوں کا نکلنا
نباض کے ہاتھوں میں رکا نبض کا چلنا — تھا شوخیٔ آہو کی طرح آنکھ بدلنا ۵

اندیشہ قیامت کا ہوا سب کی نظر میں
سر کھل گئے اور حشر کا غل پڑ گیا گھر میں

میں کیا کہوں کیا تھے دمِ آخر کے نظارے — بگڑے ہوئے تیور بھی تھے سنورے ہوئے سارے
اُلجھے ہوئے وہ مانگ کے بالوں میں سہارے — رخساروں پہ پتے تھے جھکے بوجھ کے مارے

گردن میں گلوبند گلا گھونٹ رہا تھا
وہ ہار تھا یا سانپ کوئی لوٹ رہا تھا

ہل ہل کے گرے پڑتے تھے وہ کانوں کے بالے — ۱۰ — بن بن کے بگڑ جاتے ہیں حسن کے ہالے
واں خود ہی سنبھلتے نہ تھے پھر کون سنبھالے — بیہوش تھے بیتاب تھے سر پیٹنے والے

رفتار کو روکا ترے پاؤں کے چھڑوں نے
ہاتھوں کو نہ اُٹھنے دیا سونے کے کڑوں نے

محشر کا ہوا شور دمِ بازپسیں پر — رشکِ مہ و خورشید کو لے آئے زمیں پر
بوسہ کوئی دیتا تھا محبت سے جبیں پر — روتا تھا مکاں پھوٹ کے خود اپنے مکیں پر

۱۵ ہمجنسوں کو ماتم کے لئے رات پڑی تھی

منہ بولی بہن لاش پہ بسمل سی پڑی تھی

غش کھا کے زمیں پر کبھی ہیں سر کے بل آیا
دل سینہ میں یوں تڑپا کہ باہر اچھل آیا
پہلو کو دبایا تو کلیجہ نکل آیا
اشک آنکھ میں آیا تو جگر کو مسل آیا
چپ چاپ ہوا خاک دم گرم کے مارے
نالوں نے گلا گھونٹ لیا شرم کے مارے

۵
آنکھوں میں لہو اور اندھیرا تھا نظر میں
سینہ میں نیا زخم بنا درد جگر میں
اک ڈر سے دبائے ہوئے دل پھرتا تھا گھر میں
دیوار نے چھینکا تو گرا آ کے ہیں در میں
دامن سے چھپائے ہوئے آنکھوں کو جبیں کو
منہ ڈھانپ کے روتا تھا بت پردہ نشیں کو

کہتا تھا کہ اٹھو بھی سحر ہونے کو آئی
اور رحمت حق آخری منہ دھونے کو آئی
تو صبح قیامت بھی نہیں ہونے کو آئی
لینے کو اجل تم کو مجھے کھونے کو آئی
۱۰
دیکھو مرے پیارے تمہیں اب شرم ہے کس سے
وہ سامنے روتے ہیں کھڑے پردہ تھا جن سے

سلجھائے ہوئے کس سے ہو چتون تو ابھارو
بکھرے ہوئے رخساروں پہ گیسو تو سنوارو
پھر ملنے کا وعدہ تو کرو ہاتھ تو مارو
اب غسل کا وقت آ گیا زیور تو اتارو
شانہ نہ کرو میری پریشانی کو دیکھو
آئینہ کہاں ہے میری حیرانی تو دیکھو

۱۵
آنکھوں کے بدلنے میں بھی اک شرم و حیا تھی
ہر اک دم حسرت میں بھری بوئے وفا تھی
انگلی کے پھڑکنے میں اشاروں کی ادا تھی
ہر سانس میں لپٹی ہوئی جنت کی ہوا تھی

کافر کے دمِ نزع بھی اک ناز تھا پیدا
گردن کے ڈھلکنے میں بھی انداز تھا پیدا

تھا خاک پہ گل کی طرح کملایا بدن کا
اے ہائے وہ چپ ہونا بتِ غنچہ دہن کا
دو ہاتھ زمیں پر تھا پڑا ڈھیر چمن کا
طاقت تھی اشارہ کی نہ یارا تھا سخن کا

دل کی طرح پہلو میں مرے رہ کے چلے ہو
کچھ سن کے چلے اور نہ کچھ کہہ کے چلے ہو

ہاتھوں میں بتِ رشکِ گلستاں مگر آیا
کچھ بھی ترے مرنے کا نہ ساماں نظر آیا
٥
وہ غیرتِ گل پھول سا نیچے اتر آیا
ہچکی کدھر آئی دمِ آخر کدھر آیا

یہ سیج سے کب موت بچھونوں ہی کی آئی ہو ایسے
جو روح کہ ہے پاک نکل جاتی ہو ایسے

وہ سادگی سے زلفوں کا چہرہ پہ بکھرنا
سامانِ وصال اور جوانی کا یہ مرنا
وہ آخری جوڑہ کی سجاوٹ سے سنورنا
وعدہ تھا مگر جانتے تھے تم تو مکرنا

میں دیکھتا تھا جن کو شب و روز سجا کے
چھوڑا ملک الموت نے چھاتی سے لگا کے
١٠

کیوں سر ہیں دبائے ہوں کچھ نہیں کہتے
پھرتی نہیں کیوں منہ میں زباں کچھ نہیں کہتے
کیوں آ گئی گلشن پہ خزاں کچھ نہیں کہتے
کیا ہو گیا اب اے مری جاں کچھ نہیں کہتے

لب بند ہیں تقریر کا انداز کہاں ہے
حرکت ہی نہیں جسم میں اب ناز کہاں ہے

لو دن نکل آیا ہے مرے مہ جبیں اٹھو
چک پڑ گئیں دالان میں پردہ نشیں اٹھو

ہاں شعلۂ دلسوز کی جانِ حزیں اٹھو — لے آیا ہوں میں غسل کا پانی کہیں اٹھو

اٹھنے کا جو یارا نہ ہو چادر ہی اٹھا لو
لیٹے ہوئے آبِ چہ زمزم میں نہا لو

اے کب کے او نیند سے تھی یہ کیا نیند ہی پیاری — لو اٹھو چلو آگئی اب سج کے سواری
محشر کا ہے اک شور دمِ گریہ و زاری — لاشہ ہی کوئی بیچ میں کہرام ہے بھاری

کیا شوق ہوا سیرِ گلستانِ جہاں کا
منہ کھول کے کچھ تو کہو ہے عزم کہاں کا

۵

حاضر ہوا پوشاک کا جوڑا یہ پہن لو — دولہن مری جاں اور بھی اک بار تو بن لو
آراستہ اب ہوگیا نک سک سے بدن لو — پردہ ہے تو چادر کی عوض اوڑھ کفن لو

نازک بدن اک سرخ دوشالے میں چھپا ہے
مہکا ہوا تابوت ہے پھولوں میں بسا ہے

لینے کے لئے اٹھا ہے رضواں متواتر — حوران بہشتی ہیں در خلد پہ حاضر
لمبا ہے سفر تم صفِ ماتم میں گئے گھر — لو جاؤ مرے پیارے خدا حافظ و ناصر

۱۰

صورت بھی دکھاؤ گے کبھی جلد بلا کے
جس طرح سے جاتے ہو مجھے پیٹھ دکھا کے

او بارِ نزاکت ذرا لاشہ کو سنبھالے — او رنگِ حنا پاؤں سے بوجھ اپنا ہٹا لے
او نکہتِ گل دوش پہ تابوت اٹھا لے — جنبش ہو کا ندھا مرے کاندھے سے ملا لے

مہکی ہوئی پھولوں کی طرح بو تھی کفن کی
دنیا سے سواری گئی کس رشکِ چمن کی

منزل پہ گئی راہ میں لیتے ہوئے بسرام
ہر اک کی زباں پر تھا سر رام سر رام
ہونے لگا احباب و اقارب کا تھا جو کام
دھرتی و دیا آخر کو چتا میں بت گلفام
افسوس کہ آگ اپنے ہی ہاتھوں سے لگا دی
جو رنگ بھری لاش تھی ہولی سی جلا دی

بولائی ہوئی کس کی یہاں بادِ صبا ہے
غیرت کا یہ جنگل ہے جو پھولوں میں بسا ہے
ہے نکہتِ گلزار کہ مرگھٹ کی ہوا ہے ۵
اک غیرتِ گل آ کے یہاں خاک ہوا ہے
گلچیں نے بھری جھولیوں میں راکھ بدن کی
پھولوں کے لئے مٹی بھی چھوڑی نہ چمن کی

او چرخ سنبھل آتے ہیں پھر ہونٹوں پہ نالے
ہوتا ہے بپا حشر زمیں سر پہ اٹھا لے
خورشید قیامت کہیں لے جا کے چھپا لے
تاروں کو سمیٹ اور مہ تاباں کو ہٹا لے
اک نالۂ پر درد سے زلزلے پڑ جائیں
اس زور سے چیخوں کہ ترے پاؤں اکھڑ جائیں

پھر کیا کروں لے وائے غم پردہ نشیں ہے ۱۰
ویرانہ میں بیٹھا ہوں مکاں ہے نہ مکیں ہے
آواز سے رونے کی بھی یاں تاب نہیں ہے
گھر چھوڑ دوں کیسے ترے مرنے کی زمیں ہے
کاشانہ مرا بنتے ہی ویرانہ ہوا ہے
جو عیش کا کمرہ تھا وہ غم خانہ ہوا ہے

تازہ ہیں ابھی زخم ہوئے دو ہی مہینے
ظاہر ہیں ابھی سے مرے مرنے کے قرینے
یہ سوگ نہ دیگا کبھی آرام سے جینے
گویا ہیں محبت سے بٹھایا ہی کسی نے
اے شعلہ اگر مے سے بھرا جام تو کیا ہے
گو پی گیا خونِ دلِ ناکام تو کیا ہے

۱۷ جنوری ۱۸۹۵ء کو احباب کی بزم ماتم میں مصنف نے خود پڑھا جسکا اثر ناقابل برداشت تھا۔

نوحہ حضرت ملکہ قیصرہ ہند

حضرت ملکہ قیصرہ ہند کے جلسہ تعزیت میں حضرت شعلہ نے بھی ایک نوحہ پڑھا اُس وقت کا رقت انگیز نقشہ کھینچنا ہمارے قلم کے امکان سے باہر ہے۔ ہندو مسلمان۔ عیسائی دلوں سے پوچھنا چاہئے۔ اُس نوحہ میں سے چند بند ہدیۂ ناظرین کیخدمت میں پیش ہیں۔ اول عنوان میں ایک قطعہ لکھا ہے۔

ہائے افسوس بڑا غم ہے دلِ جاں کیلئے
ہمکو چھوڑا ہی یہاں رنجِ فراواں کے لئے

اب کوئی اور بنائی ہے خدائے دنیا
ملکۂ قیصرہ کے سایۂ داماں کے لئے

ایک ہی ہاتھ تھا شفقت کا ہر اک کے سر پر
ایک ہی گود تھی ہندو و مسلماں کیلئے

عمر بھر تھپکیاں دے دیکے سلایا جس نے
آج سر پیٹتے بیٹھے ہیں اُسی ماں کے لئے

۵

ہزار افسوس ہا سر سے آج سایہ اُٹھ گیا کسکا
زمانہ میں مچا ہے شور ماتم جابجا کس کا

ہماری آہ اور نالوں میں ہے اظہار غم اسکا
زمیں اب تھام لے تجھسے تھمو تو آسماں کسکا

نہیں باقی ہے کوئی آنکھ آنسو کے بہانے کو
اسی صدمے نے پلٹا دیا ہے اب زمانے کو

ہزار افسوس ہائے!! مہرباں ماں ملکہ قیصر
کوئین وکٹوریہ ہندوستان کی شفیقہ مادر

ہمیں پالا تھا کس کس ناز سے آغوش میں رکھکر
رعیت پروری شانِ شہنشاہی کا تھا جوہر

۱۰

برائی بھی ہماری تھی بھلائی کی دعاؤں کو
مچلنا جس طرح بچوں کا خوش آتا ہے ماؤں کو

خدا نے سلطنت بھی دی شہنشاہانہ خصلت بھی
رعیت پروری بھی اور رعیت پر حکومت بھی

نکوئی سادگی اقبال بھی دولت بھی عظمت بھی
بیاں کچھ مختصر سن لیجئے حالِ ولادت بھی

ہوا کرتا ہے جیسے جلوہ مطلوب طالب میں
خدا کا نور آیا روح بنکر پاک قالب میں

وہ سنہ اٹھارہ سو انیس تھا چوبیس مئی کا تھا
عجب کچھ ٹھاٹھ ہو کے اُدھر قیصر کے کاشانہ کا جلوہ
بلند اقبال شہزادی ہوئیں دنیا میں جب پیدا
مبارک نام نامی کوئن وکٹوریہ رکھا

حفاظت کے لیے لطف خدا کا سر پہ ہاتھ آیا
مقدس برکتوں کا نور سایہ بن کے ساتھ آیا

کھلی آئی جو آنکھیں وہ دنیا کی حکومت تھی
لگی آئی جو قدموں سے عظیم الشان دولت تھی
۵
بندھی آئی جو مٹھی ہیں وہ شاہانہ سخاوت تھی
سجی آئی جو سر پر وہ خدا کی پاک عظمت تھی

مبارک فرق پر تاج شہنشاہی ہویدا تھا
جلال سلطنت بچپن میں پیشانی سے پیدا تھا

عجب وہ روز تھا جب تخت شاہی پر قدم رکھا
اٹھارہ سال اور چھتیس دن کی عمر تھی گویا
وہ بیس جون تھی اٹھارہ سو سینتیس کا سن تھا
خدائے پاک نے جس دن سر پر سلطنت بخشا

کیا سجدہ خدا کو سر پہ تاج سب سے پہلے رکھکر
عنان سلطنت تھامی کلیسا میں قسم کھا کر
۱۰

ادا شائستگی سے تھے فرائض ملکداری کے
بہت سیکھے ہمارے حوصلے ہیں جاں نثاری کے
رعیت کی یہ خوشحالی نمونے استواری کے
نتیجے فیض شہنشاہ ہیں پوری کامگاری کے

خدا کے فضل سے ہم بھی ہیں صادق جاں نثاروں میں
پرستی ہے وفاداری ہمارے خون کی تاروں میں

ہمارے کون اب بگڑے ہوؤں چہرے سنواریگا
ہمارے ناز بیجا کون خوش ہو کر سہاریگا

ہمیں اب کون لیگا گود میں اور کون پالیگا
تمام ہندوستان اب کسکو ماں کہکر پکاریگا

ہمیں فرض اطاعت ہے سکندر وقت ہونے کی
یہ وہ غم ہے کبھی جسکی فراموشی نہیں ہوگی

ہمیں عینک جمیں رونا ہے اس رنج دوامی کا
سروں سے ہاتھ اٹھا ہے مددگار اور حامی کا
مٹائے موت کب مٹتا ہے نقشہ نام نامی کا
بیاسی سال ختم ہو چکا تھا عہد گرامی کا

زمانہ ہے سیہ تاریک ہے دنیا نگاہوں میں
دعائے مغفرت آتی ہے لیکن سرد آہوں میں ۵

وہ جسم پاک جو مسند پہ تھا زیر کفن آیا
زمیں کی گود میں ہے اب شہنشاہ فلک پایا
خدا نے شوہر مرحوم کے پہلو میں سلایا
گیا ہے ساتھ ہی ستاری عصمت کا سرمایا

مقدس روح کا قبضہ ہے ملک جاودانی پر
جلوس ظل سبحانی ہے تخت آسمانی پر

جنازہ ملکۂ گیتی ستاں کا آج اٹھتا ہے
نشان دائمی عالی نشاں کا آج اٹھا ہے
زمیں سے ولولہ شور و فغاں کا آج اٹھا ہے
ہمارے سر سے سایہ پیاری ماں کا آج اٹھا ہے ۱۰

کھڑا ہے خاندان قیصری اب مٹی دینے کو
لحد ہے گود پھیلائے ہوئے تابوت لینے کو

دعائے مغفرت اب کیجئے وقت دعا آیا
خدا کی پاک رحمت کا ہمیشہ سر پہ ہو سایا
ہمارے شاہزادہ ویلز نے تاج و نگیں پایا
اٹھا اک دست شفقت دوسرا ابر کرم چھایا

خدا نے ملک بخشا تخت بخشا مکنت بخشی
وہی بخشیگا آخر صبر جس نے سلطنت بخشی

تہنیت جشن دربار عالیجناب معلی القاب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی واودھ بتقریب رسم افتتاح گھنٹہ گھر علی گڑھ ۴ اگست سنہ ۱۸۹۳ء

مصنفہ منشی بنواری لال شعلہ وکیل عدالت علی گڑھ

جناب والا

مبارک جشن ہو وہ خسروانہ جسکی عظمت ہو
مبارک رسم ہو وہ جسمیں ہر فرقہ کی ملت ہو
مبارک صدر ہو جسپر نگیں تاج دولت ہو
مبارک وقت ہو کچھ نظم پڑھنے کی اجازت ہو

گذارش کیلئے جرأت ہے شکر سربلندی سے
اوسے عاجزی سے اور دلی احسانمندی سے

ہے پہلے شکر واجب اُس خداوند دوعالم کا
مبارک ہم پہ سایہ دولت انگلش کے پرچم کا
کہ جسکی نور کی کرنوں سے تاج قیصری چمکا
ہمارا فرض اول شکریہ ہے خیر مقدم کا ۵

تلطف مادرانہ ملکہ قیصر کا ہر دم سے
ہمیں جو ناز ہو کم ہے ہمیں جو فخر ہو کم ہے

ہماری زندگی کا فرض ہے سچی وفاداری
عطا کیں تاج برٹش نے ضروری نعمتیں ساری
ہماری خیرخواہی کی ہیں ذمہ داریاں بھاری
ہمیں بخشی گئی شائستہ آزادی و مختاری

اطاعت کے خیالوں میں دکھائیں بیقراری کو
ہمارا خوں رگوں میں دوڑتا ہے جاں نثاری کو

نفس کی شکل میں ہیں خیرخواہ ہانہ گماں اپنے
نہیں پھولے سماتے ہیں خوشی سے جسم و جاں اپنے
حضور انور کے سچے دل میں پائے ہیں نشاں اپنے ۱۰
پورا آنر کو جب ہم دیکھتے ہیں رہنماں اپنے

بچھی نقش فرش پر آنکھیں حضور انور کے لینے کو

سلہ یہ قصیدہ سرچارلس کراستویٹ نے بہ صرف خاص خوشخط جلی قلم رنگین صفحہ دار بند طبع کرا کر اپنے معزز دوستوں میں تقسیم کیا تھا۔ پبلشر

	ہمارے قلب باہر آئے استقبال دینے کو	
حضور انور کے روشن عہد کا دورِ حکومت ہے خلوص و اتحاد و سرپرستی شان و عظمت ہے		خوشا ہے وہ خداوندی خدائی جسمیں برکت ہو حضور انور کی ذاتِ پاک سے ہر ایک مسرت ہے
	حقیقی سب کو خوشی ہے سچی شادمانی ہے مبارک ہے ہمارا ملک جس پر حکمرانی ہے	
بہت سچی ولاتے ہیں یقیں ہم عاجزی اپنی شعاع تاج نے پھیلائی عمدہ روشنی اپنی	۵	وہ خوش ہیں کہ نہیں سکتے زباں سے ہم خوشی اپنی مسرت بخش ہے اب اتفاق و یکدلی اپنی
	بہم ہے ہمیں جیسے ربط داماں و گریباں ہیں فقط اک وضع کا کچھ فرق ہے ہندو مسلماں ہیں	
قدم رنجہ سے جو کچھ آج حاصل ہے ہمیں عزت ہمیں وہ لفظ ہی ملتے نہیں جنکو ہو یہ جرأت		نہیں رکھتے ہیں اسکے شکر کے اظہار کی طاقت دہن نے وہ زباں پائی نہیں جسمیں ہو قدرت
۱۰	کریمانہ توجہوں کی فراموشی نہیں ہوتی ہمیں ان شکریوں سے کچھ سبکدوشی نہیں ہوتی	
اب اسکا ذکر ہے جس کیلئے ہے مسند آرائی علی گڑھ میں یور آنر کی پہلی جلوہ فرمائی		ہماری خوش نصیبی ہے ہماری قدر افزائی ہماری مدتوں کی آرزوئیں ہیں تماشائی
	ملی عزت تسلی بخش الفاظ جوابی سے امیدیں چاہ اپنا لے چکی ہیں کامیابی سے	
مبارک آج رسم افتتاح کلاک تاور ہے ہمارا عاجزانہ شکریہ طاقت سے باہر ہے	۱۵	انہی کے ہاتھ میں ہے وہ جنکا ہاتھ سر پر ہے ہماری خوش نصیبی ہے ہمارا خوش مقدر ہے

خدا لائے وہ دستِ مبارک دستگیروں میں
ہماری قسمتیں تحریر ہیں جن کی لکیروں میں

حضور انور نے کھولا آج جسکو شادمانی سے
یہ ہی پہلا ہی موقع فخر سمجھتا مہمانی سے

بنا چاہیے آج ہیرلیس کی عمدہ مہربانی سے
ہماری عاجزانہ کوششوں کی قدردانی سے

گذشتہ سال ہیں جسنے دہرا تھا فونڈیشن کو
دوبارہ ہی مبارک کیا واب مسس ہرنگٹن کو

۵

نہیں دنیا میں کوئی قیمتی شئے وقت سے بہتر
روانی میں کسی تدبیر سے رکتا نہیں دم بھر

بشر کی زندگی کے کام ہیں سب منحصر اسپر
چلا جاتا ہے ہر لمحہ یہ دریا کی طرح بہکر

ملایا شکسپیر نے یہاں دونوں کیحالت کو
وہ پیداوار کو سرسبز کرتا ہے یہ دولت کو

یہ سچ ہے وقت گذرا ہاتھ پھر آتا نہیں ہرگز
غنیمت وقت ہے بیکار جو جاتا نہیں ہرگز

زمانہ جو گذر جاتا ہے پھر پاتا نہیں ہرگز
یہ جب جاتا ہے صورت اپنی دکھلاتا نہیں ہرگز

۱۰

نہیں رکتا کسی تدبیر و حکمت سے نہیں رکتا
خوشامد سے نہیں رکتا یہ رشوت سے نہیں رکتا

کبھی محسوس ہو سکتی نہیں ہے وقت کی عسرت
جو وقفہ درمیانی ہے وہی ہے حال کیحالت

ابھی کہتے ہیں مستقبل ابھی ماضی کی ہے صورت
مبارک زندگی ہے جسمیں کچھ ہو وقت کی وقعت

ترقی منحصر اس پر ہے دولت منحصر اسپر
عبادت منحصر اسپر ریاضت منحصر اسپر

ہمارے کام بے اسکے مہیا ہو نہیں سکتے
ہمارے فرض بے اسکے مؤدی ہو نہیں سکتے

یہ وہ شے ہے الگ ہم جس سے صلا ہو نہیں سکتے — یہ ایسا جزو ہے جسکے کہ اجزا ہو نہیں سکتے

ہماری عمر کی صورت اسے ہردم روانی ہے
جسے سب وقت کہتے ہیں وہ چلتی زندگانی ہے

خدائے پاک کی مرضی کو بھی ہے وقت سے نسبت — ذرا سی بات کی ہے وقت انساں کو نہیں طاقت
معین وقت اک لمحہ کی بھی دیتا نہیں مہلت — ملی ہے یہ نہیں کچھ بارگہ سے بارگہ قدرت

خوشی کیواسطے انسان سب کوشش میں رہتے ہیں
نہیں ہیں آج ہم بس اسی کو وقت کہتے ہیں

بشارت ہو مبارک وقت کی اب زندگانی پر — مبارک ہاتھ سے کھولا گیا ہے آج گھنٹہ گھر
رفاہِ عام کی اب ہو گئی تکمیل سر تا سر — مسرت بخش ہیں ساری علامت یگاں پر

عمارت کے بیانِ عمدگی کی کیا ضرورت ہے
جو تھی تصویر پاکیزہ مجسم اسکی صورت ہے

جو صورت ذہن میں تھی کاغذی تصویر میں آئی — جو کیفیت تصور میں تھی وہ تعمیر میں آئی
مرقع سے نکل کر عالمِ تنویر میں آئی — مبارک ذات والا اسکی اب تقدیر میں آئی

نمونہ ہے یہ سب جسکے خیالِ پاک روشن کا
ہے پہلا فرض گو شکریہ جسے سب شہر پٹن کا

یہ ہے تعمیر کا بت گفتار کی طاقت کہاں ہیں — نہ منہ ہیں نہ لب ہیں نہ دنداں نہ زباں ہیں
مگر ملتا ہے پچھلے معجزوں کا کچھ نشاں ہیں — پور آذر کے ہاتھوں سے پڑی ہے آج جاں ہیں

ہوا ہیں جسکو جادو کی بھری تعمیر کہتے ہیں
وہی ہے یہ جسے منہ بولتی تصویر کہتے ہیں

قریباً اضلاع میں تا دور نہیں اس شان و شوکت کا
مشابہ اس نمونہ کا سٹڈول ایسی عمارت کا
نہایت خوبصورت کام ہے اس نفاست کا
بلندی بھی ہے موزوں خوشنما ہے اپنی صورت کا

چمکتا شہر کے ہر چار جانب ہے کلس اس کا
صدا دیتا ہے چھ چھ میل تک عمدہ جرس اسکا

خلیفہ عہدہ والا کا نشاں ہے برقرار اس سے
علی گڑھ میں نہیں کوئی عمارت شاندار اس سے
یہ فیاضانہ ہمدردی رہیگی یادگار اس سے
ہمیشہ وقت پیر ہونگے ہمارے کاروبار اس سے

پور آنر کی سچی یادگاری کے دکھانے میں
یہ سورج کی طرح چمکیگا تاریخی زمانے میں

اب اس کا ذکر کرتے ہیں یہ جسکی مہربانی ہے
خوشا جے ایچ بیرین کہ جسکی حکمرانی ہے
جو الطاف دلی سے وہ ہی الطاف زبانی ہے
رفاہ عام کی اتنی بڑی جسکی نشانی ہے

یہ جلسہ آج پھل ہے جسکے عمدہ بیج بونے کا
بڑا افسوس ہے جے ایچ بیرن کے نہونے کا

ملے انکی عوض میں ڈیلو ٹڈ بال عادل دوراں
ہمیں اس ذات والا پہ بہت کچھ فخر ہے شایاں
فہیم و مہرباں ہمدرد منصف صاحب ایماں
مدبر نیک خصلت نیکدل ذیجاہ والاشاں

بہت ممنون ہیں ان پر کمتوں کے شادمانی سے
ملے حکام لوکل سب ہی اچھے مہربانی سے

اب انکے شکر یہ میں جو ہمارے آج ہیں مہماں
جناب آرتھر ہنری ہر کلٹن عادل دوراں
ہمارے فخر ہندوستاں جناب سید احمد خاں
ہمارے کل روسائے گرامی جاہ والاشاں

بہت مقبولیت کا رنگ آیا التجاؤں پر

مبارک نظم کو اب ختم کرتے ہیں دعاؤں پر

دعائے عام ہے جب تک طلوع مہر خاور ہو
زمیں پر چرخ ہو اور چرخ پر ماہ منور ہو
مہ و خورشید میں جلوہ ہو جلوہ نور گستر ہو
زمیں میں نامیہ ہو نامیہ تا بارآور ہو

سدا باغ جہانبانی میں گل آئے ثمر آئے
ہمیشہ نخل مالک پھولتا پھلتا نظر آئے

چمن میں گل ہو گل میں بو ہو بو میں موج نکہت ہو
صبا میں تا روانی ہو روانی میں لطافت ہو
شجر میں تا ثمر ہو اور ثمر میں تا حلاوت ہو
دہن میں تا زباں ہو اور زباں میں تا فصاحت ہو

شکوہ و منزلت خود پیشوا ہوں ملک گیری میں
ظہور ذو الجلال پاک ہو روشن ضمیری میں

دکھائی عالم ایجاد کی نشو و نما جس نے
سیاہی شب کو دی اور صبح کو بخشی ضیا جس نے
ازل کے دن زمیں کو دی زمرد گوں قبا جس نے
فلک کو آسمانی خلعت پر زر دیا جس نے

وہی ہو نور افزائے نگین تاج سلطانی
مبارک سایۂ دست خدائے ظل سبحانی

رہے قائم زمیں پر جب تلک یہ چرخ زنگاری
عناصر کی رہے دنیا میں جب تک چار دیواری
رہے جب تک جہاں میں روز و شب کا سلسلہ جاری
ہوا خواہوں کو دلجمعی ہو دشمن کو دل افگاری

ہو اثر ہوں اور مداح سلیم یا سخنور ہو
یہ کب تک جب تلک شیرازۂ کونین ابتر ہو

جشن دربار

دسہرہ

ریاست کپورتھلہ

۱۸۹۱ء

مشاطۂ عروس سخن ہوشیار ہو
او بوئے یاسمین و سمن ہوشیار ہو

آئینہ لیکے صحن چمن ہوشیار ہو
او حسن تازگی ہمہ تن ہوشیار ہو

نظارہ سوز شاہد مضموں شتاب آ
حجلہ سے او عروس سخن بے نقاب آ

پرتھم پراٹھنا ہے سری برج چندر کی
بخشش ہی جسنے اندر کو وہاں شان خسروی

روشن ہی جس کے نور سے تاج شہنشہی
یہاں یور ہائنس کو دیا تیج ایشوری

بل تیج راج دھرم کے سارے قرینے ہیں
اس تاج میں اسی کے مکٹ کے نگینے ہیں

راجا میں انس ہوتا ہے ایشور کے تیج کا
دھرم گیہ راجدہانی کو ہے تا ابد بقا

ایشور کا تیج اور ہی ست دھرم ایک سا
بلوان ہیں جنہیں کہ ہی ست دھرم آسرا

بھارت میں انتخاب مہاسب غور ہیں

ست دھرم ہی کا زور تھا ارجن کے تیر میں

وہ سرزمین ہے وہی کہ جو تخت گاہ ہے
انسان کیا ہے نور خدا خود گواہ ہے
یہ دھرم کا ہی پھل ہے جو قدموں میں شاہ ہے
جب یوپی پائیں سا شہ کج کلاہ ہے

رتبے اسی زمیں کو عرش بریں کے ہیں
خورشید کی شعاعیں جو ذرے زمیں کے ہیں

کہتا ہے آسماں کہ زمیں میں نہ کیوں ہوا
کوثر کو چاہ ہے کہ قریں میں نہ کیوں ہوا
خورشید کو ہوس ہے نگیں میں نہ کیوں ہوا
میں کہہ رہا ہوں عرش بریں میں نہ کیوں ہوا

ملتا جبیں کو سجدہ تو اس آستان کا
سمٹا ہے آکے جلوہ جہاں اک جہان کا

کیا سرزمیں ہے جس پہ عجب جلوہ گر ہے نور
اس تاج کی شعاعوں کی تابش ہے دور دور
موسیٰ سے پوچھ لیجئے کیسا تھا کوہ طور
ہیں چندر بنش نکل کے آنکھوں میں سرخرو

کیا تاج زینت رخ عالیجناب ہے
سورج پہ چاند چاند پہ یاں آفتاب ہے

روشن ضمیر فیض رساں عالم و ذکی
اقبال مند ناصر و فاتح جواں جری
بیدار مغز اہل کرم قدرداں سخی
شاہانہ عدل و داد کریمانہ پالیسی

دولت وظیفہ خوار ہے جس کے حساب میں
فتح و ظفر دو نوشۂ دور رکاب ہیں

شائستگی ملک اولوالعزمی جہاں
سارے دلاوری و شجاعت کے ہیں نشاں
مانند موج بحر ہے حکم رواں رواں
خادم جلال و دبدبہ اقبال پاسباں

کسب ضیا ہیں کس شہ عالیمقام سے
ہم کو ملا ہے فخر رعایا کے نام سے

پرجا سکھی ہے راج کی بھگتی ہیں سب بھلے
دست کرم ہے سکہ سخاوت کے نام پے
وسر گیہ اجدھانی ہے سب دھرم کی ہے جے
حاتم کا ایک قصہ تھا وہ بھی ہوا ہے طے

بخشش میں ہیں بڑھے ہوئے چھتری پتی کے ہاتھ
پیچھے کو ہیں ہٹے ہوئے راجہ کرن کے ہاتھ

دربار کا ہے جشن دسہرہ کی دھوم ہے
پھولا ہوا نشاط سے یاں روم روم ہے
ہر ایک کے دل میں سچی خوشی کا ہجوم ہے
پنجاب آج گویا اجودھیا کی بھوم ہے

گدی وہاں ہے جشن ازل کے ظہور کی
جھانکی یہاں ہے ظل الٰہی کے نور کی

اقبال چوبدار نقیبوں میں ہے ظفر
پیچھے لئے کھڑے ہیں چنور شمس اور قمر
آگے جلو میں ساتوں فلک ہیں کسے کمر
وہ تیغ ہے کہ جس سے چکا چوند ہے نظر

جھومے ہے فیل چرخ سواری کے واسطے
سورج نے رتھ کسا ہے عماری کے واسطے

جب تک فلک کی برج ہے نیلگوں قبا
جب تک رہے اس عالم ایجاد کی بنا
جب تک زمیں پہ ہو مہ و خورشید کی ضیا
جب تک کہ خاک و آب ہیں اور آتش و ہوا

جب تک کہ کائنات کو رنگ ثبات ہو
لطف خدا ہو اور مری والا کی ذات ہو

جب تک فلک پہ مہر ہو اور زمیں پہ نور
جب تک جہاں میں شام ہو اور صبح کا ظہور

جب تک چمن میں نغمۂ بلبل سے ہو سرود | مداح میں رہوں اور مرے ممدوح ہوں حضور

اُڑتا رہے جلو میں پھریرا اسی طرح
ہووں ہزار سال دسہرہ اسی طرح

آمین

قطعہ تاریخ کتاب بےنظیر وقائع راجگان والی آمیر مؤلفہ ناظم و ناثر باکمال منشی کیول کشن صاحب مرحوم متخلص بہ خالص نائب فوجدار سابق راج سوائی جیپور برادر مصنف

از فکرِ رسا و طبعِ موزوں | شد ختم چو قصہ نگاریں
ہاتف فرمود از سرِ خویش | گلدستۂ گلشن مضامین

۱۸ ۶ ۵

قطعہ تاریخ وفات منشی جواہر لال عم مصنف

شد چو سوئے جناں جواہر لال | یادگارِ گذشتگانِ حصار
یوم ششم برت و ماہ پھاگن بود | کز قالب رمید جانِ حصار
حیف ایں ہمہ سقیمیں برادر کرد | ختم نامِ برادرانِ حصار
سروِ را شکستم و گفتم | بے پدر گشت خاندانِ حصار

تاریخ کد خدائی جگت نراین خلف منشی ہرسکھ رائے مالک مطبع کوہ نور

مہروش زینتِ بر ہو گیا — گرم پہلوئے قمر ہو گیا

اٹھ گیا شمع کے منہ پر سے نقاب — رخ شب روئے سحر ہو گیا

بخت بیدار نے شعلہ سے کہا — کر دعا وقتِ سحر ہو گیا

سرِ الہام سے آئی یہ صدا — کدخدا لختِ جگر ہو گیا

۱۹۳۵

قومی قصاید اور قومی مسدس

موسوم بہ

نظم شعلہ

من تصنیف نامی سخن سنج شیوا زبان فخر روزگار نازک خیال جناب
منشی بہاری لال متخلص شعلہ کایستھ بھٹناگر حصاری وکیل
عدالت و وائس پریسیڈنٹ کایستھ پراونشل سبھا علی گڑھ
جو متفرق طور پر سری چترگپت و نیز جلسوں میں پڑھے گئے

یعنی

نوحہ منشی کالی پرشاد - قصیدہ تہنیت جلسہ سالانہ کایستھ سبھا علی گڑھ
ایڈریس خیر مقدم منشی لکشمی نراین ورما ایل ایل ڈی کایستھ کنونشن
نظم کایستھ سبھا گنج - نظم جلسہ ونج - مسدسیات کایستھ کانفرنس
بریلی - متھرا - مرادآباد و علی گڑھ

نالۂ ہمدردی یعنی نوحہ منشی کالی پرشاد صاحب مرحوم کائستھ پاٹھشالہ الہ آباد

جان پائی ہے اسی رنج میں کھونیکے لئے
کل تلک حال پہ روتا تھا ہماسے جو شخص

اشک طوفاں جو بہتے ہیں تو ڈبونیکے لئے
آج ہم جمع ہوئے ہیں اُسے رونیکے لئے

دیگر

وہ نیک نہاد ہائے کالی پرشاد
ہمدردیٔ قوم رو رہی ہے سر پر

فرخندہ نژاد ہائے کالی پرشاد
کالی پرشاد ہائے کالی پرشاد

نوحہ

اے نالۂ اوج حشر اٹھانے کا وقت ہے
اے گریۂ جوش اشک دکھانیکا وقت ہے

۵

اے آہ گرم برق گرانے کا وقت ہے
اے سوز سینہ آگ لگانے کا وقت ہے

کٹ جائے وہ زباں کہ جو نوحہ گر نہو
وہ آنکھ پھوٹ جائے جو اس غم سے تر نہو

اے روزگار گردش لیل و نہار حیف
اے خاک بیزیٔ مژہ اشکبار حیف

اے بے ثباتِ ہستیٔ ناپائدار حیف
مٹی میں مل گیا گہر آبدار حیف

۱۰

وہ بار غم پڑا جو کہیں سے نہ اٹھ سکے
وہ آسماں گرا جو زمیں سے نہ اٹھ سکے

کس خیر خواہ قوم نے رحلت پسند کی
ایسے کو فکر کیا رہ پست و بلند کی

تشریف جا رہی ہے کہاں دردمند کی
در کھل گئے بہشت کے جب آنکھ بند کی

ہاں اے سپہر اپنا سا سے اٹھ گیا

چھ لاکھ کو جہاں میں ایک نام بک گیا
سرمایۂ حیات کھرے دام بک گیا

کیسا لٹا ہے قوم کا گلزار ہائے ہائے
غم دے گیا ہے اپنا ہی غمخوار ہائے ہائے
گیا اٹھ گیا جہان سے وفادار ہائے ہائے
پامال ہو گیا چمن زار ہائے ہائے

تڑپنے کو جو نہال تھے مرجھا کے رہ گئے
کھلنے کو تھے جو پھول وہ کمھلا کے رہ گئے

۵

پھولا پھلا تھا کیا چمن لالہ زار قوم
سینچے تھا اپنی خون سے اک جان نثار قوم
پامال ہو چلی ہے خزاں سے بہار قوم
پیارا ہوا اجل کو مگر دوستدار قوم

باد بہار چلنے سے رک رک کے رہ گئی
اٹھنے کو تھی جو شاخ وہ جھک جھک کے رہ گئی

کالیستھ پاٹ شالا کا وہ مدرسہ عظیم
تحقیق وہ ہرن کی کتب خانہ عظیم
کیا یادگار چھوڑ گیا عاقل فہیم
ہر چند فکر لخت جگر میں تھا دل دو نیم

۱۰

سچ تو یہ ہے کہ قوم میں اک نام کر گیا
ناکام خود گیا ہے مگر کام کر گیا

مثل جو اس قوم سے ہر دم کا اختلاط
نیکی کی جستجو تھی برائی سے احتیاط
طلباء مدرسے کر مانتے انضباط
پیدا رہا اتحاد و محبانہ ارتباط

باذرا نہ حرف کبھی امتیاز میں
تیروں سے لخت دل تھے ان آغوش ناز میں

کیا سر پہ سرپرست سے اٹھا وا مصیبتا
کیا گم ہوا ہے راہ نما وا مصیبتا

گردوں کی یہ جفا یہ جفا وا مصیبتا
گلزار قوم و برق بلا وا مصیبتا

کیونکر نہ اہل قوم کے دل پھر دو نیم ہوں
یوں نونہال مدرسہ کے یہ یتیم ہوں

وہ جانکنی کے رنج و محن الفلک دریغ
وہ جسم اور زیر کفن الفلک دریغ
وہ دردہائے روح شکن الفلک دریغ
وہ تیر آگ اور وہ بدن الفلک دریغ

جھگڑا تمام عمر کا کیا پاک کر دیا
ظالم نے تھوڑی دیر میں سب خاک کر دیا

فرصت کہاں فلک کو جفا و ستم سے تھی
جو کچھ بھلائی تھی وہ اسی کے کرم سے تھی
حالت تمام قوم کی پامال غم سے تھی
ساری ہوا بندھی ہوئی بس یکدم سے تھی

چھپا سا ہے سب میں کیسے فضیلت مآب کو
لگ جائے آگ موت تری انتخاب کو

اے شعلہ رنگ ہستی ناپائدار دیکھ
گم سیکڑوں ہوئے ہیں یہاں شہسوار دیکھ
کیا کر رہی ہے گردش لیل و نہار دیکھ
ملتا نہیں کسی کا بھی گرد و غبار دیکھ

۱۰

کس کو بتاؤں کس کے دکھاؤں نشان کو
گر کھیر زمین چاٹ گئی ہے جہان کو

اے اہل قوم صبر کہ چارہ نہیں کوئی
دنیا میں دستگیر ہمارا نہیں کوئی
تقدیر میں کسی کا اجارہ نہیں کوئی
افسوس ہے تو یہ کہ سہارا نہیں کوئی

طوفان وہ اٹھا ہے کہ ہر اک خطر میں ہے
پروردگار قوم کی کشتی بھنور میں ہے

کچھ اپنا حال زار بھی لکھنا ضرور ہے
بیچین بے قرار دل ناصبور ہے
سنگ ملا ہے شیشۂ دل چور چور ہے
غم کی ترقیاں ہیں الم کا وفور ہے

کیا کیا سبھا کے نام سے بشاش ہو گئے
بے اتفاقیوں سے جگر پاش ہو گئے

اجلاس ہیں اگرچہ سبھاؤں کے جا بجا
اس کا نہ کچھ علاج نہ اس کی کوئی دوا
پر اتفاق کا نہیں ملتا کہیں پتا
اوروں سے کہہ دیا کہ سبھا کر رہی ہیں کیا ۵

تم ہی کرو جو بات ہو کرنے کے واسطے
پیدا ہوئے ہو قوم پہ مرنے کے واسطے

ہمت خدا نے دی ہے سخاوت بھی پائی ہے
بخشا خدا نے علم فضیلت بھی پائی ہے
دولت خدا نے دی ہے نجابت بھی پائی ہے
بازو میں زور ہاتھ میں قوت بھی پائی ہے

کھویا نہیں جسے وہ دلوں کا نفاق ہے
پایا نہیں جسے وہ فقط اتفاق ہے

کام آئے جو نہ قوم کے ہمت نہیں ہے وہ
بے فیض جو ہے علم وہ فضیلت نہیں ہے وہ
قربان جو نہ قوم پہ دولت نہیں ہے وہ
جس میں نہ زور قوم ہو قوت نہیں ہے وہ ۱۰

نام اپنا چاہتے ہیں جو بدنام ہیں وہی
کام آئیں جو نہ قوم کے ناکام ہیں وہی

کب تک رہینگی دیکھئے غفلت شعاریاں
کب تک رہینگی دیکھئے یوں بیقراریاں
کب تک رہینگی دیکھئے یہ آہ و زاریاں
کب تک رہینگی دیکھئے یہ دم شماریاں

۱۵ کیا قوم کے جہاز کو بھنور کر دینگے

روئے ہیں آج ایک کو کل رو ئینگے

بیدرد بھول کر ہی سی ایک نظر ادہر
کیا سوجھتی سبھا کے نہیں حالت بتر

ٹوٹی ہے بار غم سے تری قوم کی کمر
افسردہ دل شکستہ کمر سوختہ جگر

گرد وں گرا ہے ہاتھ لگانیکا وقت ہی
کچھ بوجھ اُٹھ سکے تو اُٹھانیکا وقت ہی

شعلے ترے کلام کی وسعت کہاں تلک
بے اعتنائیوں سے خجالت کہاں تلک

۵

دکھلائیگا تو قوم کی حالت کہاں تلک
ان سرد مہریوں میں حرارت کہاں تلک

باہم اگر نفاق کا یہی ظہور ہے
اک دن سبھا کا نوحہ بھی لکھنا ضرور ہے

۲

قصیدہ تہنیت جلسہ سالانہ کایستھ سبھا علیگڑھ

رباعی

جو دل میں ہے مدعا کہوں یا نہ کہوں
اچھی کو کیا طرز سخن سے نسبت

یہ لطف ہی دوسرا کہوں یا نہ کہوں
یہاں نظم کا کیا مزا کہوں یا نہ کہوں

دیگر

اے اہل سخن کی خوش بیانی دیکھو
جان دیتے ہیں قوم کی بھلائی کے لئے

۱۰

اصحاب کرم کی مہربانی دیکھو
ارباب سبھا کی جانفشانی دیکھو

قصیدہ

چمن میں نکہتِ گل کیا ہوئی ہوا پہ سوار
کچھ اب کی سال تو ملتا نہیں دماغِ بہار

ہجومِ بوئے چمن کی ہے کشمکش کیا کیا
صبا کو جنبشِ یک گام سو طرح دشوار

شمیمِ روح فزا نے جلائے ہیں یا دل
اُڑائے پھرتی ہے کیا موجِ نکہتِ گلزار

سوا ہوا ہوائے چمن سے دماغ عنبر بیز
چٹک سے غنچوں کی ٹوٹے ہیں شیشۂ عطار

صبا کے پانو کی آہٹ سے چونک پڑتا ہے
ہوا ہے سبزۂ خوابیدہ خود بخود بیدار ۵

عجب نکلتی ہے ملکر ہوا کے پردوں سے
صدائے روح فزا عندلیب و موسیقار

ہوائے صحنِ چمن مشک بیز ہے کیا کیا
شمیم وادیٔ ایمن لٹا رہی ہے بہار

یہ اشکِ سرخ کی رنگت نہیں گریباں میں
بہار تازہ ہوئی ہے گلے کا ہار

شعاعِ مہر سے ہے سبزہ زارِ دشت و چمن
عجب نہیں کہ جو ہو بنگ میں بھی مے کا خمار

لئے پھرے ہے نگاہوں کو شوقِ نظارہ
ہوا ہے آنکھ میں نظروں کا ٹھہرنا دشوار ۱۰

ہوا کے جھونکوں میں آتی ہیں عطر کی لپٹیں
بھرا ہے پھول کے غنچوں کے منہ میں مشکِ تتار

اُڑا لی ابر نے گلشن میں بھینی بھینی بو
برس رہی ہے گلِ تر پہ ننھی ننھی پھوار

مچل نہ جائے کہیں دیکھکر یہیں چمن
اٹھائے گود میں غنچوں کو ہے عروسِ بہار

شگفتگی سے ہیں دن چار رفو معلوم
ابھر رہا ہے رگِ گل سے زخمِ وامندار

نسیم کھول رہی ہے ورق ورق گل کا
نمو کو ہو گئیں غنچہ کی بندشیں دشوار ۱۵

ہوائے سروِ چمن سے زبان بیٹھ گئی
کہ بلبلوں نے پروں میں چھپائیں ہیں منقار

زمانہ مہر و محبت کا ہے وفا کے دن
یہ وقت وہ ہے کہ بیٹی جفا سے ہیں بیزار

یہی ہے گردشِ افلاک و ہم غنیمت ہے — زمانہ پلٹا ہے بدلے ہوئے ہیں لیل و نہار
پڑھوں وہ مطلعِ ثانی سرور بڑھ جائے — ابھی تو دیر ہے آنے کا اس نشہ کا خمار

مطلع

کہیں نکلتے ہیں یوں چھالے ہو کے خار — کہ پہنچا نا چمن ہر ہر پاؤں کو بھی فگار
جما تھا کوئی تمنا میں جوں نشانِ قدم — مٹا دیا ہے مری بیکسی نے پھر سے نقش و نگار
ہوا ہے خاک کہیں تخمِ آرزو جل کر — کہ لایا چاہتی ہے شاخِ نخلِ حسرت بار ۵
چھائی حسرتیں اور تنگیِ دل پر داغ — ذرا سا صحنِ چمن اور یہ وسعتِ گلزار
اٹھایا چھوڑ دیا ہے نام ہمدردی — اگر ہے سینہ میں دل کو قلق تو جاں کو قرار
ہوئی نفاق سے معدوم صورتِ اقبال — دبا رہا ہے تو فلک قوم کا ادبار
یہ بیخودی ہے تو کس کام کی خود آرائی — فنائے آئینہ کے بعد ہے جلا بیکار
مٹا دیا ہے کدورت نے اعتبارِ نفس ۱۰ دکھائی دیتا ہے آئینہ ہوا میں غبار
کچھ ایسے سوئے کہ ہے جاگنا قسم ہم کو — حصولِ کار کیا غفلتوں نے کیا بیکار
نہ اہلِ علم نہ اہلِ ہنر نہ اہلِ کمال — زمانہ بر سرِ پرخاش چرخ ناہنجار
جنوں کے جوش میں کیا ہاتھ پاؤں پھیلائیں — کہ کفن کو جو باقی رہا ہو جیب میں تار
الٰہی دے وہ مزا شور کا جراحت میں — وہاں زخم کو چوسا کرے لبِ سوفار
ہمارا اور جگر ہمنشیں و ہم پہلو ۱۵ ہماری حسرتِ جانسوز ہمدم و غمخوار
جو ایک زخم کو دیکھو تو سو جراحتِ دل — جو ایک داغ کو پوچھو تو میں دکھاؤں ہزار
گروہِ حسرتِ مردہ اور اتنی دل تنگی — ہزاروں لاش لیے دفن اور ذرا سا مزار
ہمارے لختِ جگر کا وطن جگر کا سبب — ہمارے قوتِ بازو وفا سے خود بیزار

مصرع اول		مصرع ثانی
ہماری آنکھ کے تارے غبار نظر و ہیں		ہمارے ناز کے پالے ذلیل و خستہ و خوار
ہمارے ہاتھوں کے کھیلے جہاں میں ہیں پامال		ہمارے پانوں کے سلے ہوئے سروں پہ سوار
تجھے تمیز نہیں پستی و بلندی کی		ترا برا ہو کہیں ہائے چرخ ناہموار
جواب نہ تازہ ہوئی پھر شگفتگی کیسی		گل خزاں زدہ کو کیا کھلائے اگلی بہار
سکے ہیں ناخن تدبیر سے وہ عقدۂ دل	۵	رہا نہ زلف کو دل کے پھنسانے سے سروکار
ہوئے ترا وش رحمت سے مردہ دل زندہ		دم مسیح کا دم بھر رہی ہے خاک مزار
ہماری بات سے پڑتی ہے جان مضموں میں		ہمارے خامہ کی جنبش ہے نبض کی رفتار
علم ہمارا تو ید نظیر ہو قست ستیز		قلم ہمارا کلید خزانۂ اسرار
ہر اک حرف پہ کرتا ہے انجم افشانی		دبیر چرخ ہمارا پڑا انا باجگرا
گر نشہ میں نہ سمجھے ذرا نشیب و فراز	۱۰	یہ دردسر کا سبب ہے چڑھی ہوئی کا اتار
رہ ثواب میں ترک شراب بھی ہے کفر		کہ زیر سایۂ رحمت ہمیشہ ہوئے خوار
مگر نہ ایسی کہ آئے زبان میں لغزش		نہ اس طرح کہ الجھ جائے پانوں میں دستار
سہی گناہ مکرر امر تو نہیں کوئی		شراب خوار سے بدتر کہیں ہیں رشوتخوار
نکل چلا جو خلاف طریق پیش نہاد		عنان اشہب خامہ کی موڑ لی ناچار
یہ وہ جگہ ہے کہ مضمون لڑکھڑاتا ہے	۱۵	سبھا ہے محتسب بادہ اور ہیں بادہ گسار
دکھاؤں جلسہ سالانہ کی مبارکباد		وہ زور شور کا مطلع سناؤں ہوشیار

مطلع ثالث

مصرع اول		مصرع ثانی
مزا ہے جبکہ لٹے لطف کے دولت بیدار		صبا کہے کہ عروس چمن نقاب اتار
نگاہ اہل بصیرت کا وہ ہجوم ہے آج		ڈھکے ہیں سایۂ مژگاں سے در و دیوار

یہ اتفاق سے منشد اہرالیب کا ول ہو — نفاق گرمیٔ صحبت نے کر دیا فی النار

یہ آفتاب محبت ہے روشنی افزا — کہ عاشقوں کی شب ہجر بھی نہیں شب تار

ہوئی ہے کس کے سر بام جلوہ افروزی — نہیں کسی کو تجلی طور میں تکرار

سبھا کے جلسہ میں ہے آج مہر تکا ہجوم — فلک نے خواں ہیں انجم بھرے ہیں بہر نثار

گوندھے وہ پھول کہ ہر رنگ قوس ہو بیتاب ٥ اگر سبد ہے تو بنیا قافیہ سے بند سنوار

انھیں کے دم کے بدولت ہے آج جلسہ یہ — نہ کیوں ہوں قابلِ تحسین سبھا کے کارگزار

لگاؤ ہاتھ اگر ہاتھ میں ہے کچھ جنبش — کہ آئے کشتی طوفاں رسیدہ سوئے کنار

تمہاری چشم عنایت پہ منحصر امید — تمہارے دستِ کرم پہ ہے ترقیوں کا مدار

ہے اتفاق کے باعث ہی خلق کی تولید — ہے اتحادِ عناصر پہ زندگی کا مدار

خدا کے واسطے اُٹھو کہاں تلک نیندیں ١٠ خدا کے واسطے چھوڑو تغافلانہ شعار

زمانہ لیتا ہے کروٹ ابھی بدلتے ہیں — تمہاری چشم زدن میں ہمارے لیل و نہار

ہمارا طرز طلب موج بحر رحمت ہے — ہمارا ہر حسنہ تاکید ابرِ گوہر بار

خوشی کی بخشش و جود و سخا میں ہو کیا زور — نہیں ہے قرض کسی پر نہیں کسی پہ اُدھار

وہ لیں گے کیا جو ترقی کہیں تنزل کو — وہ دینگے کیا جنھیں آتا بھی ہو سبھا میں عار

یہ دنیا وہ ہے کہ لیتے رہو قیامت تک ١٥ یہ سودا وہ ہے کہ ایک ایک سے ہزار ہزار

وہ سرپرست سبھا اور وہ پیرِ بدہت — بلند حوصلہ عالی خیال عرش وقار

رفیق قوم خلیقِ جہاں شفیق سبھا — ذکی و منتی فاضل فہیم و نیک شعار

مجھے پسند خوشامد نہیں ہو لا یعنی — زیادہ گوئی سے کرتی ہے طبع اب انکار

ولاؤں پھر بھی ذرا جوش قوم کو حرکت — ضرور ہے کہ مخاطب ہوں جانبِ حضار

اٹھو اٹھو کہ گرا ہے پہاڑ گردن پر — چلو چلو کہ سروں پر سوار ہے ادبار
تمہارے ہاتھ کی جنبش ہے موج بحر کرم — ذرا قلم کو اٹھاؤ ابھی ہے بیڑا پار
فلک کی سیر کہاں تک تلاش مضموں میں — زمیں وہ پکڑی ہے میں نے کہ قافیے ہیں ہزار
ابھی سناتے ہیں دو چار بند اور مجھے — ابھی دکھاتی ہے کچھ اور اپنی حالت زار
ادا ہو شکریہ لے شعلہ میر مجلس کا — ۵ — کہ سامعین نے جی بھر کے سن لئے اشعار
تمام سال میں نوروز ایک ہوتا ہے — سبھا کے جلسوں پہ نوروز یاں ہے ہفتہ وار
الٰہی قائم و دائم رہے سبھا کا جلوس — شمار کرتے رہیں یوں ہی تا بروز شمار

آمین

ترجیع بند

نہ اٹھیں حشر تلک یہ وہ ہیں سونیوالے — پھونک اب بھی کہیں بیدار نہ ہونیوالے
چھانتے خاک ہیں موتی کے پرونیوالے — بے نشاں کیوں نہ ہوئے نام ڈبونیوالے

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونیوالے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے ترے رونیوالے — ۱۰

جائے عبرت ہے شب و روز پریشانی ہے — آئینہ کی طرح ہر چہرہ پہ حیرانی ہے
غیر کیا اپنے کئے کی یہ پشیمانی ہے — عین غفلت ہے سراسر تری نادانی ہے

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونیوالے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے ترے رونیوالے

بے خبر تجھکو زمانہ کی خبر کچھ بھی نہیں — دیکھ سینہ میں بجز خون جگر کچھ بھی نہیں

گھر میں دولت نہیں ہاتھوں میں ہنر کچھ بھی نہیں
روزگار اٹھ گئے بیہودہ اثر کچھ بھی نہیں

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے ترے رونے والے

اپنے ہاتھوں سے لٹا ڈالی ہے دولت تو نے
قوم کی بھول کے بیچی کی نہ قیمت تو نے
اپنے ہاتھوں ہی سے لی سر پہ مصیبت تو نے
کیسی افسوس بری دیکھی ہے حالت تو نے

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے سونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے ترے رونے والے

تو بھلا قوم کے پہلو میں بھلائی تو نہیں
قید ہے دل میں مگر جلوہ فزائی تو نہیں
تو برا ہم سے نصیبوں کی برائی تو نہیں
ہاتھ چلتے ہیں مگر اُن میں رسائی تو نہیں

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے سونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے ترے رونے والے

کونسا سینہ ہے غم سے جو وہ سرد نہیں
سست ہمت ہے اگر اب بھی جوانمرد نہیں
درد ہے دل میں مگر قوم کا ہمدرد نہیں
کارواں دور گیا دیکھ کہیں گرد نہیں ۱۰

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے سونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے ترے رونے والے

تو بھی ناکام ہے گر قوم سے کچھ کام نہیں
اس تغافل کا تو اچھا کبھی انجام نہیں
تو بھی بے چین ہے گر قوم کو آرام نہیں
دن بہت چڑھ گیا اب خواب کا ہنگام نہیں

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے ترے رونے والے

سے بہتر لخت جگر سے تو کبھی شاد نہ ہو
کونسا وہ ہے ترا جس میں کہ فریاد نہ ہو
ناخلف سے تو بہتر ہے کہ اولاد نہ ہو
دیکھ تو اپنے ہی ہاتھوں کہیں برباد نہ ہو

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے ترے رونے والے

جانب وقت توجہ نہیں ایک دم تجھکو
وہ مؤخر ہے جو کرنا تھا مقدم تجھکو
۵
عمر کھینچے لئے جاتی ہے دمادم تجھکو
دیکھ پچھتائیگا کھا جائیگا یہ غم تجھکو

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے ترے رونے والے

دیکھنا چاہا بھی ہو تو نے تماشا کیا کیا
عمر رفتہ پہ کبھی آبنگار رونا کیا کیا
تری غفلت تجھے دکھلائیگی پردہ کیا کیا
آج باقی یہی حسرت ہے کہ کل تھا کیا کیا

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے ترے رونے والے

رات دن صحبت اصحاب ہیں مدہوشی کی
انتہا بھی کہیں کمبخت فراموشی کی
۱۰
اب دل گور کو حسرت ہے ہم آغوشی کی
شعلہ آہ [illegible] تری بیہوشی کی

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے ترے رونے والے

ایڈریس نظم

تہنیت خیر مقدم منشی لکشمی نارائن ورما بیرسٹر ایٹ لا

ایل ایل ڈی کایستھ کل بھوشن

جلسہ علی گڑھ ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء لائل لائبریری

قطعہ

ایک وہ روز تھا کہتے تھے
بسفر رفتنت مبارک باد
آج وہ دن ہے پھر ملے تجھ سے
اے چہ خوش آمدی مبارک باد

اسی جلسہ کے سب تماشائی
بسلامت روی و باز آئی
تیرے مشتاق تیرے شیدائی
کامیابی و جلوہ افزائی

رباعی

جدا جو لخت جگر ہو کے خانماں سے ہوا
ملا ہے آکے عزیزان قوم سے یوں تو

بدن سے روح ملی اور جسم جاں سے ملا
بچھڑ کے جیسے کہ یوسف تھا کارواں سے ملا

کجروی طینت حاسد کا ہی اصلی اصول
سیدہا چلتا نہیں جسطرح سے شطرنج کا فیل

دشمن قوم نہ کیوں ناحق تدبیر کریں
ٹھوکری قادر مطلق سے ہے تقدیر میں کیل

کیوں نہ بدخواہ سبک مایہ کی رسی ہو دراز
کاغذ بادی کو اڑنے کے لئے ملتی ہے ڈھیل

چھو نہیں اہل سخاوت کا فلک منظر سے
خانۂ بوم سے گو کیسا ہی ہو قصر بخیل

۵ شیوۂ بدحسبی قوی ہے شرافت کا اصول
یوں برا کہنے کو کہتے رہے کوئی رذیل

سحر کیونکر نہ ہو پھر جوہر ذاتی اپنا
دوپہری ہوتی ہے اشارے سے جھپے تیغ اصیل

مفلسی تہمت دنیا یہ لگائے ٹھوکر
کاسۂ فقر و گدائی ہے یہاں خوان خلیل

دینے والوں کو سدا دیتا ہے جینے والا
لینے والا ہے جو اوروں سے وہ کیا دیگا بخیل

خاک میں لوٹتے پھرتے رہیں بدخواہ مدام
ڈوب مرنے کو نہ دریا ہو نہ تالاب نہ جھیل

١٠ مختصر مختصر اے فکر معانی آرا
قوم کی حالت پر درد کا قصہ ہے طویل

آسماں راہ پہ لاتا نہیں گمراہوں کو
حرج کچھ بار ہر اک کام میں ہوتا ہے دخیل

دولت علم کے مالک ہیں تو مانگیں کس سے
یہ امانت ہے ہماری وہ ہماری تحویل

وہ سخنور ہوں سخن کی جو ستایش چاہوں
چیر کر گور نکل آئے ابھی روح قتیل

ماہ ہر رات کو خورشید لقا ہے دن کو
توسن طبع رواں دیکھئے کتنا ہے شکیل

١٥ میرے اشعار سے ہے بزم سخن کو رونق
رونق حسن کمالات کو مجھ سے تکمیل

حسن کو مجھ سے نمک عشق کو مجھ سے سوزش
فضل کو مجھ سے شرف علم کو مجھ سے تفصیل

حافظہ میں مرے ہر سورۂ قرآں ازبر
جانتے ہیں مرے توریت و زبور و انجیل

میری تفصیل کی میزان کا ہوتا ہے محل
میرے اجمال کو پیدا نہیں ہوتی تفصیل

میرے لفظوں کی گرانباری ہے کوہ تمکین
میرے مضمون کی کشش سے ہے پر جبریل ثقیل

طبع عالی کو جو آتا ہے دم فکر عرق — پنکھا جھلنے کے لئے بیٹھتے ہیں بال جبریل

عالمانہ میرا ایڈریس ہے بلاغت کی نظیر — فاضلانہ ہے مرتب نظم فضیلت کی دلیل

شاعرانہ یہ تعلّی ہے وگرنہ شعلہ — آپ ہی جانتا ہوں جیسی ہے طبیعت ذلیل

نہ عروضی ہوں نہوں واقف ارکان سخن — فاعلاتن نہ مجھے یاد نہ باب تفعیل

منتخب کر کے کسے پھر ستائش لاؤں — کیا لکھوں بات کہ ہے قوم کا دفتر طویل ۵

طرح سازی نہیں ارباب سخن کا شیوہ — تیری مدحت ہو فقط قوم کی الفت کی دلیل

قوم کو ناز ہے تجھ پر تو تجھے قوم پہ ناز — قوم جمیل ہے تو قوم میں جمیل و عدیل

بات بن بن کے بگڑتی تو تساہل ہوتا — دیر ہر کام میں ہوتی جو نہ کرتا تعجیل

جو عہد ابھو نہیں سکتا تھا کبھی آنکھوں سے — وہ نگاہوں کی طرح دور گیا لاکھوں میل

ملک نا بعض نہیں مانع تحصیل علوم — پائے ہمت کے لئے روک نہیں قلزم و نیل ۱۰

کوئی کہتا ہے کہ آجاتا ہے عادات میں فرق — کوئی کہتا ہے کہ ہو جاتی ہے حالت تبدیل

بلکہ علم ترقی ہیں یہ دونوں آواز — اک تنزل کی تو اک پستی ہمت کی دلیل

ہند والوں کو ولایت میں رکاوٹ کیسی — نہ ملاحت کسی رخ میں نہ کوئی چشم کحیل

رنگ ہی رنگ ہے آراستگی حسن کہاں — نہ کسی ہاتھ میں چھلا نہ کسی ناک میں کیل

خوش عقیدت کا تری تیرا طریقہ ضامن — خوش طریقہ کی ترے خود ہے تری قوم کفیل ۱۵

نام نامی ہے ترا شمس نرائن سے — نام سے تیرے عیاں ثروت و دولت کی دلیل

سن اٹھارہ سو چھیاسی کی چوتھی تیسری مارچ — تیری رخصت تھی علی گڑھ سے بعزم تحصیل

آج ہے چودھویں اپریل اٹھاسی سن کی (۱۸۸۸ء) — کہ نہیں مدت دو سالہ کی پوری تکمیل

دو برس ایک مہینہ ہوا اور گیارہ دن — اس میں ایام مسافت کی بھی کچھ ہے تقلیل

نوجواں اور اک آیا تھا جو تجھ سے پہلے — کامیابی کی تری اس سے ہی روشن تھی دلیل

ایک نے راستہ کھولا تو کیا ایک نے صاف — عقدہ حل اس سے ہوا تجھ سے ہوئی ہے تسہیل

ہے مقابل ترا کوئی نہ مقابل اس کا — آپ وہ اپنی نظیر آپ تو اپنی تمثیل

قوم کے واسطے لائے ہیں مگر آب حیات — دعوی خضر کی توڑی ہے دلیروں نے دلیل

٥ پاس بیرسٹری اور سیر ولایت دونوں — رہبری قوم کی تھی علم کی اعلی تحصیل

روک سکتا نہیں جرأت کو رہ دور و دراز — توڑ سکے نہیں ہمت کو کبھی قلزم و نیل

آرزو و شوق نہیں ہے جو ہٹائے ہٹ جائے — دل کوئی حرف غلط تو نہیں جو ہو اسے تحلیل

خیر مقدم ہے ترا قوم کو اسباب نشاط — کامیابی ہے تری قوم کی عزت کی کفیل

نور آنکھیں ہیں تری قوم کی دل کی مانند — یہ جو روشن نظر آتے ہیں گلاس قندیل

١٠ ہار منصب کا گردن میں ہے قومی تمغہ — سایۂ دست خدا ہو ترے سر پر اکلیل

تو نے جلسے کا نہیں ہم نے لیا ہے اس سے — کر نہ ہو جائے ترے جشن کی پیدا تشکیل

تیرے اقبال کے ساعی ہوں تری قوم کے لوگ — تیرے اجلال کا حامی ہو سدا رب جلیل

آج پھر جشن مبارک ہیں ہوا مدح سرا — شعلہ خستہ جگر شاعر ناچیز وکیل

جو ترا تجھ کو کہے رد خلائق ہے وہ — جو ترا تجھ کو کہے اس سے زیادہ ہو ذلیل

١٥ ہم کو تو تجھ کو ترا جشن مبارک ہووے — اے جواں بخت جواں طالع خردمند و عقیل

سبھا کا محلہ جیگنج میں قومی جلسہ

بزرگانِ قوم آج جلسہ یہ کیا ہے
محبانِ قوم آج کیسی سبھا ہے
رفیقانِ قوم آج کیا ماجرا ہے
عزیزانِ قوم آج کیا التجا ہے

خزاں کے جو صدمے سے کمھلائے ہیں کیسے
نہالانِ قوم آج پھولے ہیں کیسے

دوبارہ بہار آئی قومی چمن میں
اثر جس نے بخشا ہے میرے سخن میں
تڑپا جوشِ خوں بھائیوں کے بدن میں
ترقی وہی دیگا اس انجمن میں ۵

سبھا آپ کے دم سے قائم رہے گی
بہار آئے گی وہ جو دائم رہے گی

سبھا سن بیاسی سے ہر چند یہاں تھی
گذشتہ جو کوشش تھی سب رائیگاں تھی
بہت جوش تھے قوم گو ناتواں تھی
نہ قالب تھا باقی نہ قالب میں جاں تھی

گماں تھا کہ مردہ سی کچھ ہو رہی ہے
یہی جانتے تھے سبھا سو رہی ہے

سبھا کی جو حالت کو ڈھنڈا سا پایا
نہ باقی رہا سرپرستوں کا سایا
جو تھا دستگیر اس نے ہی ہاتھ اٹھایا
غضب غفلتوں نے مرض کو بڑھایا ۱۰

جو دم بھرتے تھے رہ گئے سانس بھر کے
جو حامی تھے سب چل دئے صبر کر کے

نہ ہمدرد کوئی بھی آیا سرہانے
اسی بار گو نبض آئی ٹھکانے

اثر جب نہ بخشا ہماری دوا نے | جوانانِ قومی کو بھیجا خدا نے

اٹھولا تو گرمی سی پائی بدن میں
تھی لپٹی پڑی کاغذوں کے کفن میں

بڑی کوششوں سے اٹھا کر بٹھایا | مرض سارا اپنے ہی غفلت کا پایا
جو چہرہ تھا بگڑا ہوا رنگ لایا | بڑی حسرتوں سے یہ فقرہ سنایا

۵
نہ دیکھے کسی نے وہ ہمسر دلیر سے
کہاں ہیں کہاں ہیں وہ ہمدرد میرے

کہاں میر مجلس کہاں پیٹرن ہے | کہاں سکتری ہے کہاں انجمن ہے
کہاں ممبرانِ سبھا کا چمن ہے | کہاں میرا مداحِ شاہِ سخن ہے

اٹھا قوم کے سر سے کیوں سایا میرا
کہاں ہے وہ کرتا جس پہ سرمایا میرا

مبارک کہ بدلی تو کروٹ سبھا نے | امیدیں اٹھیں اپنی صورت دکھانے
لگی نوجوانوں کی محنت ٹھکانے | ۱۰ | بڑھائی ہے بوڑھوں کی ہمت خدا نے

یہی ہے اگر جوش قومی دلوں میں
بڑھینگے ہم اصلاح کی منزلوں میں

محبانِ قوم آج حاضر سبھا ہے | وہ سب جانتے ہیں جو کچھ التجا ہے
ہمیں آپ کی ذات کا آسرا ہے | بزرگانِ جیگنج اب حکم کیا ہے

ہر ایک کارنامے ہوں نامی ہمارے
اگر آپ ہو جائیں حامی ہمارے

مکانوں کو بکوا کے جام سفالی

بُرائی کی جڑ ہے یہ کل مے پرستی — بُری ہے بُری ہے گراں ہو کہ سستی
دکھائی بلندی سے اس نے ہی پستی — گھٹے حوصلے بڑھ گئی تنگدستی

ٹھرکنے لگے بھر کے ہولی کی لے میں
مزا آگیا کھٹے پانی کی سے میں

ہمیں آپ اپنے سے آتی ہے نفرت — ٥ — لٹائی بزرگوں کی محفوظ دولت
بگاڑی ہے افلاس نے کیسی صورت — ہمارے گھروں پر برستی ہے عبرت

حویلی حمیدہ کھنڈر دیکھتی ہے
جو دولت سرا تھی کھنڈر دیکھتی ہے

یہ کہنے کی ہے بات قسمت ہے سوتی — بگڑتے نہ بنکر جو اصلاح ہوتی
جو خوش چال ان کی صورت ہو روتی — نہ بچوں کو ٹوپی نہ بوڑھوں کو دھوتی

بٹا چارخانہ کا کرتہ ہے بر میں
١٠ — انگرکھے تو گروی ہیں لنگوٹے گھر میں

صد افسوس چھوٹی سی ہے یہ برائی — ورا اس پہ ہے تہذیب کا تھا پائی
ہزاروں ہیں ایسی برائی بھلائی — نہ اصلاح ہوگی نہ ہوگی صفائی

انہیں غفلتوں میں مگر جان دیکے
کسی روز ڈوبینگے ہم سب کو لیکے

جوانانِ قوم اٹھو میداں میں آؤ — جو سوئے پڑے ہیں انہیں بھی جگاؤ
کمر باندھ لو اپنی جرأت دکھاؤ — ١٥ — اگر جوش خوں ہے تو خوں میں نہاؤ

ترقی کی رفتار گھٹنے نہ پائے
قدم جو بڑھے پھر وہ ہٹنے نہ پائے

اگر قوم کا خون کچھ جوش زن ہے
تصدق ہے قرباں دل جان و تن ہے

ہرا سرخ پانی سے قومی چمن ہے
یہ میداں ہے اور یہ میداں کا رن ہے

چڑھیں جو نظر میں اترتے نہیں ہیں
مریں قوم پر جو وہ مرتے نہیں ہیں

بہت ہے چکا وقت مضموں او پورا
بجے بادہ نوشوں نے کیا کیا نہ گھورا

۵

مگر کر چکا اپنی ڈیوٹی کو پورا
ملانا ہے باقی ابھی تو دستورا

ڈبویا ہے جیسا ہمیں فکر کر کے
چکھا دونگا اک دن اسے زہر کر کے

اب اے اہل جلسہ معافی معافی
کریں گے پسند اس کو دلہائے صافی

نہیں غفلتوں کی ہماری تلافی
نکالیں گے مے نوش کیا جانے کیا فی

یہ مضموں بھدا سا ہے اور کیا ہے
بس اب شکریہ شکریہ ہے

۱۰

جلسۂ دوم علی گڑھ

رحمت بصفات ساقی الخلد
صد شکر بصانع مے ناب

جس نے ہمیں بادہ کش بنایا
نعمت کا عجب مزا چکھایا

احسان ہیں پیر مغ کے کیا کیا — جس نے سر خم ہمیں بتایا
تخمیر عمل ہے نشہ اس کا — اس دو میں ہے پری کا سایا
خالی ہے قبول تخم کس کا — شیشہ نے ہزار سر جھکایا
کیا نشہ میں پند گو کی باتیں — واعظ کو جو سامنے بٹھایا
کہتے ہیں محبت سے مئے ناب — خالی ہوا جب جام دل بھر آیا ۵
جبریل اس نے ہاتھ پکڑا — جب مست کا پاؤں لڑکھڑایا
ہے آب حیات کی حلاوت — کیا زیست کا لطف ہاتھ آیا
قلقل کی صدا ہے مثل قم قم — اعجاز مسیح کو دکھایا
بے وجہ روی نہیں ہے حالت — اس خانہ خراب نے مٹایا
بدنام شراب کس لئے ہے — مے نوشی پہ کیوں زوال آیا ۱۰
اک چلو میں تھے سے پاؤں اکھڑے — کم ظرفوں نے نام کو ڈبویا
نشہ میں ٹکے زمین پر ہاتھ — انساں سے بنا ہے چارپایا
رکتی ہی نہیں زباں دہن میں — دیوانہ کو کس نے کاٹ کھایا
اکھڑے جو قدم تو پاؤں سر پر — سر اتنا جھکا قدم پہ آیا
بے وجہ زباں پہ ہائے ہو ہے — بے ساختہ شور و غل مچایا ۱۵
تن کی خبر نہ کچھ بدن کی — مردہ کی طرح زمیں پہ آیا
نہ ہوش جو اس کا ٹھکانا — بے عقل نے عقل کو گنوایا
وہ کہہ دیا جو نشہ میں سوجھا — وہ بک دیا جو زباں پہ آیا
کوچہ کوچہ گلی گلی میں — بدمست نے آپ کو پھرایا

جامے کی خبر نہ پیرہن کی — سینہ نہ پھٹا ہوا سلایا
کیا خاک ملا اڑانے سے خاک — دولت کو جو خاک میں ملایا
دستار ہمیشہ رہن مے کی — اس پر بھی سدا ادھار کھایا
ہے آب دہن رواں دہن سے — مے پینے میں کیا مزا اٹھایا
گردش ہے نشہ کی سرخ آنکھیں — بک بک کے زبان کو تھکایا ۵
بازار میں غل کا ہے تماشا — لیجو لیجو شرابی آیا
کس نے انہیں مے کشی سکھا لی — کس نے انہیں بادہ کش بنایا
گالی لب پر عوض دعا کے — مدت کا غضب رہا سر آیا
لاحول ہے ایسی بادہ نوشی — طوق لعنت ہمیں پنھایا
لعنت تیری شراب ایسی تیسی — کیوں خون جگر ہمیں پلایا ۱۰
کمبخت ہوئی اسی قدر تیز — جتنا کہ زمین میں دبایا
دنیا کا ہے فکر اور نہ دیں کا — کیا عمر کو رائگاں گنوایا
کھلتے ہیں نشہ میں داغ دل کے — کیوں دھبہ شراب میں لگایا
افسوس افسوس ہائے افسوس — اب بھی تو سمجھ میں کچھ نہ آیا
پامال کرے گی یہ کسی دن — گر نشہ نے اس کے سر اٹھایا ۱۵
یک چند تیرا اثر کہ پدر رکھتا — پیروں میں آ کے بھی دبا پھنسایا
ہو جائیں گے ایک روز وہ تیت — کھو جائے گا سب بچا بچایا
احسان ہیں ان کے خاص جیسے — اس رسم کو عام نے اٹھایا
بیٹا تو ہے شکن وہ ہوں لیکن — ایک روز نہ عہد کو نبھایا

اے گریہ چالِ خویش واری | کیوں سارے زمانہ کو ہنسایا
شعلہ اب ہو چکی شکایت | مضموں یہی بس ہاتھ آیا
ہم اور شراب کی بُرائی | کیا کلمۂ کفر لب پہ آیا
اے حالتِ زار قوم صد حیف | تو نے کیا کیا نہ کچھ سنایا
اس نشہ میں تھا سرور جاوید | ۵ | اس نے ہی خدا سے تھا ملایا
مقبول ہوئی نماز جب | جب شیشہ کو طاق سے اٹھایا
سے پینا گناہ سب غلط تھا | اس نے ہی گناہ سے بچایا
ہیں اور بھی قوم میں بہت نقص | ان کو اب تک نہیں جتایا
سب سے پہلے نفاق کا عیب | جس نے ہمیں خاک میں ملایا
اس درد کی کچھ دوا نہیں ہے | ۱۰ | ہمدردی کے نام کو مٹایا
تعلیم سے دور دور کوسوں | تہذیب سے بھاگتا ہے سایا
یہاں پڑھنے کو حرف تک نہ اٹھا | یاں لکھنے کو نام تک نہ آیا
ان پست خیالیوں نے کھویا | ہمت نے زمین پر گرایا
درماں سے ہوئی زیادہ کاوش | حنظل نے ہی قدر و سر بڑھایا
تدبیر نہ کوئی کام آئی | ۱۵ | اور آگ کئی جہاں بجھائی
اے چرخِ کہن ستارہ ہیہات | کس ضعف پہ زور آزمایا
صد شکر کہ اب زمانہ پلٹا | صد شکر کہ سوتوں کو جگایا
تھا قالبِ قوم گویا مردہ | اس نعش میں دم کہیں نہ پایا
دیکھی نہ کبھی دوا کی صورت | کس یاس سے دم لبوں پہ آیا

جز درد نہ چارہ ساز کوئی | جز رنج زمانہ تھا پرایا
حسرت سے نگاہ چار سو تھی | رونے والا کوئی نہ پایا
روتی رہی سر پہ بیکسی ایک | کمبخت کو بے کفن اٹھایا
پہنچا ہی دیا تھا گور کے پاس | ہے شکر کہ دم پلٹ کے آیا
مژدہ ہیں وہ بارہ جسمانی | کیا مژدۂ جاں فزا سنایا ۵
شاباش سبھا کی گرم صحبت | کیا تخم نفاق کو جلایا
مردہ کو کیا ہے دم میں زندہ | عیسے کا سا معجزہ دکھایا
محروم کو ہے امید کی آس | مایوس کا آسرا بندھایا
یہ جلسہ اسی کے فیض سے ہے | یہ باغ اسی چمن کا سایا
ہر سرو یہاں خدا رسیدہ | ہر شاخ کو سجدہ میں جھکایا ۱۰
ہر غنچہ خموش فکر حق میں | ہر بلبل باغ چہچہایا
شبنم کو کشش نہیں سوا پھر | کیا ابر کرم نے سر پہ چھایا
گل چینوں کی دست برد یوں پر | ہر پھول چمن کا کھل کھلایا
نکہت پہ کسی نے جان دی ہے | سنبل میں کسی نے دل پھنسایا
شمشاد ہے اپنے فن کا استاد | قمری کو نیا سبق پڑھایا ۱۵
اس باغ کی وہ زمیں ہے جس کو | خود عرش بریں نے سر چڑھایا
ہو دوج کو جلسہ ملاقات | ہر سال اسی طرح خدایا

مشکل اسے تیرہ ؟؟؟ کیجی
اچھی کو نظم میں سنایا

رباعیات

ہو کون جو بے ادب برابر ٹھہرے | جب دخل نہیں کسی کا کیونکر ٹھہرے
دربار وزیر شاہ کونین ہے یہ | جبریل امیں سے کہہ دو باہر ٹھہرے

ولہ

نغمہ بہار کا ہے میری داستاں نہیں | بلبل چہک رہا ہے یہ رنگ بیاں نہیں
اعجاز ہے مسیح کا میرے کلام میں | ہیں فخر روزگار رسول پر قدرداں نہیں

ولہ

فضول صرف سے بڑا ہی فرق ثروت میں | ۵ | شراب خواری سے لگی ہے آگ دولت میں
تمام عیب ہیں دنیا کے مجھ میں ملے شغل | نفاق و بغض و حسد تو نہیں طبیعت میں

ولہ

بیمار ہے جس نے ہو طبیعت ہاری | جیتا ہے وہ ہی کہ جس نے ہو دولت ہاری
ہمدردی قوم کا کھلاڑی جیتا | ہارا ہے وہ ہی کہ جس نے ہمت ہاری

بند

یہ دن خوشا کہ وچ کے جلسہ کا ہے سرور | ہے چتر گپت مورث اعلیٰ کا سب ظہور
باہم کے اتحاد و محبت کو ہے وفور | ۱۰ | وہ آج پاس بیٹھے ہیں پڑتے تھے کل جو دور

حاصل سوائے رنج نہیں کچھ نفاق میں
کتنا مزا ملا ہے کہو اتفاق میں

برہما کو حکم عالم ایجاد جب ہوا | ہوں چار عضو جسم سے چاروں برن جدا
چھتری و ویش و برہمن و شودر نام تھا | باقی تمام کا یا سے کایستھ ہو گیا

اس طرح ہر چہار بدن کے ظہور ہیں
سب ایک ایک جزو کے ہم کل سے نور ہیں

اپنا ہی انتظام ہے کل کائنات میں
مسند نشین صدر وزارت صفات ہیں
ہم وہ ہیں جن کے خامۂ قدرت ہیں ہاتھ میں
بخشش جہاں کی ہے نگہِ التفات میں
دنیا کے اہتمام ہمارے سے کل ہوئے ہیں
اعمال نیک و بد کے محاسب ازل سے ہیں

۵
قربت ہماری مالک کون و مکاں سے ہے
دولت ہماری بخششِ بحرِ گراں سے ہے
خلعت ہماری خالقِ ہر انس و جاں سے ہے
عزت ہماری حضرتِ اعلیٰ کے ہاں سے ہے
دربار میں خدا کے مسل خواں ہمارا ہے
کل دفترِ ازل میں قلمداں ہمارا ہے

اس مرتبہ کو پا کے بھی کچھ ہم کو غم نہیں
بیدم یہاں تلک ہوئے ولیکن ستم نہیں
نادم ہوئے ہیں گر کسی گردن پہ ہم نہیں
کیا کیا ہماری جان پہ ہوتا ستم نہیں
۱۰
اعمال نامہ اپنا اگرچہ سیاہ ہے
ہم ان کی پشت پر ہیں جو سب کی پناہ ہے

ایک ایک بھائی دوسرے بھائی سے ہو الگ
حصہ الگ کسی کا کسی کی ہو نے الگ
نااتفاقیوں سے ہوا ایک ایک الگ
کٹتے ہیں ایک ایک مگر سب کی لے الگ
سچ یوں ہے اتفاق سے دل ہی اچاٹ ہیں
جو پہلے بارہ بھائی تھے اب بارہ باٹ ہیں

آپس کے اتحاد کا کیوں بند ٹوٹتا ہے
دل میں ملال اور دمِ گرم خستہ ہے

ظاہر ہے یہ کہ حال جو کچھ اپنا خستہ ہے
مورث کا مثل دل کی طرح سے شکستہ ہو

اے شعلہ اپنے حال کو کیا چاہئے نہیں
اولاد کے بھی فرض کو پہچانتے نہیں

جلسہ کایستھ کنفرنس بریلی ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء

رباعی

جیسے ہی سنے ہیں جب ایسا ہی سبب ملتا ہو
ایک کا ملنا بھی کل قوم کا ملنا ہے یہاں
بھائی بچھڑا ہوا افسوس ہے کب ملتا ہے
گیارہ ہو جاتے ہیں ایک ایک سے جب ملتا ہو

مسدس

کیا شاندار جلسۂ عالی وقار ہے
کایستھ کنفرنس عجب لالہ زار ہے
ہاں فرض شکر رحمت پروردگار ہے
ایک ایک گل پہ لاکھ چمن کی بہار ہے ۵
دامن مہک رہے ہیں نہالان قوم کے
بلبل چہک رہے ہیں گلستان قوم کے

پہچانتے نہ تھے جنھیں وہ دل میں آ گئے
برسوں سے جن کی ڈھونڈھ تھی یکدم میں پا گئے
دیکھا نہ تھا جنھیں وہ نظر میں سما گئے
کایستھ کنفرنس کے انداز بہا گئے
الفت سے ایک ایک کو دل بستہ کر دیا ۱۰

سارا چمن سمیٹ کے گلدستہ کر دیا

دل ایک روح ایک بدن ایک جان ایک
خوں ایک گوشت ایک رگ و استخوان ایک
ہر ایک کا اک خیال ہر اک کا بیان ایک
پائیں لاکھ منہ ہیں پہ گویا زبان ایک
بھائی کے بدلے دولت کونین خاک ہے
دنیا میں ساری قوت بازو کی دھاک ہے

پہلی خوشی ہے کونسی اس جلوہ گاہ میں ٥
جس کا پتہ ہے شوق ہر اک کی نگاہ میں
آنکھیں بچھی ہوئی ہیں محبت کی راہ میں
بے چین بھائی بھائی ہے بھائی کی چاہ میں
وابستہ دل ہے دل سے جگر سے جگر ہے آج
سچی خوشی یہی ہے جو پیش نظر ہے آج

بیتاب بھائی بھائی ہے جوش سرور سے
قابو میں دل نہیں ہے خوشی کے وفور سے
حسرت نکالتے ہیں دل ناصبور سے
نظریں لڑا رہے ہیں محبت کی دور سے
ہر دل پہ صاف نقش محبت جمائے ہیں ١٠
فوٹو اتر رہے ہیں اسی شامیانے میں

مجمع ہے بھائیوں کا ملاقات کی ہے دھوم
اک اشتیاق خاص ہے سب کا علی العموم
اصلاح پر عمل ہیں ترقی پہ ہیں علوم
حرف غلط کی طرح سے مٹتی ہیں بد رسوم
ہٹتی ہیں روک ٹوک جو تھیں صاف راہ میں
تجویزیں پاس ہوتی ہیں قومی رفاہ میں

ہر گل الگ ہے گو ہر سب کی بو ہے ایک
گو سر جدا جدا ہیں مگر آبرو ہے ایک
اختر ہیں بیشمار مگر سب کی ضو ہے ایک ١٥
پہلو ہیں دل جدا ہیں مگر آرزو ہے ایک

ہمدرد وہاتھ دو رو کے رکھے قریب ہے	اس پر بھی گر شفا نہ ہو اپنا نصیب ہے

سمجھیں گے پھر بھی وہ ہی بلندی خیال میں
جس نے لیے ہیں کمال دیا ہی زوال میں

ہاں قوم کے ہیں زندہ جاوید جاں نثار	ہوتا ہے سب کو خدمت قومی سے افتخار
کیا ہے خزاں نصیب اگر پھول ہوں ہزار	گلشن میں ایک سینچنے والے کی ہے بہار

کیا ایک افتخار ہے سارا ہی فخر ہے
جو فخر قوم ہے وہ ہمارا ہی فخر ہے

اے اہل قوم دیکھ لو کیا کر رہے ہیں اور	قومی ترقیوں کے لئے ہو رہے ہیں غور
نااتفاقیوں سے اٹھانے ہیں ظلم و جور	مطلب بنائے جاتے ہیں اپنے ہر ایک طور

پامال تھے جہاں میں جو سر پہ چڑھ گئے
پیچھے جو تھے ہٹے ہوئے آگے کو بڑھ گئے

جس نے دکھائی قوم کی صورت میں بہتری	جس نے مٹائی قوم کی حالت کی ابتری
جس نے کہ دی ہے ملکہ قیصر کو قیصری	شعلہ کو جس نے بخشا ہے ملک سخنوری

اس چھتر پت کا جس کا حامی وہی ہے
کایستھ کانفرنس کا حامی وہی ہے

نظم جلسہ کایستھ کانفرنس متھرا سنہ ۱۸۹۳ء

رباعیات

مردہ ہوا اہل قوم کہ اودھار ہو گیا	بیڑا جو تھا بھنور میں وہ اب پار ہو گیا

کایستھ کنفرنس جسے کہتے ہیں سب
گیارہ کلا کا برنج میں اوتار ہوگیا

ولہ

عظمت یہی ہے اپنی یہی اپنی شان ہے
آپس کا اتفاق ہمارا نشان ہے
دو قالب ایک جان یہ پورا خیال تھا
پائیں لاکھ جسم میں اب ایک جان ہے

ولہ

ہر زخم میں اک مزا ہے چھلنے کے لیے
ہر پھول میں رنگ و بو ہے کھلنے کے لیے
بھائی ہیں مخالفت ہماری کیسی
لڑتے بھی اگر ہیں ہم تو ملنے کے لیے

مسدس

اے صاحبان جلسۂ عالی فلک وقار
پہلے ہے فرض شکر خدا وند کردگار
جس نے بنایا ملکۂ قیصر کو تاجدار
ہم کو رعایا ہونے کا جس سے ہے افتخار
کایستھ کل ہیں تخت شہنشہ کے پائے میں
اتنے عروج پر ہیں کہ ہم زیر سایہ ہیں

اب التفات کیجئے جلسے کے حال پر
کیا کیا بڑے ہیں یہاں دونوں ہیں جلوہ گر
ہو اک بزرگ قوم صدارت پہ جلوہ گر
اس اتفاق کو نہ کسی کی لگے نظر
ایک ایک کو دیکھیے ہر ایک شاد ہے
سچی خوشی ہے یہ کہ بہم اتحاد ہے

افسوس ہے کہ وقت ملا اس بیان کا آج
ڈر ہے کہ گر نہ جائے کسی بھائی کا مزاج
یاں ہر قوم کی سبھا ہو نہ یاں آریہ سماج
اک ناتوان قوم کا منظور ہے علاج

بنیاد اتفاق جمانے کا وقت ہے
دل سب کے ایک ہاتھ میں لانیکا وقت ہے

ہو لطف جب کہ فرق نہ آئے اصول میں
بڑھ جائے بات کاش نہ رد و قبول میں
کھانا پڑے نہ سو سکے پہلے ہی دھول میں
الجھائے اتفاق کی صورت فضول میں

بھائی خفا ہوئے تو منائے نہ جائیں گے
بگڑے ہوئے مزاج بنائے نہ جائیں گے

انساں کے جان و مال کا سارا ہے اتفاق
ہر ایک مرض کیواسطے چارا ہے اتفاق
دنیا و عاقبت کا اجارا ہے اتفاق
آپس کا اتفاق ہمارا ہے اتفاق

باہم ہے دل شگفتگی طرز خلاف سے
پڑتی ہے چوٹ قلب پہ اس اختلاف سے

میرا خیال عام مری گفتگو غلط
ہوتی نہیں ہے خون برادر کی بو غلط
چلتے نہیں ہیں بن کے کبھی نیک خو غلط
دوڑے نہ پھر کے جوش میں ہو جو وہ لہو غلط

اظہار عرض حال تھا اک احتیاج کا
یہاں جانتے نہیں ہیں بگڑنا مزاج کا

ہاں قوم کے ہیں زندۂ جاوید جاں نثار
دلکش چمن ہے قوم کا او پھول ہیں ہزار
ہوتا ہے سب کو خدمت قومی سے افتخار
گلشن میں ایک سینچنے والے کی ہے بہار

کیا ایک افتخار ہے سارا ہی فخر ہے
جو فخر قوم ہے وہ ہمارا ہی فخر ہے

ہیں جسم قوم کے یے جان و جگر عزیز
انساں کو جس طرح سے ہوں چشم و نظر عزیز

جیسے بہار باغ کو پھول اور ثمر عزیز
جیسے فلک کو واسطے شمس و قمر عزیز

ثمرہ یہ اتفاق کا سمجھو صحیح ہے
اک خضر ہے تو دوسرا ان کو مسیح ہے

اب وہ دکھاؤں آپکو جلسے جو ہیں وہ ہوم
اصلاح پر تلے ہیں ترقی پہ ہیں علوم
اک اشتیاق خاص ہے سب کا علی العموم
حرفِ غلط کی طرح سے مٹتی ہیں بد رسوم

ہٹتی ہیں روک ٹوک جو ہیں خاندان میں
تجویز پاس ہوتی ہیں قومی رفاہ میں

سب سے بڑی برائی تھی جو قوم میں بھری
پہونچا دی ہے زوال کو جس نے تونگری
پھیلی ہوئی تھی جس کی ہر اک گھر میں ابتری
سہرے میں شکل دیو کی صورت میں پری

جن کے سبب سے قوم کا چہرہ سیاہ ہے
کیوں نام لوں کہ نام بھی لینا گناہ ہے

کایستھ کنفرنس کی اور سبھا کا ہو دوام
ہاں سب کو یا بانٹ کے دکھلاؤں عام
ہیں کیوں کہ نہ ہنگامہ ہوں ناچ کے تمام
تو کھو سکوں شراب بھی خانہ خراب جام

قطرہ نے اس کے سینوں میں طوفاں اٹھا دیا
پیروں کو ڈبا دیا ہے جوانوں کو کھو دیا

ظاہر ہے اس نے قوم کا جو حال کر دیا
مفلس بنا دیا ہمیں کنگال کر دیا
وہ سہر تھی کہ جس سے پامال کر دیا
مٹی کا ڈھیر سارا زر و مال کر دیا

دیواریں گھر کی تا بہ کمر جھکنے لگیں
دولت سرائیں اپنی کھنڈر دیکھنے لگیں

نظم مصنفہ جناب منشی جواری لال صاحب ورما شغلہ وکیل علی گڑھ

(کایستھ کانفرنس مراد آباد ۱۹۰۵ء)

تمہید

بہت ہوئی ہے بزرگان قوم گفت و شنید
جو دی ہے اٹھ کے علیگڑھ کو یہاں سے نوید

یہ سچ ہے ملتا ہے قسمت سے ہی ایسا وقت سعید
خدا بھی کرتا ہے فکر نیک کی تائید

مخالفت کا حقیقت میں کچھ کلام نہیں
ہمارا حق ہے یہیں وہیں کا مقام نہیں

اگرچہ آپ کی خدمت میں اہل جاہ و حشم
مگر ہے حوصلہ افزا بجز آپ ہی کا کرم

بڑا سوال ہے لائق نہیں ہیں جس کے ہم
ابھارتا ہے جو اٹھ اٹھ کے جوش خون دم

بڑا ہی گر ہے مقدر تو کیا گلہ ہوگا
اسی سوال پہ قسمت کا فیصلہ ہوگا

بجز ہمارے ہی مہمان آپ سب کے رہے
رہی ہمیشہ کو مایوس ہم جواب کے رہے

کہاں کہاں نہیں جلسے پئے رونق کے رہے
ہمارے جوش ہمارے ہی دل میں پکے رہے

کئی برس سے یہ دیکھا جواب کیسا ہے
نیاز مند ہیں ہم پر عتاب کیسا ہے

ہماری آرزوؤں کا ہے آپ ہی پہ مدار
کہیں گے قوم سے بے شبہ ہم پکار پکار

ہوا قبول گزارش ہمیں اگر نہیں انکار
مراد آباد میں کنعاں کا تھا لگا بازار

ہر ایک ڈھنگ سے سو انتظام کئے ہیں

اب آئیں وقت کے پینے کی کیا ضرورت ہے — گھڑی خوشی کی مبارک ہے شبیہ صورت ہے

صد ورحکم ہو مضمون طول ہوتا ہے
چیرز دیجئے تو نذر قبول ہوتا ہے

دعا قبول ہوئی چرخ جور بھول گیا — زمانہ گردش قومی کا دور بھول گیا
خوشی میں ختم سخن کا میں طور بھول گیا — وفائے خاص کا دینا اک ادا بھول گیا

نگاہ بد نہ لگے اپنے مہمانوں کو
خدا ہمیشہ سے رکھے لے اب اسمانوں کو

چیرز

شکریہ منظم دہم کایستھ کانفرنس علی گڑھ از منشی بنواری لال شعلہ

جس پہ تمام کام کا دارومدار ہے
پہلے تو شکر رحمت پروردگار ہے

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے — کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
عزیز بھائی اقارب شفیق محسن دوست — عجب ہے لطف نظارہ جدھر کو دیکھتے ہیں
نگاہ چہروں پہ [illegible] ہیں قدردان — لگی ہیں آنکھیں کدھر اور کدھر کو دیکھتے ہیں
کہاں تحمل کے [illegible] پہونچے — ترستے ہیں یوں [illegible] کو دیکھتے ہیں
مراد آباد سے لائے تھے کس تمنا سے — ہم آج اپنے گئے سال بھر کو دیکھتے ہیں
وہ آرزو تھی کہ جس کے لئے ہی دل تھا — وہ ابتدا تھی کہ جس کی خبر کو دیکھتے ہیں

بنائے کا علی گڑھ کا کنفرنس عملی
بزرگ قوم میں اصحاب غیر قوم بھی ہیں
دلوں میں لیتے ہیں ان کو تو آنکھوں پہ ہیں

ہم اپنے خون کے سچے اثر کو دیکھتے ہیں
کبھی ادھر کو کبھی ہم ادھر کو دیکھتے ہیں
نظر سے لطف و کرم کی نظر کو دیکھتے ہیں

ادا ہو ملکہ قیصر کا شکریہ کیوں کر
کہ جن کے تاج میں ہم اک گہر کو دیکھتے ہیں

گو لطف نظم کا کوئی جلسہ نہیں ہے یہ
مشہور ہو کلام تمنا نہیں ہے یہ

پر ہم سخن نہیں ہیں تماشا نہیں ہے یہ
تعمیل حکم کی نہ ہو زیبا نہیں ہے یہ

گو میں کھڑا ہوں اور ہی امید کے لئے
حالات کچھ ہیں اور ہی تمہید کے لئے

وسواں مراد آباد میں نوبت ہمارا تھا
سب نے کیا قبول یہ قسمت کا پارا تھا

ہمت تھی بھائیوں کی خدا کا سہارا تھا
اک چار کی زبان تھی کس کا اجارا تھا

دل میں وہی تھا جیسا دکھانے میں جوش تھا
اب تک وہی ہے جوش جو لانے میں جوش تھا

اب تک کے معنی ہم نہیں سمجھے یہ جوش کیا
آندھی کا جھوکا آیا ادھر اور ادھر گیا

کس کام کا وہ جوش جو دو چار دن رہا
اک ولولہ سا دل میں تھا دب کے جو اٹھا

سچ ہے کہ صبر و شکر ہی انساں کی جان ہے
جو جوش جلد اٹھتا ہو وہ اک اپھان ہے

ہم نو برس خموش اسی بات سے رہے
مجبور بھائیوں کی ملاقات سے رہے

معذور اپنے عجز مدارات سے رہے
محروم خاص لطف و عنایات سے رہے

جو خاص میرا فرض تھا اس سے جدا ہے یہ
مہمان کہہ رہے ہیں کہ کیا کہہ رہا ہے یہ

تھوڑی سی مہربانی یہ اک مہرباں کی تھی
میں کس طرف چلا گیا وہ بات کہاں کی تھی

اظہار شکر کی مجھے عزت عطا ہوئی
محفوظ آج تک بھی جو نعمت عطا ہوئی
جس کے سبب کو فخر وہ خدمت عطا ہوئی
اک سال کی دبی ہوئی دولت عطا ہوئی

طاقت بقدر جوش بیاں تو نہیں ملی
سب کچھ ملا مگر وہ زباں تو نہیں ملی

ہاں ایک اور عرض ہے گو کچھ قصور ہے
ظاہر ہے یہ بھی طرز ادب سے دور ہے
کچھ شکر ان کے واسطے کہنا بھی ضرور ہے
ہم کو مبالغہ سے سراسر نفور ہے

پکے ہیں دوست شکر کے کیا کچے چاہئیں
سچے ہو بھائی شکر کے بھی سچے چاہئیں

کچھ معاف ملتے تھے رستے ہیں شکر کے
سو کہیں شکوے تھے پڑتے ہیں شکر کے
لیتے اودھر والے کے تھے لیتے ہیں شکر کے
تھے ایک بھاؤ قحط میں سستے ہیں شکر کے

بے بات جن سے ملتے ہیں وہ کیا ہیں شکر کے
ہاں شکروں کا فرض ہے زیبا ہیں شکر کے

گو کچھ خوشیوں سے ہمارے خفا تو ہیں
آغاز ہیں نہیں تھے وہ انتہا تو ہیں
لیتے یہ سارے فرض محبت ادا تو ہیں
قیمتی نہیں ہیں مگر بے بہا تو ہیں

سچے لیے ہیں شکر و سپاس فضول سے
ہٹتے نہیں ہیں آج بھی اپنے اصول سے

جو کچھ ہے یہ وہ آپ ہی کا سب ظہور ہو

یہ سارا فیض جو ملا ہی پرشاد کا ہوا
اک پورا روز بھائی شیو پرشاد کو ملا

اک وقت دوست ایشری پرشاد نے لیا
اور بابو رام دیال نے چھینا رہا سہا

عزت یہ میزبانی کی باتوں میں لٹ گئی
دولت ہماری چاری ہاتھوں میں لٹ گئی

ہم کیا ہماری کوششیں کیا ہم سے کیا ہوا
خدمت گزار قوم ہیں فضل خدا ہوا

احسان مند یوں کا یہ کیا شکریہ ہوا
حق تو یہ ہے کہ حق نہیں ہم سے ادا ہوا

بھائی یہ مہربان ہو فقط میہمان ہیں
تم اپنے میزبان بھی ہو ہم میزبان نہیں

تشریف لائے ہیں جو رؤسا نامدار
رونق فزا ہوئے ہیں جو حکام باوقار

ایک ایک کے ہیں الگ شکریہ گزار
جلسہ کا فخر ہے یہ ہمارا ہے افتخار

شکر و سپاس پھر بھی ہے ختم کلام پر
پھر ہوں نثار ملکہ قیصر کے نام پر

ایسے میزبانو خوش ہو مدارات بن گئی
جیسی ہماری تھوڑی تھی اوقات بن گئی

اچھلو غریب بھائیو وزارت بن گئی
کائستھ کانفرنس کی ہر بات بن گئی

اونچے سروں سے ہاتھوں کو ہی دعا کرو
ہم کامیاب ہوگئے شکر خدا کرو

فقط

نوحہ وفات بابو طوطا رام صاحب وکیل مرحوم

جلسہ تعزیت ۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء

رباعی

ڈرنا ہو اگر تو ایک بدی سے ڈرنا
کرنا ہو جو کچھ تو کام اچھے کرنا
جینا ہو تو کچھ بھلائی کرکے جینا
مرنا ہو تو نیک نام ہو کر مرنا

دیگر

او بے خبر آج ہاتھ کیا ملتا ہے
آیا ہوا وقت کبھی کہیں ملتا ہے
ہر نیک عمل ہے آخرت کا توشہ
اسباب یہی ہے ساتھ جو چلتا ہے

دیگر

ہستی کا نشاں مٹا چکا ہے کب کا
دنیا سے قدم اٹھا چکا ہے کب کا
کاندھوں پہ جو ہے سب کے پچھلے ہو تابوت
او پیادو وہ سوار جا چکا ہے کب کا

بند

افسوس کس کا مجمع اہل عزا ہے آج
دنیا سے نیک نام یہ کون اٹھ گیا ہے آج
موقع جو خوشنما تھا وہ کچھ بدنما ہے آج
جلسوں کا جو مقام تھا ماتم سرا ہے آج

برہم خوشی کے کام سب یکدم ہی ہو گئے
کیوں بابو طوطا رام الگ ہم سے ہو گئے

تصویر کو خیال نے رکھا ہے دو بدو
مرحوم ہے اسی طرح آنکھوں کے روبرو
لہجہ سنائی دیتا ہے اور طرز گفتگو
سب کو گمان ہے ابھی زندہ ہو کہیں

صورت نظر میں پھرتی ہو سیرت نگاہ میں
جلسہ پکار اٹھے نہ کیوں اشتباہ میں

جو اچھی زندگی ہے غنیمت ہو زندگی
جس کی کمائی نیک ہو ہے آدمی وہی
کام آئے اچھے کام میں دولت وہیں وہی
باقی ہے جس کا نام وہ مرتا نہیں کبھی

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت
نوشیرواں نمرد کہ نام نکو گذاشت

۵
بے وقت کی وفات کا بے انتہا ہے غم
ملتی ہیں ہر کسی کو حسرت غم و الم
وابستگان خاص پہ ٹوٹا بڑا ستم
اک فرض دنیوی ہے کہ جمع ہوئے ہیں ہم

یہ صورتیں خوشی کی کہیں غمناک ہو گئیں
افسوس ساری آرزوئیں خاک ہو گئیں

ہر دلعزیز و شیخ کا پابند نیک نام
بیوؤں کی پرورش کا تھا کچھ خفیہ اہتمام
مذہب کا پختہ کار فدائے رفاہ عام
یاد آتے ہیں یتیم کہ بابو عطا رام

۱۰
اخلاق و اتحاد تھا ہر خاص و عام سے
کیا پاک روح - خوش گئی ہر ایک کام سے

جس دن قبائے خلعت ہستی عطا ہوئی
آخر اگست میں کوئی بیشی ہو یا کمی
اٹھارہ سو پہ چار تھے اور سات عیسوی
قالب نے پاک روح سے پائی تھی روشنی

ساون شروع دسویں تھی لیل و نہار میں
انیس سو پہ چار تھے سمت شمار میں

گوپانہ کی زمین تھی تولیہ کا مقام
پالی کے پاس گو ہیں مشہور خاص عام

تھا چھ برس کی عمر سے پڑھنے کا اہتمام — گھر بھر کی ایک بیٹے پہ تھی آرزو تمام

کیا پوچھئے کہ علم کا تھا شوق کب تلک
جاری تھی سنسکرت کی تعلیم اب تلک

ہر اک زباں میں تھی مہارت بڑی ہوئی — انگلش بھی تھی سنسکرت بھی عربی بھی فارسی
گجراتی اور بنگلہ مہاراشٹری بھی تھی — غرضیکہ ہر طرح تھی لیاقت خدا نے دی

تقریر میں اثر تھا لطافت بیان میں
تھی اک زباں گویا ہوئی ساتوں زبان میں

۵

حکام کی نظر میں وفادار باوقار — پیشے میں اپنے صاحب دل اور راستی شعار
عزت سے دیکھتے تھے جسے جج اور بار — فطرت میں تھا سلیم مزاجی کا افتخار

ہر اک کا خیرخواہ تھا عہدہ مشیر تھا
سچ تو یہ ہے کہ آپ ہی اپنی نظیر تھا

لائل لائبریری کا سکتری قدیم — مشہور سب میں آگرہ کالج کا اک ندیم
کوشش سے جس کی ہے کتب خانہ عظیم — عالی خیال منتظم و عاقل و فہیم

۱۰

نور نگاہ چشم تمنا سے اٹھ گیا
مرحوم ایک ہی تھا جو دنیا سے اٹھ گیا

ممبر میونسپل کمیٹی تھا وہ سرپرست — بہت سے اپنے فرض میں پایا نہیں شکست
ساکت نگاہ میں تھے جہاں کے بلند پست — ناپائدار زندگی کے تیر سے ہوا بست

کیا عیش جب کہ عمر رواں پا برکاب ہے
گویا کہ سب یہ دم آبی میں خواب ہے